تاریخ ہندوستان

حصۂ اوّل

مڈل سکولو[illegible]ست کے لئے

کشمیر
ترکستان
تبت
پنجاب
راجپوتانہ
بنگال
آسام
حیدرآباد
میسور
بمبئی
مدراس
خلیج بنگالہ
بحیرہ عرب

مصنفہ

ایم - اے - عزیز بی اے ایل ٹی و شیخ برکت اللہ ایس - وی

لاہور

رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز

ایجوکیشنل پبلشرز

تاریخ ہندوستان

حصہ اول

مڈل سکولوں کی جماعت کے لئے

ایم - اے - عزیز بی ، اے - بی ، ٹی
اسسٹنٹ انسپکٹر آف سکولز جموں

شیخ برکت اللہ ایس - وی
ٹیچر بیسک سکول جموں

لاہور
رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز
ایجوکیشنل پبلشرز

سنہ ۱۹۴۰ء

پہلا باب

طبعی حالات

مصر اور چین کی طرح ہندوستان کی تہذیب بھی
بہت پرانی ہے۔ اس ملک کے تاریخی حالات بہت
دلچسپ ہیں۔ پرانے حالات کا مطالعہ کرنے سے
پیشتر ہمیں اُس قدرتی ماحول سے واقفیت حاصل کرنا
ضروری ہے جس کی بدولت ہماری تاریخ بنی۔

ہمارا ملک برّاعظم ایشیا کے جنوب میں ایک جزیرہ
نما ہے۔ پہاڑوں اور سمندروں سے گھرا ہُوا ہے۔
اس کے شمال میں ہمالیہ جیسا اونچا پہاڑ ہے۔ جو
صدیوں سے ہماری پاسبانی کر رہا ہے۔ یہ پندرہ
سو میل لمبا اور دو سو میل چوڑا ہے۔ اور اس
قدر بلند ہے کہ اس کی اکثر چوٹیاں ہمیشہ برف
سے ڈھکی رہتی ہیں۔ اسی وجہ سے اس کا نام
"ہم آلہ" یعنی برف کا گھر مشہور ہو گیا ہے۔
شمال مغرب میں یہ پہاڑ مختلف سلسلوں میں
منقسم ہو گیا ہے جو کہ کم اونچے ہیں۔ اور جن میں
خیبر۔ کرم۔ ٹوچی۔ گومل اور بولان درّے پائے

جاتے ہیں۔ انہی دروں کی راہ آریہ۔ سکا سمیھین ہن
اور مسلمان یہاں ہندوستان میں وارد ہوئیں۔

شمالی ہندوستان

یہ ایک میدانی علاقہ ہے
دریاے گنگا، برہم پتر اور سند
اسے سیراب کرتے ہیں۔ بارش بھی کافی ہوتی
اس لئے پیداوار کی بہتات ہے۔ آریوں نے
پہلے پہل اسی علاقے میں بود و باش اختیار
کی تھی۔ اسی وجہ سے اس علاقے کا نام "آریہ ور
رکھا گیا تھا۔ ہندوؤں کی تہذیب کی ابتدا
اسی میدان سے شروع ہوئی بڑے
اوتاروں مثلاً شری رام چندر جی۔ شری کرشن
اور مہاتما گوتم بدھ نے اسی علاقے میں
لیا۔ اور یہی علاقہ زیادہ زرخیز اور
آباد ہے۔ اور یہیں بڑے بڑے تجارتی
سڑکیں اور تاریخی مقامات پائے جاتے ہیں۔ پنجاب
کے جنوب میں تھار یا راجپوتانہ کا ریگستان
ہے۔ یہ اُن بہادر راجپوتوں کا وطن ہے
بڑے طاقتور اور قول و فعل کے پکے
لوگ ہندوستان کی آزادی کی خاطر
بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے رہے

جنوبی ہند

یہ سطح مرتفع
سے تین ہزار فٹ
اور شکل میں تکون سے ملتا جلتا ہے۔ اس

شمال میں ... چال اور باڑک کے پہاڑ ہیں
اور باقی اطراف سے مشرقی اور مغربی گھاٹ کے
لمبے سلسلوں سے گھرا ہوا ہے۔ یہاں کے لوگ
بڑے مضبوط۔ محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں۔ بڑی
مشقت کے بعد کہیں جا کر پیٹ بھر کر کھانا
نصیب ہوتا ہے۔ یورپین قومیں سب سے پہلے اسی
علاقے میں وارد ہوئیں۔ اور ہندوستان کی قدیم
قومیں بھی اسی علاقہ میں آباد ہیں۔
مندرجہ بالا حالات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا
کہ کسی ملک کے طبعی اور تاریخی حالات میں کتنا
تعلق ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں لوگوں کی شکل
صورت۔ رنگ ڈھنگ۔ رہنے سہنے۔ کھانے پینے اور
چال چال کے طریقوں میں جو اختلاف پایا جاتا
وہ انہی طبعی حالات کی وجہ سے ہے۔ پہاڑی اور
... علاقے کے باشندے پیداوار کی کمی کی وجہ
... زیادہ جفاکش، محنتی اور مضبوط ہوتے ہیں۔ کشمیر
... گ عمدہ اور خوشگوار آب و ہوا میں رہنے
باعث تنومند اور ذہین ہوتے ہیں۔ گرم میدانوں
... گ پیداوار کی زیادتی اور دیگر آرام و آسائش
... کچھ آرام پسند ہو جاتے ہیں۔ ہندوستان
... تاریخ پر ان سب باتوں کا گہرا اثر پڑا ہے۔
ہمیشہ یاد رکھیں کہ انسان قدرتی ماحول کا غلام
... بلکہ اُس میں مناسب تبدیلیاں پیدا کر کے

اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیتا ہے۔ غور کرو کہ حضرت

انسان نے پہاڑوں کے سینے چیر کر راستے بنائے۔
تیز رفتار دریاؤں اور ناپیدا کنار سمندروں کو عبور
کیا۔ ساحلوں پر مصنوعی بندرگاہیں بنائیں۔ سائنس
کی ایجادات سے فائدہ اُٹھا کر زراعت کو فروغ دیا۔
اور پیداوار بڑھائی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ
کسی ملک کی تاریخ پر وہاں کے باشندوں کا بھی
کافی اثر ہوتا ہے +

بعض عالموں کا خیال ہے کہ ہندوستان ایک
ملک نہیں۔ کیونکہ اس میں کئی قومیں آباد ہیں۔
مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں۔ اور کئی زبانیں بولی
جاتی ہیں۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ
چھوٹے سے چھوٹے ملک میں بھی یہ باتیں پائی
جاتی ہیں۔ قدرتی بناوٹ کے لحاظ سے زمانہ سلف
میں یہ ایک ملک تصور کیا جاتا تھا۔ سیاسی نقطہ
خیال سے بھی ہندوستان ایک ہی ملک سمجھا جاتا
تھا۔ بڑے بڑے مہاراجہ، سلطان اور شہنشاہ ہمیشہ
یہ محسوس کرتے رہے کہ جب تک تمام ہندوستان
پر قبضہ نہ ہو۔ اُن کی سلطنت خطرہ سے محفوظ
نہیں رہ سکتی۔ آپ آئندہ سبقوں میں ان کی
کوششوں اور حملوں کا حال پڑھیں گے۔ ہندوؤں
کی اصطلاح میں وہ مہاراجہ جو تمام ہندوستان پر
قابض ہو۔ چکرورتی مہاراجہ کہلاتا تھا +

سنہ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کی رُو سے ہندوستان

کی کل آبادی پینتیس کروڑ سے کچھ زیادہ ہے۔
اس کا دو تہائی حصّہ گاؤں میں آباد ہے۔ اس
ملک میں کئی مذاہب کے لوگ بستے ہیں۔ جن میں
ہندو۔ مسلمان۔ بدھ۔ جینی۔ عیسائی۔ پارسی اور
سکھ زیادہ مشہور ہیں +

انتظامی لحاظ سے برطانوی ہندوستان سترہ صوبوں
میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جن میں سے گیارہ صوبے
گورنروں اور چھ صوبے کمشنروں کے ماتحت ہیں +

مدراس۔ بمبئی۔ بنگال۔ صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ
پنجاب۔ بہار۔ اڑیسہ۔ صوبجات متوسط آسام۔ شمال مغربی
سرحدی صوبہ اور سندھ کے صوبے گورنروں کے ماتحت
ہیں۔ اور برٹش بلوچستان۔ دہلی۔ اجمیر۔ مارواڑ۔ کورگ
اور انڈیمان کمشنروں کے ماتحت ہیں +

ہندوستان کا کل رقبہ اٹھارہ لاکھ مربع میل ہے۔
جس میں دیسی ریاستوں کا رقبہ سات لاکھ مربع میل
کے قریب ہے۔ اور ان کی تعداد سات سو کے
لگ بھگ ہے +

ہندوستان ایک پُر فضا ملک ہے۔ اس میں
سینکڑوں ندیاں بہتی ہیں۔ اس میں بعض علاقے
میدانی اور بعض پہاڑی ہیں۔ بہت سے صحت
افزا مقامات پائے جاتے ہیں۔ مون سون ہوائیں
اس کے وسیع میدانوں میں بارش برساتی ہیں۔ جس

سے ہر قسم کی سبزیاں۔ فصلیں اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ زمین ایسی زرخیز ہے۔ جس میں تمام قدرتی اشیاء بآسانی اور با افراط پیدا ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے اس ملک کو ابتدا سے ہی ایک بھاری تجارتی منڈی کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے اس کی زرخیزی، قدرتی دولت کی فراوانی اور عمدہ آب و ہوا نے غیروں کے دلوں میں اس سرزمین پر اپنی قسمت آزمائی کا جوش پیدا کیا۔ اور اسے غیر اقوام کے لئے گھڑ دوڑ کا میدان بنایا +

سوالات

۱۔ ہندوستان کا محل وقوع کیا ہے۔ اور اس محل وقوع کا اس کی تاریخ پر کیا اثر ہوا؟

۲۔ قدرتی طور پر ہندوستان کو کتنے حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ہر ایک حصے کا مختصر حال لکھو؟

۳۔ انتظامی لحاظ سے ہندوستان کو کتنے صوبوں میں تقسیم کیا گیا ہے؟

۴۔ تمام ہندوستان کو ایک ملک ثابت کرنے کے لئے کیا دلائل پیش کرو گے؟

۵۔ یہ بتاؤ؟ کہ انسان اپنے قدرتی ماحول سے کس طرح متاثر ہوتا ہے۔ اور کس طرح اس پر قابو پاتا ہے +

دوسرا باب

ہندوستان کے اصلی باشندے

آج سے کچھ عرصہ پہلے موّرخین کا خیال تھا کہ آرین قوم کے آنے سے پہلے ہندوستان کے باشندے غیر مہذّب اور جاہل تھے۔ لیکن پرانے لوگوں کی تہذیب اور حالات کے متعلق ہماری واقفیت آئے دن بڑھ رہی ہے۔ عالم اور محقق لوگ مختلف مقامات کی کھدائی کر کے تاریخی مواد حاصل کر رہے ہیں۔ شمال مغربی ہندوستان میں ٹیکسلا اور ہڑپا کے مقامات پر کھدائی کرنے سے کچھ پرانی چیزیں اور زیورات ملے ہیں۔ یہ تمام چیزیں حضرت مسیح سے چار پانچ ہزار سال پہلے کی بنی ہوئی خیال کی جاتی ہیں۔ اس زمانے کے لوگ پکّے مکانوں میں رہتے تھے۔ سندھ کے ضلع لڑکانا میں موہنجو ڈارو میں کھدائی کرنے سے معلوم ہوُا ہے کہ وہ لوگ بھی پکّے اور ہوا دار مکان بنا کر رہتے تھے۔ ان کے غسل خانے حفظان صحت کے اصُولوں کے مطابق بنے ہوئے تھے اور گھروں، غسل خانوں اور گلیوں سے گندے

پانی کی نکاسی کے لئے زمین دوز نالیوں کا انتظام تھا۔ ایک پختہ تالاب دریافت ہُوا ہے جس کے گرداگرد چُونے گچ سیڑھیاں ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ وہ لوگ بڑے قابل انجینئر تھے۔ برتن بھی اعلےٰ قسم کے بنائے جاتے تھے۔ بت سازی اور مہروں کے بنانے میں انہیں کمال حاصل تھا۔ ابھی اس پُرانی تہذیب کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوئیں۔ لیکن قیاس سے معلوم ہُوا ہے کہ موہنجو ڈارو اور ہڑپا میں دراوڑ قوم کی تہذیب کے آثار ملے ہیں +

ان باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح سے چار پانچ ہزار سال پہلے جب دنیا کی اکثر قومیں وحشیانہ حالت میں زندگی بسر کر رہی تھیں۔ ہمارے ملک کے لوگ مہذب اور شائستہ تھے +

ہمارے ملک میں بھی ایک ایسا زمانہ گذر چکا ہے جب یہاں کے باشندے غیر مہذّب تھے۔ اُس زمانے میں لوگ جنگلی جانوروں کی طرح غاروں اور درختوں کی کھوکھ میں رہا کرتے تھے ان کی خوراک پھل اور جنگلی جانوروں کا گوشت تھی۔ وہ عموماً ننگے رہا کرتے تھے۔ شکار کے لئے پتھر کے ہتھیار استعمال کرتے تھے۔ ہندوستان کے کئی عجائب گھروں میں ایسے اوزار اب بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم اس زمانہ کو "پتھر کا زمانہ" کہتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو پتھر کے زمانہ کے لوگ

اسی حالت میں ہزاروں سال گذر گئے۔ پھر
ان لوگوں نے آہستہ آہستہ ترقی کی اور پتھروں کے
بجائے دھات کے ہتھیار بنانے شروع کر دیئے۔
جنگلوں اور غاروں کو چھوڑ کر میدانوں اور جھونپڑیوں
میں رہنے لگے۔ درختوں کے پتوں اور جانوروں
کی کھال سے جسم ڈھانپنے لگے۔ مویشیوں کو
پالنا شروع کیا۔ دھاتوں سے بھالے۔ نیزے
تیر اور کلہاڑیاں بنائی جانے لگیں۔ بعض مؤرخین
کا خیال ہے کہ شمالی ہند کے لوگ تانبے کے
اوزار بنایا کرتے تھے۔ کیونکہ ممالک متوسط۔ چھوٹا
ناگپور اور کانپور کے نزدیک سے تانبے کے بڑے
عجیب و غریب ہتھیار ملے ہیں۔ رفتہ رفتہ بود و
باش۔ اور کھانے پینے کے طریق میں تبدیلی ہوتی
گئی۔ وہ آگ جلانے اور مٹی کے برتن بنانے
کے فن سے واقف ہو گئے۔ اس زمانے کو "دھات
کا زمانہ" کہتے ہیں +

ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ زمانہ کب
شروع ہؤا۔ اور کب ختم ہؤا۔ لیکن دنیا کی تمام
قومیں اس دور سے گزریں۔ اور یہ زمانہ حضرت
عیسےٰؑ کی پیدائش سے ہزاروں سال پہلے کا
ہے +

ہندوستان کی آبادی کسی ایک فرقہ یا نسل
پر مشتمل نہیں ہے بلکہ کئی نسلوں کا مجموعہ

ہیں۔ قدیم زمانے میں یہاں مختلف اقوام کے
لوگ آئے اور تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ قدیم
باشندے دو گروہوں میں منقسم تھے۔ ایک وہ
جو قد آور۔ گورے اور لمبی ناک والے تھے۔ جنہیں
آرین خیال کیا جاتا ہے۔ اور دوسرے وہ جو پست
قد۔ سیاہ فام اور چپٹی ناک والے تھے۔ انہیں
ہندوستان کے اصلی باشندے خیال کیا جاتا ہے
ان کی چند نسلوں کی تہذیب و تمدن اور طرز
معاشرت کا حال ذیل میں درج ہے:-

کول۔ یہ شمالی ہندوستان میں آباد تھے۔ شکار
پر گزارہ کرتے تھے۔ کھیتی باڑی کا کام بھی جانتے
تھے۔ مختلف قبیلوں میں منقسم تھے۔ ہر قبیلہ ایک
چھوٹے سے گاؤں میں رہتا تھا۔ خاندان کا بزرگ
گاؤں کا سردار تسلیم کیا جاتا تھا۔ سب گاؤں والے
اس کی فرمانبرداری کرتے تھے۔ بہت سے گاؤں
ایک بڑے سردار کے مطیع ہوتے تھے۔ جب باہر
کی قومیں ہندوستان میں آئیں۔ تو انہوں نے کول
نسل کے لوگوں کو شمالی ہند کے میدان سے
نکال دیا۔ اور وہ خود اُن کے بجائے آباد ہو گئیں۔
اب ان لوگوں کی نسلیں یعنی بھیل۔ سنتھال اور
گونڈ وسطِ ہند اور اڑیسہ میں پائی جاتی ہیں +

دراوڑ۔ یہ کول سے زیادہ مہذب اور زیادہ
امن پسند تھے۔ کاشتکاری کے طریقوں سے بخوبی

واقف تھے۔ مویشیوں کے بڑے بڑے گلے پالتے تھے۔ یہ لوگ تاجر بھی تھے۔ صندل۔ ہاتھی دانت وغیرہ سمندر کی راہ دیگر ممالک میں بھیجتے تھے۔ اس تجارت کی بدولت ان کا تعلق اہل فارس سے تھا۔ ان کی تہذیب آرین سے بالکل مختلف تھی۔ ان کی زبان سنسکرت نہ تھی۔ تامل۔ تلگو۔ ملیالم۔ اور کناری زبانیں بولتے تھے۔ یہ زبانیں آج تک بھی جنوبی ہند میں بولی جاتی ہیں۔ ان لوگوں کی نسلیں احاطہ بمبئی اور مدراس میں آج تک موجود ہیں +

آرین ۔ آریوں کے ہندوستان میں آباد ہونے کا زمانہ تقریباً ۲۵۰۰ ق۔م سے ۶۰۰ ق۔م تک تھا۔ اور اس عرصے میں ان کے مختلف قبیلے ہندوستان میں آئے۔ اور انہوں نے آہستہ آہستہ ہندوستان کے اصلی باشندوں کو زیر کر کے اپنی حکومتیں قائم کر لیں۔ آریہ قوم کے اصل وطن کے متعلق مورخوں میں بڑا اختلاف رائے ہے۔ بعض تاریخ دانوں کا خیال ہے کہ آریہ وسط ایشیا میں آباد تھے۔ اپنے ملک میں پیداوار کی کمی اور ہندوستان کے زرخیز میدانوں کی کشش نے انہیں اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔ ان کی زبان سنسکرت تھی۔ جو آج کل کم بولی جاتی ہے۔ اور موجودہ زبانیں مثلاً ہندی۔ مرہٹی۔ بنگالی وغیرہ

[illegible] ہی سے نکلی ہوئی ہیں - یہ لوگ رنگ کے گورے - دراز قد اور پتلی ناک والے تھے۔ ہندوستان کے اصلی باشندوں سے زیادہ مہذّب تھے - انہوں نے جنگلوں کو صاف کر کے اناج پیدا کرنا شروع کیا +

منگول - ان کا اصلی وطن منگولیا ہے - جو ایشیا کے شمالی حصے میں واقع ہے - یہ شمال مشرقی درّوں کے راستے ہندوستان میں وارد ہوئے - ان کا رنگ زردی مائل اور ناک چپٹی ہوتی ہے مشرقی بنگال اور آسام میں اس نسل کے لوگ رہتے ہیں - اور آج تک تیر کمان سے جنگلی جانوروں کا شکار کرتے ہیں +

ساکا یا سیتھین - یہ حضرت مسیح سے دو سو سال قبل ہندوستان میں آئے - یہ وسط ایشیا کے رہنے والے تھے - ابتدا میں پنجاب میں رہنے لگے اور پھر متھرا اور کاٹھیاواڑ تک پھیل گئے +

یوچی - وسط ایشیا کی ایک خانہ بدوش قوم تھی - جسے کشن بھی کہتے ہیں - یہ لوگ پہلی صدی عیسوی میں ہندوستان پر حملہ آور ہوئے - اور ایک بڑی بھاری سلطنت قائم کر لی - جس کا دارالخلافہ پشاور تھا - کنشک اسی قوم کا ایک مشہور راجہ گزرا ہے +

ہن - یہ ایک گڈریا قوم تھی - جو پانچویں صدی عیسوی میں وسط ایشیا سے ہندوستان میں آئی - اُنہوں نے پہلے فارس فتح کیا - اور پھر ہندوستان پر حملہ آور ہوئے - یہ لوگ بڑے ظالم اور سنگدل تھے - تورماں اور مہرگل ان کے دو مشہور بادشاہ گذرے ہیں +

سوالات

۱ - پتھر اور دھات کے زمانے سے کیا مراد ہے - ان کی تہذیب کا مقابلہ کرو +

۲ - ہندوستان کے اصلی باشندے کون تھے - اور اب وہ کہاں آباد ہیں ؟

۳ - آرین کا اصلی وطن کہاں ہے اور ہندوستان میں ان کی آمد کا سبب کیا تھا ؟

۴ - آپ کس طرح ثابت کریں گے کہ زمانہ قدیم میں ہندوستان کے اصلی باشندے مہذب تھے ؟

۵ کول - دراوڑ اور منگول کی تہذیب کے متعلق تم کیا جانتے ہو ؟

تیسرا باب

تاریخِ ہند کے ماخذ اور آرین کی آمد

بعض عالموں کا خیال ہے کہ ہندوستان کے قدیم باشندوں کو تاریخ دانی سے کوئی اُنس نہ تھا۔ ان کا یہ قیاس غلط ہے۔ پرانے زمانہ کے باشندوں نے بھی اپنے مذاق کے مطابق تاریخ ضرور لکھی ہے۔ رامائن اور مہابھارت کے منظوم قصے اور کلہن کی راج ترنگنی اس زمانہ کے لوگوں کی مکمل تاریخیں ہیں۔ ہندوستان کے پرانے بادشاہوں کے کئی قصے اور کہانیاں لوگوں کو زبانی یاد ہیں۔ گو بعض تاریخی کتب زمانہ کے تغیر و تبدّل سے ضائع ہو گئی ہیں۔ لیکن پھر بھی مندرجہ ذیل کتابیں تاریخی واقعات پر کافی روشنی ڈالتی ہیں۔

چار وید۔ برہمن۔ گرنتھ۔ اپنشدیں اور پران وغیرہ کے مطابق پرانے زمانہ کی طرزِ معاشرت اور

تہذیب کا مکمل پتہ چلتا ہے۔ ان میں پرانے

لوگوں کی سماجی اور مذہبی زندگی کا پورا پورا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ رامائن اور مہابھارت کا شمار بھی تاریخی کتب میں ہوتا ہے +

بدھ مذہب اور جین مت کی مقدس کتابیں اپنے اپنے زمانے کے حالات کی آئینہ دار ہیں +

اشوک کے عہد کے میناروں۔ کتبوں۔ عمارتوں۔ اور پتھروں پر کندہ کئے ہوئے احکام سے پرانے زمانہ کی تعمیرات۔ طرز حکومت اور لوگوں کے تاریخی حالات کا پتہ چلتا ہے +

پرانے زمانے کے سکے بھی تاریخی حالات پر کافی روشنی ڈالتے ہیں +

غیر ملکی سیاح :- فاہیان اور ہیوان سانگ چینی سیاح ہندوستان میں بدھ تیرتھ دیکھنے کی غرض سے آئے۔ انہوں نے برسوں یہاں رہ کر بہت سے تاریخی واقعات قلمبند کئے۔ میگستھنیز یونانی سفیر نے بھی بہت سی کتب یہاں آکر لکھیں۔ جو معتبر تاریخی کتب ہیں +

قدیم عمارتوں کے کھنڈرات اور مختلف مقامات مثلاً ٹیکسلا۔ ہڑپہ اور موہنجوڈارو کی کھدائی سے نکلی ہوئی اشیا سے بھی پرانے زمانے کے حالات کا پتہ چلتا ہے۔ مندرجہ بالا تاریخی مواد کے علاوہ ہندوؤں نے اور بھی تاریخی کتابیں لکھیں۔ جن

میں سے بان کا ہرش چرتر۔ کلہن کی راج ترنگنی۔ پرتھوی راج راسا اور کالی داس کے ڈرامے مشہور ہیں۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پرانے زمانے کے لوگ علم و تاریخ میں کافی دلچسپی لیتے تھے۔

آریوں کی آمد

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آریوں کے وطن کے متعلق ٹھیک ٹھیک پتہ نہیں۔ مختلف مؤرخین نے جرمنی۔ تبت۔ وسط ایشیا اور قطب شمالی کا برفانی میدان آریوں کا اصلی وطن قرار دیا ہے۔ بہر حال یہ لوگ شمال مغربی درّوں کی راہ ہندوستان میں داخل ہوئے دریائے سندھ کے کنارے رہنے لگے۔ اور پھر بڑھتے بڑھتے پنجاب۔ دریائے گنگا اور جمنا کے میدانوں میں پھیل گئے۔

آریہ کے معنی شریف کے ہیں۔ ان کی آمد کا ٹھیک وقت بتانا مشکل ہے ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ حضرت مسیح سے دو تین ہزار سال پہلے یہاں آئے۔ یہ رنگ کے گورے اور دراز قد تھے۔ سنسکرت زبان بولتے تھے۔ ہندوستان کے اصلی باشندوں سے زیادہ مہذّب تھے۔ یہ زیادہ تر زراعت پیشہ تھے۔ چارہ اور خوراک کی کمی کے باعث اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور دیگر ممالک میں پھیل گئے۔ ان میں سے

جو ہندوستان میں پہنچے وہ ہندی آرین کہلائے۔ جو دھاتوں کے استعمال سے واقف تھے۔ کاشتکاری کرتے تھے۔ زیادہ ہوشیار اور طاقتور ہونے کی وجہ سے اصلی باشندوں پر غالب آئے۔ اور انہیں دکن کی طرف دھکیل کر خود ان کی جگہ زرخیز میدانوں پر قابض ہو گئے۔ دکن بہت عرصہ تک آرین کے اثر سے محفوظ رہا۔

آریوں کی مقدس کتابیں وید ہیں۔ ان کے مطالعہ سے ان لوگوں کے رسم و رواج طرز رہائش اور خدا کی بندگی کے طریقوں کا پتہ چلتا ہے۔

سوالات

۱۔ تاریخ سے کیا مراد ہے؟
۲۔ قدیم تاریخ ہند کے ماخذ بیان کرو۔
۳۔ آرین لوگ کس راستے سے ہندوستان میں وارد ہوئے؟
۴۔ شمالی ہند میں ان کے پھیلاؤ کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟

ویدوں کا زمانہ

وید تعداد میں چار ہیں۔ رگ وید۔ سام وید۔ یجر وید۔ اتھرو وید۔ ہندو ویدوں کو الہامی اور پاک خیال کرتے ہیں۔ یہ سنسکرت زبان میں لکھے ہوئے ہیں +

رگ وید: ویدوں میں سب سے قدیم رگ وید ہے۔ یہ ایک ہزار اٹھائیس منتروں کا مجموعہ ہے۔ جو آٹھ حصّوں میں منقسم ہے۔ ہر حصّے کو اشٹاکا کہتے ہیں۔ مختلف عالم رشیوں مثلاً وشوامتر جی۔ وام دیو جی۔ بھاردواج جی اور وششٹ جی نے انہیں ترتیب دیا ہے۔ اور خیال ہے کہ ان لوگوں نے یہ علم خدا سے براہ راست حاصل کیا تھا۔ اس پاک کتاب میں خدا کو یاد کرنے کے مختلف طریقے لکھے ہوئے ہیں +

سام وید۔ اس پاک کتاب میں سُروں اور گانے

کا علم محفوظ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب بھی تاریخی

اہمیّت رکھتی ہے *

یجر وید - یہ کتاب آریوں کی مذہبی اور سماجی زندگی کی بتدریج تبدیلی ظاہر کرتی ہے - اس لئے اسے زیادہ تاریخی اہمیت حاصل ہے *

اتھرو وید - اس کتاب میں جنگ میں فتح حاصل کرنے کے طریقوں کے علاوہ دوائیوں اور جڑی بوٹیوں کا علم درج ہے - آریہ لوگ اپنے دکھ درد اور مصیبت کو دور کرنے کے لئے اسی وید کے منتروں کا جاپ کیا کرتے تھے *

ویدوں کو سمجھنے اور ان کی وضاحت کرنے کے لئے برہمن گرنتھ اور اپنشدیں بعد میں لکھی گئیں - ان سے وید منتروں کی تشریح کے علاوہ یگیہ کے طریقے اور اُن کے مناسب اوقات کا پتہ چلتا ہے - ان کتابوں میں بتایا گیا ہے کہ ویدوں کو پڑھنے اور پڑھانے کے لئے الفاظ کے درست تلفظ - علم عروض اور صرف و نحو سے پوری پوری واقفیت ہونی ضروری ہے - پرانے مدرسوں اور پاٹھ شالاؤں میں علم نجوم - دھرم شاستر - علم عروض - ویاکرن الفاظ کی صحت اور لغت کی تعلیم دی جاتی

تھی - یہ تمام تعلیم زبانی تھی یا طالب علم زبانی حاصل کرتے تھے - زیادہ زور گریمر اور تلفظ کی درستی پر دیا جاتا تھا - شروع میں تمام علم سینہ بسینہ چلا آتا تھا - جب لکھنے کا رواج ہوا - تو وید اور دوسری پاک کتابیں کاغذ پر لکھی گئیں +

ویدوں اور بعض گرنتھوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے کے لوگ مختلف قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے - ان کی زندگی نہایت پاک اور سادہ تھی - چھوٹی چھوٹی بستیوں میں رہتے تھے - زراعت اور صنعت و حرفت کے طریقوں سے بخوبی واقف تھے - ہر خاندان کا ایک بزرگ ہوتا تھا - سب لوگ اس کے احکام کی تعمیل کیا کرتے تھے - جنگ کے موقع پر سپہ سالار کے فرائض بھی وہی سر انجام دیا کرتا تھا - چھوٹے چھوٹے گاؤں آہستہ آہستہ بڑی بڑی بستیاں بن گئیں - اور انتظام کے لئے کسی مرکزی طاقت کی ضرورت محسوس ہونے لگی - چنانچہ لائق، بزرگ، با اعتبار اور منصف مزاج آدمی کو راجہ یا مہاراجہ مقرر کر لینے کا دستور رائج ہو گیا - ملکی انتظام کے لئے شروع شروع میں پنچوں یا سرداروں سے مشورہ لیا کرتے تھے - پیداوار کا کچھ حصہ ملکی انتظام کے عوض

میں رعایا سے لیا جاتا تھا۔ کہیں کہیں راجہ
کو نذرانہ دینے کا اصول بھی رائج تھا۔ راجہ
کا فرض ہوتا تھا کہ وہ لوگوں کے جان و مال
کی حفاظت کرے۔ کیونکہ اس زمانہ میں بیرونی
حملہ آوروں کا ہر وقت خدشہ لگا رہتا تھا۔
اس لئے راجے مہاراجے باقاعدہ فوج رکھتے
تھے۔ لڑائی کے موقعہ پر رعایا کا ہر فرد اپنے
ملک اور قوم کی خاطر لڑ کر مرنا باعثِ فخر
خیال کرتا تھا۔ "جنگ میں مرنے سے انسان
خدا کو مقبول ہوتا ہے"۔ اسی وقت کا مقولہ
ہے۔ اس زمانہ میں بندوق۔ توپ۔ ہوائی جہاز۔
اور گیسوں کی لڑائیاں نہ ہوتی تھیں۔ بلکہ
تیروں۔ بھالوں اور تلواروں سے ایک دوسرے
کے آمنے سامنے ہو کر لڑا جاتا تھا۔ یہ لوگ
رتھوں کے بہت شوقین تھے۔ جنگ میں رتھوں
پر چڑھ کر لڑائیاں ہوا کرتی تھیں +

آریوں کے نزدیک عورت بہت عزّت کے
قابل خیال کی جاتی تھی۔ گھر کا تمام کام عورت
کے سپرد ہوتا تھا۔ بیاہ شادی میں لڑکی اپنا
خاوند خود پسند کیا کرتی تھی۔ اس رسم کو
"سوئمبر" کہتے تھے۔ اس زمانہ میں لڑکپن کی
شادی۔ ستی اور پردہ کا رواج نہ تھا۔ بیواؤں
کی شادی کی جاتی تھی اور بیویاں پاکدامن

آریہ لوگ اناج ۔ دودھ اور پھلوں پر گزارہ کرتے تھے ۔ یہ سادہ مکانوں میں رہتے تھے ۔ اور ان کی صفائی کا خاص خیال رکھتے تھے ۔ کپاس بونے کا رواج تھا ۔ اور سوت کے کپڑے بنا کر پہنتے تھے ۔ ابتدا میں بہت موٹا کپڑا تیار ہوتا تھا ۔ جوں جوں تجربہ وسیع ہوتا گیا ۔ باریک کپڑا بُنا جانے لگا ۔ چنانچہ مغلوں کے عہد میں اس صنعت میں اس قدر ترقی ہوئی کہ ڈھاکہ کی ململ دنیا بھر میں مشہور ہو گئی +

آریہ لوگ ایک پرماتما کو مانتے تھے ۔ اور سورج ۔ چاند ۔ اگنی اور وایو (ہوا) کو خدا کا ظہور خیال کرکے ان کی پرستش کرتے تھے ۔ وید ان کی مذہبی کتابیں تھیں ۔ یگیہ اور ہون کرتے تھے ۔ گانے کو متبرک خیال کرتے تھے علم موسیقی کے ماہر تھے ۔ کاریگروں کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا +

ویدوں کے ابتدائی اور آخری زمانہ کے لوگوں کے رسم و رواج میں بہت فرق ہے ۔ قدیم آریہ صرف ایک خدا کو مانتے تھے ۔ عبادت کے طریقے بہت آسان تھے ۔ سوئمبر کی رسم کا رواج تھا ۔ صغیر سنی میں شادی نہیں کی جاتی تھی ۔ بعض قبیلوں میں بیواؤں کی شادی

جائز تھی - اور ذات پات کی تمیز نہ تھی - سب ایک ہی سماج کے ممبر تھے - ویدوں کے آخری زمانہ کی رسوم کا ذکر آگے چل کر آئے گا*

سوالات

۱- ہندوؤں کی مذہبی کتابیں کون کون سی ہیں ؟

۲- وید کتنے ہیں - اُن کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں ؟

۳- ویدک عہد میں آرین کے رہنے سہنے کا طریقہ کیا تھا ؟

۴- قدیم آرین اور موجودہ ہندوؤں کے رسم و رواج کا مقابلہ کرو ؟

پانچواں باب

زمانۂ شجاعت

آرین گنگا اور سندھ کے میدان میں رہتے تھے۔ اس زمانے میں ان کو حملہ آوروں اور یہاں کے اصل باشندوں سے لڑنا بھڑنا پڑتا تھا۔ ہر روز میدان کارزار گرم رہتا تھا۔ اس زمانہ کو تاریخ میں "شجاعت کا زمانہ" کہتے ہیں۔ اس زمانے کے حالات آریوں کی منظوم تصانیف رامائن اور مہابھارت سے ملتے ہیں۔ رامائن بالمیک رشی جی کی تصنیف ہے۔ یہ سنسکرت زبان میں لکھی ہوئی ہے۔ اس کی نظم سادہ اور دلچسپ ہے۔ خیالات پاکیزہ اور اچھوتے ہیں اکبر کے عہد میں تلسی داس نے اس کا ترجمہ ہندی زبان میں کیا۔ اسے تلسی کرت رامائن کہتے ہیں۔ یہ شمالی ہند میں مقبول عام ہے ؎

مہابھارت کے مصنف وید ویاس رشی جی ہیں۔ یہ کتاب پرانی معلومات کا خزانہ ہے۔ عالم اور علم دوست لوگ اس کو پڑھتے ہیں۔ آج کل پنڈت رامائن اور مہابھارت گرنتھوں کی کتھا کرتے ہیں۔

اور ہندو بڑی شردھا سے پڑھتے ہیں +

راماین چار ہزار سال قبل از مسیح اور مہابھارت گرنتھ تین ہزار سال پہلے لکھی گئی۔ راماین کے زمانہ میں شمالی ہند میں پانچ بڑی سلطنتیں قائم تھیں:-

۱۔ ریاست کوشل۔ اس کی راجدھانی اجودھیا تھی۔ اور سورج بنسی خاندان بر سر حکومت تھا +

۲۔ ریاست ودیہہ۔ اس کا صدر مقام متھلا تھا +

۳۔ ریاست کاشی کا صدر مقام بنارس تھا۔ جو آج تک ہندوؤں کا متبرک مقام سمجھا جاتا ہے +

۴۔ ہستنا پور کی سلطنت کا دارالخلافہ ہستنا پور ہی تھا۔ اور چندر بنسی خاندان بر سرِ اقتدار تھا۔ کورو اور پانڈو اسی خاندان سے تھے +

۵۔ پانچال دیش۔ اس کی راجدھانی قنوّج تھی +

راماین اس متبرک کتاب میں راجہ رام چندر جی کے حالات لکھے ہوئے ہیں۔ کوشل سلطنت کے راجہ دسرتھ کے چار بیٹے تھے۔ رام چندر جی۔ لچھمن جی۔ شتروگھن جی اور بھرت جی۔ جب راجہ بوڑھا ہوا تو اس نے اپنے بڑے بیٹے رام چندر جی کو ولیعہد مقرّر کرنا چاہا۔ لیکن راجہ کی چھوٹی اور خوبصورت رانی کیکئی نے اس بات پر زور دیا کہ راج کا ادھیکاری اُس کا بیٹا بھرت مقرر کیا جائے۔ اور رام چندر جی کو چودہ برس کے لئے بن باس دیا جائے۔ راجہ نے رانی کیکئی سے اُس کی دو باتیں پوری کرنے کا عہد کیا ہوا تھا۔ اب رانی نے راجہ

تو اپنا عہد پورا کرنے کے لئے مجبور کیا۔ یہ بات سن کر راجہ عجیب کشمکش میں تھا۔ ایک طرف بیٹے کی محبت اور خاندان کے اصول تھے۔ دوسری طرف وعدہ ایفائی کا خیال۔ لائق اور ہونہار بیٹے نے بن میں جانا منظور کر لیا۔ اور باپ نے بھی وعدہ کی ایفائی کے لئے اپنے فرمانبردار بیٹے سے جدائی قبول کر لی۔ جب شری رام چندر جی بن کو جانے لگے تو لچھمن جی اور سیتا جی نے اُن کا ساتھ دیا۔ اور ایک مثال قائم کر دی کہ کس طرح ایک استری اپنے خاوند کا اور ایک بھائی دوسرے بھائی کا مصیبت میں پورا پورا ساتھ دیتے ہیں۔ جونہی شری رام چندر جی بن کو سدھارے۔ راجہ دسرتھ نے اپنی جان دے دی اور ظاہر کر دیا کہ ایک باپ کو اپنے لائق اور فرمانبردار بیٹے سے کس قدر محبت ہو سکتی ہے۔ گو ایفائے عہد میں یہ محبت ذرا بھی حائل نہ ہو سکی۔

جب شری رام چندر جی بن کو سدھارے۔ تو ان کے سوتیلے بھائی بھرت اور شترگھن جی اپنے ننھال میں تھے۔ بھرت جی کو اجودھیا پہنچ کر خبر ملی۔ کہ اُس کی والدہ کیکئی نے راجہ کو مجبور کر کے اُسے اپنے بھائی کی بجائے اسے تخت نشین کرانے کی کوشش کی ہے۔ تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے شہر کے معززین اور اپنے گرو کو ساتھ لے کر اپنے پیارے بھائی رام چندر جی کی تلاش شروع

کر دی - آخر کار بن میں انہیں جا ملے - اور ان سے منت سماجت کی کہ وہ واپس اجودھیا آ کر تخت سنبھالیں - لیکن شری رام چندر جی نے اپنے باپ کے حکم کی تعمیل سب سے افضل جان کر اپنے نیک دل بھائی بھرت کو سمجھا بجھا کر واپس کر دیا +

جب سب مل کر دکن کے جنگلوں میں پہنچے - تو ہر جگہ راکشش (بدکردار) لوگ مقیم تھے - جو خدا کی عبادت کرنے والے رشیوں اور نیک لوگوں کو دق کیا کرتے تھے - بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہی راکشش ہندوستان کے قدیم باشندے تھے - ان کا مہاراجہ لنکا کا حکمران راون تھا - اس کے دربار میں ان لوگوں نے شری رام چندر جی کے خلاف شکایت اور ان کی نیک سیرت استری کے حسن و جمال کی تعریف کی - مہاراجہ راون نے مکاری سے کام لیا - اور رام چندر جی اور لچھمن جی کو شکار کے لئے باہر بھجوا کر وہ سیتا جی کو زبردستی اُٹھا لایا - رام چندر جی سیتا جی کو کُٹیا میں نہ پا کر بہت پریشان ہوئے - آخر راجہ سگریو اور دوسرے نیک راجاؤں کی مدد سے لنکا پر چڑھائی کی - اور راون کو شکست دے کر وہاں کی حکومت اس کے نیک بھائی ببھیشن کے سپرد کر دی - اور سیتا جی کو ساتھ لے کر اجودھیا واپس آئے - اب چودہ برس کا عرصہ ختم ہو چکا تھا - اس لئے بھرت جی نے راج پاٹ اُن کے حوالے

گیا۔ اس کے بعد شری رام چندر جی کئی سال تک بڑی شان و شوکت سے راج کرتے رہے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام لَو تھا جس نے لاہور شہر بسایا اور دوسرے کا کُش جس کے نام پر قصور شہر بسا +

راماین سے ہمیں اُس زمانے کے متعلق کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ راجہ کو ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت تھی۔ بھائی کو بھائی سے بہت محبت ہوتی تھی۔ حق اور انصاف کے مقابلہ میں دولت و حشمت کوئی حقیقت نہیں رکھتی بچے والدین کا حکم بخوشی مانتے تھے۔ بیوی اپنے خاوند کے دُکھ درد میں برابر کی شریک ہوتی تھی۔ اور اپنی عصمت کو بچانے کے لئے ہر مصیبت کا مقابلہ کرتی تھی۔ راماین سے پرانے زمانے کی طرزِ حکومت کا پتہ چلتا ہے کہ راجہ عموماً خود مختار ہوتا تھا۔ مگر دربار کے لائق امرا اور وزراء بھی صلاح و مشورے دینے کے مجاز تھے۔ باپ کے بعد بڑا بیٹا تخت کا حقدار سمجھا جاتا تھا۔ رعایا بادشاہ کو بمنزلہ باپ تصور کرتی تھی۔ عورت کو کامل آزادی حاصل تھی۔ پردے کا رواج نہ تھا۔ شادی بذریعہ سوئمبر ہُوا کرتی تھی۔ اس زمانے میں ستی ہونے کا رواج نہ تھا۔ کیونکہ راجہ دسرتھ کے مرنے پر کوئی رانی ستی نہ ہوئی تھی +

مہابھارت

اس قدیم گرنتھ میں کوروؤں اور پانڈوؤں کی جنگ کا حال درج ہے۔

مہابھارت سے مراد جنگ عظیم ہے۔ اس میں ہندوستان کے بڑے بڑے بہادروں نے حصہ لیا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی راجدھانی ہستنا پور تھی۔ وہاں وچتر ویریہ راجہ راج کرتا تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام دھرت راشٹر تھا۔ جو مادر زاد اندھا تھا۔ اور دوسرا پانڈو۔ جو راج پاٹ چھوڑ کر جنگلوں میں چلا گیا۔ تخت کے حقدار پانڈو کے بیٹے تھے۔ انہیں پانڈو ہی کہتے تھے۔ لیکن دھرت راشٹر کے بیٹے جنہیں کورو کہتے ہیں۔ تعداد میں سو کے قریب تھے۔ وہ کسی صورت میں پانڈوؤں کو راج دینا نہ چاہتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو تخت کے صحیح دعویدار بتلاتے تھے۔ پانڈو پانچ بھائی تھے۔ ان کے نام یدھشٹر۔ بھیم۔ ارجن۔ نکل اور سہدیو تھے۔ یہ بڑے نیک۔ دھرماتما۔ بہادر۔ اور غضب کے لڑاکے تھے۔ کوروؤں میں سے دریودھن سب سے بڑا تھا۔ یہ پانڈوؤں کا بڑا حاسد تھا۔ دریودھن نے حیلہ سازی سے ان کو ہستنا پور سے نکال دیا۔ اسی دوران میں ارجن نے پانچال دیش کے راجہ دروپد کی لڑکی دروپدی کا سوئمبر جیتا۔ اب راجہ دروپد کے ڈر سے دریودھن نے حکومت کا نصف حصہ پانڈوؤں

کو دے دیا۔ پانڈوؤں نے بڑی محنت سے
دہلی کے نزدیک اندر پرست شہر بسایا۔ اور
سلطنت قائم کی ۔ دریودھن پھر حسد کرنے
لگا۔ اسے یہ ترقی ایک آنکھ نہ بھائی ۔ اس
نے یدھشٹر کو جوا کھیلنے پر راضی کر لیا۔ اس طرح
پانڈوؤں سے ساری سلطنت جیت کر انہیں بارہ
برس کے لئے جنگلوں میں بھیج دیا۔ بن باس
کا عرصہ ختم ہونے پر پانڈوؤں نے اپنا علاقہ
طلب کیا تو دریودھن نے صاف انکار کر دیا۔
اس بنا پر کروکشیتر کے میدان میں زبردست
لڑائی ہوئی۔ یہ متواتر اٹھارہ دن تک ہوتی رہی۔
اس میں ملک کے تمام بہادروں نے حصّہ لیا۔
آخرکار پانڈو فتحیاب اور کورو تباہ و برباد ہوئے۔
پانڈوؤں کے صلاح کار شری کرشن جی مہاراج تھے۔
جنہیں ہندو اوتار مانتے ہیں۔ آپ ہی نے گیتا
کی سبق آموز کتاب لکھی ہے۔ ارجن نے جب
جنگ کرنے سے انکار کر دیا۔ تو اسی گیتا کے
اپدیش نے اسے پھر جنگ پر آمادہ کیا۔ اس کتاب
کا ترجمہ تمام زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اکبر کے
عہد میں فیضی نے اس کا ترجمہ فارسی میں کیا
اس میں لکھا ہے کہ "نتائج کی فکر نہ کرو۔ اپنے
فرائض کی ادائیگی انسان کا پرم دھرم ہے۔ جسم
فانی ہے۔ اور روح ابدی۔ روح کو موت نہیں

یہ صرف چولا بدلنا ہے۔ اس لئے انسان کو موت سے نہیں ڈرنا چاہیئے۔ فرض کی ادائیگی میں موت محبت اور خوف کا خیال دل سے نکال دینا چاہیئے"۔

سری کرشن جی دوارکا کے راجہ تھے۔ آپ یدو بنسی راجپوت خاندان سے تھے۔ مہابھارت میں آپ نے پانڈوؤں کی مدد کی۔ جس سے انہیں فتح نصیب ہوئی۔ آپ بہت سے اوصاف حمیدہ رکھتے تھے۔ آپ بڑے دھرماتما۔ بہادر۔ مدبر۔ غریب نواز۔ انصاف پسند اور قابلِ عزت رہبر تھے +

جنگ مہابھارت نے ہندوستان کو بہادر کھشتریوں اور عالموں سے بہت حد تک خالی کر دیا۔ آئندہ نسل جنگی تعلیم سے قدرے محروم ہو گئی۔ سماجی نظام درہم برہم ہو گیا۔ قوم کے لٹریچر کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا۔ جس سے آئندہ نسلوں کی ترقی کئی صدیوں تک بند ہو گئی +

مہابھارت کی کہانی سے ہمیں کئی اخلاقی سبق حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً نفاق کا نتیجہ تباہی اور بربادی ہوتا ہے۔ دشمن کو حقیر خیال نہیں کرنا چاہیئے ہمیشہ انصاف کی فتح ہوتی ہے۔ مصیبت میں انسان کو ثابت قدم رہنا چاہیئے۔ ظلم کا نتیجہ تباہی ہے۔ جُوا بازی بہت بُرا فعل ہے۔ اس سے سلطنتیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ حسد حاسد کو تباہ کر دیتا ہے۔ بزرگوں کا ادب کرنا چاہیئے۔ دانا دوست

دنیا میں بہترین نعمت ہے +

سوالات

۱۔ زمانۂ شجاعت سے کیا مراد ہے؟
۲۔ رامائن کا مصنّف کون ہے۔ اور اُس میں کیا لکھا ہے؟
۳۔ کوروں اور پانڈوؤں کی لڑائی کا حال لکھو؟
۴۔ زمانہ شجاعت میں لوگوں کے رہنے سہنے کا طریقہ کیا تھا؟
۵۔ رامائن اور مہابھارت سے ہمیں کیا اخلاقی سبق حاصل ہوتے ہیں؟
۶۔ مہابھارت کے جنگ کے نتائج بیان کرو؟

چھٹا باب

منو کے قوانین اور ذات پات کی تمیز

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ویدوں کے مشکل مسائل حل کرنے کے لئے اپنشدیں اور برہمن گرنتھ مرتب ہوئے تھے ہندوؤں کا خیال ہے کہ یہ باتیں بھی پرانے رشیوں کو بذریعہ الہام معلوم ہوئیں۔ اس

لئے ان (الہامی) کتابوں کو شرتی کہتے ہیں۔ جس کے معنی ہیں سنی ہوئی۔ ان کے علاوہ رامائن۔ مہابھارت اور منوسمرتی۔ سمرتی کے نام سے مشہور ہیں۔ جس کے معنی یادداشت کے ہیں۔ یہ کتابیں زبانی یاد رکھی جاتی تھیں۔ جب لکھنے کا فن ایجاد ہوا تو لکھی جانے لگیں +

اُپ نشدوں میں پرماتما کی ہستی۔ دنیا کی پیدائش اور انسان کی زندگی اور موت کے مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ فلسفہ کی چھ اور کتابیں ہیں۔ جنہیں ہندوؤں کی اصطلاح میں شاستر کہتے ہیں ان کا حال ذیل میں درج کیا جاتا ہے +

۱۔ سانکھ شاستر:۔ یہ کپل رشی جی کی تصنیف ہے اس میں لکھا ہے کہ صرف دو چیزیں روح اور مادہ غیر فانی ہیں۔ البتہ ان میں تبدیلی ممکن ہے۔ انہی تبدیلیوں کا نام دنیا ہے +

۲۔ یوگ شاستر۔ اس کے مصنف پتنجلی رشی جی ہیں۔ اس میں خدا کے اوصاف اور اس کی عبادت کے طریقوں پر فلسفیانہ بحث کی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ انسان کس طرح نجات حاصل کر سکتا ہے +

۳۔ ویشیشک شاستر۔ یہ شاستر کنادمنی جی نے لکھا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ دنیا چھوٹے چھوٹے پرمانوؤں (ذرات) سے بنی ہے +

۴۔ نیائے شاستر۔ گوتم رشی جی نے لکھا ہے۔
اس میں مکتی حاصل کرنے کے طریقے بتائے گئے
ہیں۔ اس شاستر میں مدلل بحث کی گئی ہے۔

۵۔ پورو میمانسا:۔ یہ شاستر جے منی جی کی تصنیف
ہے۔ اس میں یگ، ہون کے طریقے اور فائدے
درج ہیں۔

۶۔ اُتر میمانسا یا ویدانت۔ اس کے مصنف
ویاس جی ہیں۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ خدا
اور مادہ ایک ہی ہیں۔ دنیا میں غیر فانی چیز
صرف آتما ہے۔

ہندوؤں کے خیال میں منوجی سب سے اعلیٰ
واضع قوانین تھے۔ آپ نے منوسمرتی کتاب تحریر کی
ہے۔ جس میں سیاسی، سماجی اور مذہبی قوانین درج
ہیں۔ انہوں نے سماج کو ذات پات کے اصولوں
پر ترتیب دیا۔ اور تمام لوگوں کو اس زمانے کے
کاروبار کے لحاظ سے چار ورنوں یا ذاتوں میں تقسیم
کیا۔ جن کا حال ذیل میں درج ہے:۔

۱۔ برہمن۔ ان کا کام علم پڑھنا اور پڑھانا تھا۔
تمام مذہبی رسوم ان کی ہدایت کے مطابق سرانجام
پاتی تھیں۔ یہ بحیثیت سب سے اعلیٰ تصور کیا
جاتا تھا۔ اس وجہ سے برہمن فرقے کو بہت
اقتدار حاصل تھا۔ اور تمام ملک میں ان کو
عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ انہوں نے

مختلف علوم میں بہت ترقی کی +

۲-کھشتری- یہ برہمنوں سے دوسرے درجے پر تھے ان کا فرض لڑائی کے موقعہ پر دشمن سے مقابلہ کرنا- حکومت کے فرائض کو انجام دینا- اور سماج کی ہر طرح سے مدد کرنا تھا- یہ جنگی قابلیت رکھنے کے علاوہ مختلف علوم میں بھی دستگاہ رکھتے تھے +

۳- ویش - جو لوگ اس وقت تجارت یا زراعت میں مہارت رکھتے تھے- وہ ویش کہلائے- ان کا فرض سماج کے لئے ضروریات زندگی فراہم کرنا تھا +

۴-شودر- یہ باقی تینوں ورنوں کی خدمت کا کام سر انجام دیا کرتے تھے +

اس طرح ابتدا میں ہر آدمی اپنے اپنے فرض کو پابندی اور خوش اسلوبی سے انجام دیا کرتا تھا- ہر گروہ یا فرقے کے لئے علیحدہ علیحدہ کام مقرر تھا- اور اس طرح ہر پیشے کے ماہر لوگ مل سکتے تھے- یہ بتانا بہت مشکل ہے کہ ذات پات کی تمیز کب ہوئی- عالموں کا خیال ہے کہ ویدک عہد میں ذات پات کی کوئی تمیز نہ تھی- ہر شخص اپنی گزر اوقات کے لئے سب کام کر لیتا تھا- جب سلطنتیں بن گئیں- اور راجاؤں نے ایک دوسرے پر حملہ کرنے شروع کر دئے تو ان میں سے کچھ

لوگ ملک کی حفاظت کے لئے مخصوص کر دیئے گئے۔ جب وہ میدان جنگ میں جاتے۔ تو مذہبی فرائض ادا کرنے کا کام دوسرے لوگوں کے سپرد کر جاتے جو بعد میں برہمن کہلانے لگے۔ بعض نے تجارت کا کام سنبھالا۔ اور کچھ زراعت کے کام میں لگ گئے یہ ویش کہلانے لگے۔ برہمن۔ کھشتری اور ویشوں کی خدمت کا کام اُن لوگوں کے سپُرد ہُوا جو مندرجہ بالا کام کرنے کے اہل نہ تھے۔ یہ شودر کہلائے۔ بعض عالموں کا خیال ہے کہ حقیر کام ہندوستان کے اصلی باشندوں کے سپرد گئے گئے۔

سماج میں ہر ورن کے ممبروں کی ضرورت تھی۔ مندرجہ بالا فرائض کو ادا کرنے والوں کے بغیر سوسائٹی نامکمل اور ادھوری رہتی تھی۔ اسی وجہ سے اس وقت ضرورت کے مطابق ذات بندی کی گئی تھی۔ لیکن جُوں جُوں زمانہ گزرتا گیا۔ ہر پیشہ نے ایک مستقل حیثیّت اختیار کر لی۔ اور کسی شخص کو اُس کے فرائض کے لحاظ سے برہمن۔ کھشتری۔ ویش یا شودر قرار نہیں دیا جاتا۔ بلکہ جس خاندان میں کوئی شخص پیدا ہوتا وہی اُس کی ذات اور پیشہ قرار دیا جاتا۔ اس طرح سماج میں کئی خامیاں اور نقص پیدا ہونے لگے۔ لوگوں میں اعلےٰ اور ادنےٰ کی تفریق ہو گئی۔ اور اس خیال نے ایک ملک اور ایک قوم کے لوگوں کو مختلف فرقوں میں تقسیم کر دیا۔ جس

سے ہندو سوسائٹی کو بہت نقصان پہنچا۔ آپس میں میل ملاپ اور رشتے ناتے بند ہو گئے۔ یہاں تک کہ کھانا پینا اور بیاہ شادی کا دائرہ اپنے اپنے فرقے تک محدود ہو گیا۔ ہر ذات میں کئی فرقے پیدا ہو گئے۔ اس بات نے مہذّب ملک کو ترقی کی شاہراہ سے کئی منزلیں دور کر دیا +

منو جی نے سماجی تقسیم کی طرح انسانی زندگی کو چار آشرموں یا حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔ ہر حصے کا نام اور کام ذیل میں درج ہے۔ ہر حصہ پچیس سال کا خیال کیا گیا ہے :۔

۱۔ برہم چریہ آشرم۔ یہ عمر کا پہلا حصّہ ہے۔ ان پچیس برسوں میں بچوں کا فرض ہے۔ کہ ہر قسم کی تعلیم حاصل کریں۔ اور سادہ زندگی بسر کرنے کی عادت ڈالیں۔ اس عرصے میں شادی نہ کریں۔ گرو یا استاد کی خدمت میں رہ کر اعلیٰ تعلیم حاصل کریں۔ تاکہ اُن کے خیالات اور جذبات پاکیزہ ہوں +

۲۔ گرہستھ آشرم :۔ ۲۵ سال سے ۵۰ سال تک اس آشرم کی میعاد مقرّر ہے۔ اس میں انسان کے لئے شادی کرنا۔ ایمانداری سے دولت کما کر بال بچوں کی پرورش کرنا داخل ہے۔ اور اس کے علاوہ اُسے دیگر سماجی خدمات بھی سرانجام دینی چاہئیں +

۳۔ بان پرست آشرم:۔ ۵۰ سے ۷۵ سال کی عمر تک انسان اپنا گھر بار چھوڑ کر اپنی بیوی بچوں کو ساتھ لئے جنگل کی راہ لے۔ اور سماج کے بچوں کی تعلیم و تربیت اور خدا کی عبادت میں مصروف ہو جائے +

۴۔ سنیاس آشرم:۔ بان پرست آشرم میں انسان اپنے آپ پر پوری طرح قابو پا لے۔ اور سنیاسی ہو جائے۔ مذہبی فرائض کی ادائیگی کے بجائے ہر وقت خدا کی بندگی اور عبادت کرے دنیاوی تفکرات سے بالکل آزاد ہو کر تسکینِ قلب حاصل کرنے کی کوشش کرے +

اس طرح کی زندگی گزار کر منوجی کے خیال کے مطابق انسان نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آواگون (بار بار پیدا ہونا اور مرنا) کے چکر سے نجات پا لیتا ہے +

سوالات

۱۔ شاستر کتنے ہیں۔ اور اُن میں کیا لکھا ہے؟

۲۔ ذاتوں کی ابتدا کیسے ہوئی؟ اور اس تفریق کے فوائد اور نقصان بیان کرو؟

۳۔ ذاتیں کتنی ہیں۔ ان کے الگ الگ فرائض درج کرو +

۴۔ منوجی نے زندگی کے کون کون سے چار حصے کئے ہیں؟ ہر ایک کی تشریح کرو؟

ساتواں باب

تہذیب و تمدّن

یہ بتایا جا چکا ہے کہ آریہ لوگ ۲۵۰۰ ق۔م سے تقریباً ۶۰۰ ق۔م تک وقتاً فوقتاً ہندوستان میں آ کر آباد ہوتے رہے۔ انہوں نے اپنی زبان اور اپنا تمدن شمالی ہند میں پھیلا دیا۔ تہذیب و تمدّن کا مطلب یہ ہے کہ :۔

"دین و ایمان، دھرم، قانون اور علم کے سائے میں زندگی بسر کرنا، اپنی محنت سے اس زندگی کو سرسبز رکھنا، نیک حوصلوں سے اسے رونق دینا، اور صنعت اور تجارت کے ذریعے سے وہ چیزیں حاصل کرنا جن سے آرام پہنچتا ہے یا جن کی خوبصورتی دل کو خوش کرتی ہے"+

اس بات کو یاد رکھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ کہ جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے ایک قوم کے تمدن میں تبدیلیاں رونما ہونے لگتی ہیں یہی حال آریہ لوگوں کا تھا۔ وہ اپنی مخصوص تہذیب ساتھ لائے۔ لیکن وہ ماحول کے اثرات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے یہ ابتدائی ویدوں کے زمانہ کی

تہذیب کو دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ فرق معمولی ہے۔ لیکن اس فرق کا معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہیں +

ویدوں کے ابتدائی زمانہ کی تہذیب

ادب۔ آریوں کا سب سے پرانا ادبی کارنامہ رگ وید ہے۔ یہ کتاب نظم میں لکھی گئی ہے۔ اس میں بھجن، دعائیں اور قربانیوں کے طریقے درج ہیں۔ ان کے علاوہ شام وید، یجر وید اور اتھروید ہیں۔ جو مذہبی اور ادبی نقطہ نگاہ سے اُس زمانہ کی بے مثل یادگاریں ہیں۔ اس کے کچھ عرصے بعد چند کتابیں نثر میں لکھی گئیں انہیں برہمن کہتے ہیں۔ جن میں ویدوں کے مطالب کی تشریح کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ آریہ رشیوں اور فلاسفروں نے اُپنشد بھی لکھے۔ جن میں مذہبی اور فلسفیانہ خیالات پائے جاتے ہیں۔ ہندوؤں کے نزدیک یہ تمام کتابیں الہامی تصور کی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ شاستر لکھے گئے۔ ان میں علم ہجا عروض، صرف و نحو، علمِ نجوم اور دینی رسوم سے بحث کی گئی ہے۔ نیز اُس زمانہ میں چند ایسی کتابیں بھی لکھی گئیں۔ جن میں دنیاوی امور مثلاً علمِ حرب، علم ادویہ، صنّاعی، موسیقی، سیاست اور فنِ تعمیر سے بحث کی گئی ہے۔ اُن لوگوں نے بادشاہوں کے قصے اور کہانیاں لکھنے میں بھی خوب زور مارا ہے اور

رزمیہ نظموں کے لئے تو انہوں نے نام پیدا کیا ہے
اس زمانہ میں شری کرشن جی نے بھگونت گیتا لکھی۔ جس
میں کھشتری کے فرائض بتائے گئے ہیں۔ اس کتاب
سے ظاہر ہوتا ہے کہ روح فانی نہیں۔ صرف قالب
بدلتی ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ تقریباً ہر زبان میں ہو
چکا ہے +

اقتصادی زندگی

اس زمانہ کے لوگوں کی زندگی
سادہ اور ضروریات بہت کم
تھیں۔ زیادہ تر کاشتکار پر گزارہ کرتے تھے۔ اُن میں
سے اکثر چرواہے تھے اور کچھ لوگ کاشتکاری بھی
کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے صنعت وحرفت
میں بھی ترقی کی۔ عوام معمولی گھروں میں رہتے۔ یہ
گھر زیادہ تر مٹی اور بانس سے تیار کئے جاتے۔
لیکن امیر لوگوں کے گھر اس وقت بھی عالیشان
تھے +

سماجی نظام

رگ وید میں لکھا ہے کہ آریوں نے
خانہ بدوشی کی زندگی ترک کر کے
گنگا اور سندھ کے زرخیز میدانوں میں مستقل سکونت
اختیار کی۔ اور اسی زمانہ سے ان میں سماجی زندگی
کا آغاز ہوا تھا۔ باپ گھر کا حاکم تھا۔ اور اُس کا
حکم ماننا خاندان کے ہر فرد کا فرض ہوتا تھا۔ دو
دو تین تین پشتیں ایک ہی گھر میں ایک ہی
بزرگ کے زیر سایہ رہتی تھیں۔ ایک خاندان کی

جائداد، کاروبار اور مال و دولت مشترک ہوتی تھیں۔ حملہ آور کا مقابلہ بھی اکٹھے مل کر کرتے۔ کسی کے دُکھ سُکھ میں بھی اکٹھے شریک ہوتے۔ ایسے کئی خاندان ایک قبیلہ کی صورت میں مِل جُل کر رہتے تاکہ دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔ قبیلہ کے ان افراد نے اپنی اپنی قابلیت کے مطابق مختلف کام کرنے شروع کر دیئے۔ جنہیں علم حاصل کرنے کا شوق تھا وہ خود علم حاصل کرنے اور دوسروں کو تعلیم دینے کے کام میں مصروف ہو گئے۔ یہ برہمن کہلائے۔ جو لوگ بہادر اور سورما تھے۔ انہوں نے اپنا پیشہ سپاہ گری اختیار کیا۔ انہیں کھشتری کہا جاتا ہے۔ راجے بھی عموماً انہی لوگوں سے ہؤا کرتے تھے۔ باقی لوگ کاشتکاری اور تجارت میں مشغول ہو گئے۔ یہ ویش کہلائے۔ جب آریوں نے کول اور دراوڑوں کو زیر کر لیا تو ایک چوتھا فرقہ پیدا ہو گیا۔ اسے شودر کہنے لگے۔ ان کے سپرد ایسے کام ہوئے۔ جنہیں باقی تین طبقوں کے لوگ حقیر سمجھتے تھے۔ اُس زمانہ میں ایک کھشتری برہمن بھی ہو سکتا تھا۔ اور ایک برہمن راج پاٹ کا کام بھی سر انجام دے کر کھشتری کہلا سکتا تھا۔ لیکن ویدوں کے آخری زمانہ میں مختلف ذاتوں نے مستقل حیثیت اختیار کر لی۔

خانہ داری میں عورت آزاد تھی عورتیں

پردہ نہ تھا۔ وہ اپنا خاوند خود پسند کرتی تھیں اور سماج کے ہر کام میں برابر کی شریک تھیں۔ ایک شادی کرنے کا رواج تھا۔ گو ایک سے زیادہ شادی کرنے کی بھی اجازت تھی۔ عورت اپنے پتی پر آرام و جان قربان کر دیتی تھی۔ سیتا جی اس کی بہترین مثال ہے۔ بچپن کی شادی کا رواج نہیں تھا۔ بعض قبیلوں میں بیواؤں کو شادی کرنے کی اجازت تھی۔

خاندان کو ایک چھوٹا سا سماج تصور کیا جاتا تھا ہر ایک اپنے اپنے فرائض کا پورا پابند تھا۔ وعدہ ایفائی کے لئے بیٹے جیسی عزیز چیز کو قربان کر دیا جاتا۔ باپ کی تابعداری میں بیٹا راج پاٹ اور عیش و آرام کی پروا نہ کرتا تھا۔

سیاسی نظام ویدوں کے زمانہ میں ہندوستان کے سیاسی نظام میں حیرت انگیز ترقی ہوئی۔ پہلے تو خاندان کا بزرگ ہی تمام کام چلا لیتا۔ کیونکہ سماجی اور سیاسی نظام میں کوئی فرق نہ تھا۔ حکومت کا کام سادہ اور آسان تھا۔ ایک خاندان کی چند پشتوں کو اکٹھے رہ کر زندگی بسر کرنا ہوتا تھا۔ آہستہ آہستہ کئی خاندان ایک قبیلہ کی صورت میں اکٹھے رہنے لگے۔ قبیلہ کا حاکم ایک راجہ مقرر ہوتا۔ کچھ عرصہ بعد یہ عہدہ موروثی ہو گیا۔ راجہ کا بیٹا راجہ بننے لگا۔ لیکن راجہ مطلق العنان نہ تھا۔ حکومت کے انتظام میں صلاح مشورہ دینے کے لئے دو مجلسیں مقرر تھیں۔ ایک کو سمتی کہتے اور دوسری کو سبھا۔ سیاسی معاملات سمتی میں طے

پانے اور سماجی معاملات پر سبھا میں بحث ہوتی۔ جو امور ان میں طے پاتے وہی راجہ کا حکم تصوّر ہوتا۔ راجہ اپنے ملک و قوم کا ایک رہنما سمجھا جاتا تھا۔ لڑائی کے میدان میں اپنی سپاہ کی رہبری کرتا۔ اور مقدمات کے فیصلہ میں اپنے مشیروں اور وزیروں کی رہنمائی کرتا تھا۔ مشیر زیادہ تر برہمن ہوتے تھے۔ اور سپاہی اور سپہ سالار کشتری +

مذہب ویدوں کے ابتدائی زمانہ میں آریوں کا مذہب سادہ تھا۔ رسم و رواج کی قیود سے آزاد تھا۔ ان کا پرم ایشور پر عقیدہ تھا۔ دنیا کے تمام نظام اور کارخانے کو وہی چلانے والا ہے۔ سورج، چاند اور آگ میں اُسی کی قدرت کا ظہور ہے۔ پوجا پاٹ اور یگیہ کرنا انسان کا اہم فرض خیال کیا جاتا تھا +

ویدوں کے آخری زمانہ کی تہذیب

اقتصادی زندگی:۔ ویدوں کے ابتدائی زمانے کی زندگی سے آپ واقف ہو چکے ہیں اب اُس سے ویدوں کے آخری زمانہ کی زندگی کا مقابلہ کیا جائے گا۔ آہستہ آہستہ اقتصادی زندگی ذرا پیچیدہ ہو گئی۔ آریوں نے اور علاقوں پر بھی قبضہ جما لیا۔ ان علاقوں کے درمیان تجارت شروع ہو گئی۔ صنعت و حرفت کو فروغ ہوا۔ دستکاری اور تجارت میں خوب ترقی

ہوئی +

سماجی نظام

ابتدائی زمانہ میں ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق کوئی پیشہ اختیار کر سکتا تھا۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ جو شخص جس کام کے قابل ہوتا۔ وہ۔ اسی کام میں مشغول ہو جاتا۔ برہمن کا بیٹا اگر تجارت کا کام اختیار کرتا تو ویش بن جاتا۔ اور اگر ویش علم و ہنر میں کمال حاصل کرتا تو برہمن کہلاتا۔ لیکن اب پیشے کو ذات اور حسب و نسب قرار دیا گیا۔ اب برہمن کا بیٹا برہمن، کشتری کا بیٹا کشتری اور ویش کا بیٹا ویش کہلانے لگا۔ اس طرح ایک متحدہ قوم مختلف ذاتوں میں بٹ گئی۔ اپنی ذات میں بیاہ شادی ہونے لگی۔ شودروں کا درجہ اچھوتوں کا سا ہو گیا۔ اور وہ بہت عرصے کے لئے معزز کام کرنے سے محروم ہو گئے +

عورتوں کی آزادی بہت حد تک چھن گئی۔ وہ پہلے کی طرح سماج کے کاموں میں برابر کی حصہ دار نہ رہ سکیں۔ اب نہ وہ یگیہ میں شریک ہو سکتی تھیں۔ نہ انہیں پہلے سے اختیار حاصل تھے +

سیاسی نظام

سیاسی نظام میں بھی تبدیلیاں رونما ہونے لگیں۔ ذات پات کے بندھن سے راجہ دوسرے لوگوں کو حقیر جاننے لگا۔ لڑائیاں عام ہو گئیں۔ ملکی انتظام میں عام سے

بہت کم مشورہ لیا جانے لگا۔ سیاسی مجلسوں کا اثر کم ہو گیا۔ راجہ کے اختیارات بڑھ گئے +

مذہب ویدوں کے اس آخری زمانہ میں مذہب میں مختلف رسوم اور تقریبوں کو بہت اہم درجہ حاصل ہو گیا۔ قربانیوں اور یگیہ پر بہت زور دیا جانے لگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ غریب لوگوں کے لئے مذہبی رسومات کا ادا کرنا بہت حد تک مشکل ہو گیا۔ اور گوتم بدھ انہی باتوں کو دیکھ کر تپسیا میں مشغول ہوئے۔ اور اپنے اصولوں کا پرچار کرنے لگے۔ ان کا حال آپ اگلے باب میں پڑھیں گے +

سوالات

۱۔ ویدوں کے ابتدائی زمانے کی تہذیب پر مختصر نوٹ لکھو +

۲۔ تہذیب میں بتدریج کس طرح ترقی ہوئی ؟

۳۔ ویدک زمانہ کے سیاسی نظام کے متعلق تم کیا جانتے ہو ؟

آٹھواں باب

بُدھ مذہب اور جین مذہب

مہاتما بُدھ

حضرت عیسےٰؑ کے چھ سو برس پہلے نیپال کے جنوب میں شاکیہ قوم کے راجے راج کرتے تھے۔ کپل دستو ان کی راجدھانی تھی۔ یہاں کے راجہ کا نام شدودھن تھا۔ ان کے ہاں گوتم بُدھ پیدا ہوئے۔ ان کا اصلی نام سدھارتھ تھا۔ ان کی پیدائش پر جوتشیوں نے پیشین گوئی کی کہ گوتم بڑا مشہور آدمی ہوگا۔ لیکن راج پاٹ کا کام نہیں سنبھالے گا۔ چنانچہ راجہ نے یہ سن کر گوتم کو اس قسم کی تعلیم دینی شروع کی۔ جس سے ان کا دل دنیا سے اچاٹ نہ ہو۔ عیش و عشرت کے سب سامان مہیا کیئے گئے۔ نیزہ بازی۔ تیر اندازی اور سپاہ گری کی تعلیم دی گئی۔ سولہ برس کی عمر میں ان کی شادی ایک خوبصورت شہزادی یشودھرا سے کر دی گئی۔ مگر گوتم کا دل ان باتوں کی طرف

راغب نہ ہوا۔ وہ اس فانی اور ناپائیدار دنیا کے جھمیلوں سے دُور بھاگنا چاہتے تھے۔ اور ایسی خوشی کے متلاشی تھے جو حقیقی اور ابدی ہو۔ وہ ایک روز رات کے وقت گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اُس وقت اُن کی بیوی اور بچہ سوئے پڑے تھے۔ سات سال تک جنگلوں میں تپسیا کرتے رہے۔ آخر کار ایک بڑ کے درخت کے نیچے سمادھی لگا کر بیٹھ گئے۔ اور پچاس دنوں تک اسی حالت میں بیٹھے رہے۔ تب انہیں گیان حاصل ہوا۔ آخر انہیں معلوم ہو گیا کہ انسان کس طرح نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے اصولوں کا پرچار شروع کر دیا۔ پہلے پہل یہ مذہب بنارس کے گرد و نواح میں پھیلا۔ پھر آہستہ آہستہ تمام ہندوستان میں پھیل گیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں ہندوستان سے باہر برما۔ تبت۔ چین اور جاپان تک اس کی اشاعت ہو گئی۔ ہندوستان میں اس مذہب کے پیرو صرف پہاڑی علاقے میں پائے جاتے ہیں +

مہاتما بدھ کے خیال کے مطابق دنیا مصیبت کا گھر ہے۔ اس جگہ انسان اپنے پچھلے جنم کے بُرے کرموں کی سزا بھگتنے کے لئے جنم لیتا ہے۔ اس سے نجات حاصل کرنا انسان کا پہلا فرض ہے۔ لہذا انسان کو سادہ اور نیک زندگی بسر کرنی چاہئے۔

اس نے ذات پات کی تمیز ۔ تپسیہ ۔ قربانیاں اور دیوتاؤں کی پرستش بالکل اُڑا دی ۔ اور یہ تعلیم دی کہ ہر شخص کا مرتبہ اس کے اعمالوں پر منحصر ہے ۔ دنیا فانی ہے ۔ اور دنیاوی زندگی وبال ہے ۔ کیونکہ یہ دکھوں اور گناہوں سے بھری ہوئی ہے پیدائش کے بعد موت اور اس کے بعد پیدائش کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے ۔ جب تک انسان نروان حاصل نہ کرلے ۔ خدا کی ہستی کے متعلق بدھ نے کوئی رائے ظاہر نہیں کی +

بدھ مت کے چند بنیادی اصول ذیل میں درج ہیں :-

۱ ۔ انسان کو اپنے خیالات ۔ افعال اور اقوال میں راستی اور سچائی اختیار کرنی چاہیئے +
۲ ۔ بنی نوع انسان سے ہمدردی کرنی چاہیئے +
۳ ۔ برائیوں سے بچنا اور سچ بولنا چاہیئے ۔ چوری ۔ بدکاری اور جھوٹ سے پرہیز کرنا چاہیئے +
۴ ۔ جانوروں کو ستانے کے بجائے ان پر رحم کرنا چاہیئے +

اس مذہب کے اصول بڑے سادہ اور عام فہم تھے ۔ اس لئے یہ بہت جلد مقبول عام ہو گیا ۔ بڑے بڑے سیٹھ ۔ راجے ۔ مہاراجے بدھ مت کے معتقد ہو گئے ۔ ان کا والد اور تمام خاندان ان کا پیرو بن گیا ۔ ۴۸۳ قبل مسیح میں اسی سال

کی عمر میں آپ نے وفات پائی +

مہاتما بدھ کی کامیابی کی خاص وجہ ان کی سادہ اور پاکیزہ زندگی تھی۔ اس مذہب میں ہر شخص کا درجہ برابر تھا۔ مہاتما بدھ نے سنسکرت کے بجائے اُس وقت کی مروّجہ زبان میں پرچار کرنا شروع کیا۔ جس سے لوگوں نے اس کی تعلیم کو بخوبی سمجھ لیا +

ان کی وفات کے بعد ان کے چیلوں میں کچھ ان بن سی ہو گئی۔ چنانچہ ۴۷۷ء قبل مسیح میں راج گرہ میں ایک مجلس منعقد ہوئی۔ جس میں پانچ سو بدھ مذہب کے عالم شریک ہوئے۔ اس میں بدھ مذہب کے اقوال اور عقائد کو جمع کر کے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ پہلے حصے میں چیلوں کے لئے ہدایات درج ہیں۔ دوسرے میں زندگی بسر کرنے کے مختلف طریقے۔ اور تیسرے میں دیگر مسائل درج ہیں۔ یہ ترپٹک کے نام سے مشہور ہیں +

اس کے بعد تین اور مجلسیں منعقد ہوئیں۔ دوسری مہاراجہ اشوک کے عہد میں اور تیسری مجلس پاٹلی پتر (پٹنہ) میں اور چوتھی مجلس مہاراجہ کنشک کے عہد میں +

بدھ کے چیلوں کو بھکشو کہا جاتا تھا۔ بھکشو جا بجا وعظ کرتے پھرتے تھے۔ مہاراجہ اشوک

کے عہد میں اس مذہب کو راج مت کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ اور یہ کمال عروج پر پہنچ گیا۔ اشوک نے بہت سے بھکشو دوسرے ملکوں میں بھیجے اس کا اپنا بیٹا اور بیٹی بھکشو ہوکر لنکا میں مذہب کی اشاعت کے لئے گئے۔ یہ مذہب برما۔ سیام۔ جزیرہ نما ہند چینی۔ کشمیر۔ نیپال۔ تبت۔ چین اور جاپان تک جا پہنچا۔ اس وقت بھی کروڑوں آدمی اس مذہب کے پیرو ہیں ٭

جین مت

پٹنہ کے شمال کی طرف وسار نامی ایک گاؤں آباد ہے۔ پرانے زمانے میں اس کا نام وسالی تھا۔ وہاں کے راجکمار وردھمان تھے۔ وہ اس مذہب کے بانی تھے۔ مہابیر چالیس سال کی عمر تک سادھوؤں کی سی زندگی بسر کرتے رہے۔ بچپن ہی سے گوتم کی طرح غور و فکر کے عادی تھے۔ اسی وجہ سے اپنے باپ کی وفات کے بعد گھر بار چھوڑ دیا۔ اور ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی۔ مگدھ اور اس کے نواحی علاقے میں اپنے مذہب کی اشاعت کی اور ستر سال کی عمر میں پرلوک سدھارے ٭

جین مت کے اُصول بھی بدھ مذہب کے اُصولوں سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ ان کے خیال میں بھی انسانی زندگی کا مقصد نجات حاصل کرنا ہے۔ اور نجات پاکیزہ خیالات۔ نیک اعمال اور نیک نیت انسان

اور دیگر جانداروں پر رحم کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے - جانداروں پر رحم کرنا "اہنسا پرمو دھرمہ" جین مذہب کا بنیادی اُصول ہے ان کے خیال میں ہر چیز میں روح موجود ہے روح اور مادہ ازلی ہیں اور دو الگ الگ چیزیں نہیں - ان کی حفاظت کرنا لازمی ہے - جینیوں کے دو فرقے ہیں - ایک سونتیامبر جو سفید کپڑے پہنتے ہیں - اور دوسرے ڈگامبر جو ننگے رہتے ہیں - جینیوں کے مذہب میں انسان کی ترقی اور نجات بھگتی - عقل - راستبازی اور رحم پر موقوف ہے - اس وقت یہ زیادہ تر راجپوتانہ - کانپور - بمبئی اور سیالکوٹ میں آباد ہیں جموں میں بھی کافی تعداد میں بستے ہیں - ہندوستان کی بہت سی تجارت انہی لوگوں کے ہاتھوں میں ہے - یہ عموماً مالدار ہوتے ہیں - مذہبی اور خیرات کے کاموں میں بے دریغ روپیہ خرچ کرتے ہیں - یہ لوگ ذات پات اور یگیہ قربانیوں کے قائل نہیں - ان کے مندر دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں - اس وقت ہندوستان میں ان کی تعداد پندرہ لاکھ کے قریب ہے ؛

سوالات

۱ - بدھ مذہب کے بانی کی زندگی کے حالات درج کرو ؛

۲ - بدھ مذہب کے بڑے بڑے اصول کیا ہیں ؟

۳ - اس کی ترقی کے کون کونسے اسباب تھے ؟

۴ - جین مت کا بانی کون تھا ؟ اس کی زندگی کے حالات کے متعلق تم کیا جانتے ہو ؟ اور اس کی تعلیم کیا ہے ؟

نواں باب

سکندر اعظم کا حملہ

سنہ ۶۵۰ ق۔م میں شمالی ہندوستان میں سولہ ریاستیں تھیں ۔ جن میں سے مگدھ اور کوشل بہت مشہور تھیں ۔ مگدھ کی ریاست کا ذکر مہابھارت میں آیا ہے ۔ اس وقت وہاں راجہ جراسندھ حکومت کرتا تھا ۔ اس کے کئی پشت بعد راجہ بمبسار ہوا ہے ۔ اس نے بے شمار ریاستوں کو فتح کرکے اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا اجات شترو تخت نشین ہوا۔ جو گوتم بدھ کا ہمعصر تھا +

ریاست کوشل کے راجہ کی لڑکی سے بمبسار نے شادی کی ۔ بمبسار کی وفات پر اس کے بیٹے نے کوشل پر چڑھائی کی اور اسے فتح کرکے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا ۔ اجات شترو کے خاندان کا نام شیشوناگ تھا +

شیشوناگ خاندان کے بعد ریاست مگدھ پر نند خاندان کا تسلط ہوا ۔ سکندر اعظم کے

حملے کے وقت ہندوستان میں اسی خاندان کا راجہ مہاپدم مگدھ کا حکمران تھا۔ یونانی سفیر نے لکھا ہے۔ کہ اس راجہ کے پاس دو لاکھ پیادے۔ بیس ہزار سوار۔ دو ہزار رتھ اور تین ہزار جنگی ہاتھی تھے۔ مگر انتظام سلطنت اچھا نہ تھا۔ اس لئے رعایا اُس سے ناخوش تھی ؛

شاہِ دارا جس زمانے میں یہ ریاستیں ہندوستان میں برسر اقتدار تھیں۔ اس وقت فارس کے بادشاہ داراگشتاسپ نے اپنے سپہ سالار سکائی لیکس کو ہندوستان فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ بہت سی فوج کے ساتھ پنجاب کے دریاؤں کو عبور کرتا ہوا بحیرہ عرب تک جا پہنچا۔ اس طرح پنجاب اور سندھ فارس کی سلطنت میں شامل ہو گئے اور دو سو سال کے قریب شامل رہے۔ یہ علاقہ فارس کی سلطنت میں سب سے زیادہ زرخیز تھا فارس اور ہندوستان کے درمیان دیر تک آمد و رفت اور تجارت کا سلسلہ قائم رہا۔ جب سکندر نے ایران کے بادشاہ کو شکست دی۔ تو وہ ہندوستان پر حملہ آور ہوا ؛

یونانی سب سے پہلی یورپین قوم تھی۔ جو ہندوستان پر حملہ آور ہوئی ؛

سکندر اعظم دنیا کے بڑے بڑے فاتحوں اور

سپہ سالاروں کی صفِ اوّل میں شمار کیا جاتا ہے
اس کا باپ فیلقوس یونان کے صوبہ مقدونیہ کا حاکم تھا - چھوٹی عمر میں سکندر یتیم ہو گیا - اور تخت نشین ہؤا - اس کا ارادہ تمام دنیا کو فتح کرنے کا تھا - لیکن عمر نے وفا نہ کی - تین سال کے اندر اس نے ایشیائے کوچک - مصر اور ایران فتح کر لئے - اور پھر شمال مغربی دروں کی راہ ہندوستان پر حملہ آور ہؤا +

ایران کے بادشاہ دارا کو شکست دے کر سکندر آگے بڑھا - اور دریائے سندھ کو عبور کر کے سب سے پہلے پنجاب میں داخل ہؤا - ٹیکسلا کے راجہ نے اس کا شاندار استقبال کیا - اور جھٹ اطاعت قبول کر لی - بعض مورخین نے لکھا ہے - کہ زمانۂ قدیم میں ٹیکسلا ایک بڑا بھاری شہر تھا یہاں ایک یونیورسٹی قائم تھی جسے نالندہ یونیورسٹی کے نام سے پکارا جاتا تھا - اس میں ہزاروں کی تعداد میں طالب علم تعلیم حاصل کرتے تھے - اس کے کھنڈرات حسن ابدال ضلع اٹک میں دریافت ہوئے ہیں +

راجہ پورس

راجہ پورس اس زمانے میں پنجاب کا فرمانروا تھا - بڑی دلیری سے سکندر کے مقابلہ کے لئے نکلا - دریائے جہلم کے کنارے دونوں فوجوں میں مڈبھیڑ ہوئی -

سکندر نے اپنی فوج کو شب خون کا حکم دیا۔ چنانچہ کئی دن جہلم کے اس پار پڑے رہنے کے بعد اندھیری رات میں یونانی سپاہ دریا کو پار کرکے پیچھے سے حملہ آور ہوئی۔ تو راجہ پورس کی فوج میں کھلبلی مچ گئی۔ جنگی ہاتھی کوئی مفید کام نہ کر سکے۔ بلکہ زخمی ہو کر اپنی ہی فوج کو روندنے لگے۔ راجہ جب زخمی ہو کر نیچے گر پڑا تو وفادار ہاتھی نے اسے اپنی ٹانگوں کے درمیان رکھ لیا۔ تاکہ روندا نہ جائے۔ راجہ گرفتار ہوا۔ اور سکندر کے حضور میں پیش کیا گیا۔ سکندر نے اس کا بڑھ کر استقبال کیا۔ اور کچھ دیر حیران ہو کر راجہ کے دراز قد اور بہادرانہ حالت کو دیکھتا رہا۔ اور پھر پوچھا۔ کہ آپ کے ساتھ کیسا سلوک ہونا چاہیئے"+

بہادر راجہ نے بے باکانہ جواب دیا" وہی سلوک جو بادشاہوں کی شان کے شایاں ہے"+ اس پر سکندر بہت خوش ہوا۔ اور اس کا تمام علاقہ اسی کو واپس دے دیا۔ بلکہ کچھ اور مفتوحہ علاقہ بھی اس کی عملداری میں شامل کر دیا +

ہندوستان سے واپسی

یہاں سے کوچ کرکے سکندر نے دریائے چناب کو عبور کیا اور بڑھتا بڑھتا بیاس تک پہنچ گیا۔ لیکن یہاں پہنچ کر اس کی فوج نے آگے جانے سے انکار کر

شمال
مغرب
مشرق
جنوب
گوجرخان
سوہاوا
دینا
جہلم
کریالہ
کھاریاں
چک بیرانہ
لالہ موسےٰ
جوڑہ
ڈنگہ
چیلیانوالہ
بہاؤالدین
آلہ
ملکوال
میانی
حضور پور
بھیرہ
جلال پور کیاناں
سید پور
عبداللہ پور
پورس کی فوج
سکندر کی فوج
افواج یونانی
پیدل
ہندی فوجیں
سوار
میدان جنگ کا نقشہ

دیا۔ آخر اُسے واپس جانا پڑا۔ اور بابل کے مقام پر بخار میں مبتلا ہو کر اس نے وفات پائی۔

یونانی تہذیب کا اثر

سکندر کی وفات کے فوراً ہی بعد اس کی وسیع سلطنت کئی حصّوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس کے مختلف سپہ سالار اور سردار ان پر قابض ہو گئے۔ مگر ہندوستان پر بہت دیر تک یونانیوں کا تسلط قائم نہ رہ سکا۔

سکندر صرف انیس ماہ تک ہندوستان میں رہا۔ اور یہ تمام عرصہ لڑائی بھڑائی میں مشغول رہا۔ اس طرح وہ مفتوحہ علاقوں کا خاطر خواہ انتظام نہ کر سکا۔ آخر یہ علاقے یونانیوں کے اثر سے نکل گئے۔ چنانچہ ہندوستان پر یونانی حملے کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ ہندی مورخوں نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی۔ بلکہ پرانی کتابوں میں ذکر تک نہیں کیا۔ یہ حالات صرف یونانیوں کی کتابوں سے ملتے ہیں۔

سکندر اعظم کے حملے سے اہل مغرب کو ہندوستان سے واقفیت ہو گئی۔ اور تجارتی راہ سے آشنا ہو گئے۔ ہندوستانیوں نے یونانیوں سے فن سنگ تراشی۔ سکّے سازی اور یونانی حکمت سیکھی اور ہندوؤں نے انہیں علم نجوم۔ ریاضی اور آیوردیک کے راز سکھائے۔

سکندر اپنے ساتھ بہت سے عالم و فاضل بھی لایا تھا۔ جنہوں نے ہندوستان کے حالات قلمبند

کئے ہیں۔ ان میں سے میگستھنیز نے جو حالات لکھے ہیں۔ انہیں ایک مستند تاریخی مواد تسلیم کیا جاتا ہے +

سوالات

۱۔ سکندر اعظم کے حملہ سے پہلے ہندوستان کی ملکی حالت کیسی تھی؟
۲۔ سکندر کی ابتدائی زندگی کے حالات درج کرو +
۳۔ سکندر کے ہندوستان پر حملے کا حال لکھو؟
۴۔ یونانیوں کے حملے کا ہندوستان پر کیا اثر ہُوا؟

دسواں باب

خاندان موریا

چندر گپت

آپ پڑھ چکے ہیں کہ سکندر اعظم کے حملے کے وقت مگدھ میں مہاپدم نند نامی جی راجہ حکمران تھا۔ اس نے ملک پر قابض ہوتے ہی چندر گپت کو جلاوطن کر دیا کیونکہ یہ بھی خاندان سے

تھا۔ اس لئے اُسے خطرہ تھا کہ چندر گپت تخت حاصل کرنے کی ضرور کوشش کرے گا۔ چندر گپت کی ماں کا نام مورا تھا۔ اسی نسبت سے اس کے خاندان کو موریا خاندان کہتے ہیں۔ سکندر کی موت کی خبر سن کر اس نے پنجاب پر قبضہ کر لیا۔ اور پھر مگدھ پر حملہ کرکے وہاں کے راجہ کو شکست دی۔ اور خود تخت نشین ہو گیا +

سیلوکس کا حملہ سکندر کی وفات کے بعد اُس نے ایک سپہ سالار سیلوکس نے باختر کے علاقے پر تسلّط جمایا اور چندر گپت کے عہد میں ہندوستان پر بھی حملہ آور ہوا۔ لیکن شکست کھا کر صلح کا ملتجی ہوا۔ اُس نے اپنی بیٹی کی شادی چندر گپت سے کر دی اور افغانستان و بلوچستان کے علاقے جہیز میں دئے۔ چندر گپت نے پانچ سو ہاتھی سیلوکس کی نذر کئے۔ ایک یونانی سفیر میگستھنیز چندر گپت کے دربار میں رہنے لگا۔ وہ سولہ سال تک ہندوستان میں مقیم رہا۔ اس نے اس ملک کے بہت سے حالات لکھے ہیں۔ اور اس کی کتاب تاریخ کا بہترین ماخذ سمجھی جاتی ہے +

چندر گپت نے تمام شمالی ہند کو فتح کرکے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس کی سلطنت کوہ ہندوکش سے لے کر خلیج بنگال تک اور بنگال سے

کوہ ہندوکش تک پھیلی ہوئی تھی۔ پاٹلی پُتر دارالخلافہ تھا۔ جسے اب پٹنہ کہتے ہیں۔ یہ دریائے گنگا اور دریائے سون کے مقام اتصال پر واقع ہے۔ پُرانے زمانے میں یہ شہر بہت شاندار تھا۔ اس کے اردگرد ایک مضبوط فصیل تھی۔ جس میں ۶۴ دروازے اور ۵۷۰ برج تھے۔ راجہ کے محلات بڑے عالیشان تھے۔ راجہ بڑی شان و شوکت سے رہتا تھا۔ اس کی بہت سی رانیاں تھیں۔ کھانے پینے کے برتن سونے کے تھے۔ شکار کا بہت شوقین تھا*

چندرگپت نے اپنے دانا وزیر چانکیہ کی مدد سے اپنی سلطنت کو چار صوبوں میں تقسیم کیا۔ ہر صوبہ ایک صوبیدار کے ماتحت ہوتا تھا جو عموماً شاہی خاندان کا فرد ہوتا۔ ہر صوبے کو پھر مختلف اضلاع میں تقسیم کیا گیا۔ اور ان پر الگ الگ افسر مقرر کئے گئے*

اُس زمانے میں رواج تھا کہ تمام زمین کا مالک راجہ ہوتا تھا۔ زمیندار پیداوار کا چوتھا حصّہ بطور مالگذاری دیتے تھے۔ بندوبست کا طریقہ بہت اعلیٰ تھا۔ آبپاشی کا کافی اچھا انتظام تھا۔ آبادی کا اکثر حصہ زراعت پیشہ تھا۔ اس سے دوسرے درجہ پر تاجروں اور اہلِ حرفہ کی جماعت تھی۔ اور تیسرے درجے پر سپاہی اور

ملازم لوگ - اس وقت بھی ہندوستان میں ۷۰ فیصدی کے قریب زراعت پیشہ - ۵۰ فیصدی ملازم اور باقی تاجر اور اہلِ حرفہ ہیں ٭

چندر گپت کے پاس ایک جرّار لشکر تھا - جس میں ساٹھ ہزار پیادے ، نو ہزار ہاتھی ، آٹھ ہزار رتھ اور تیس ہزار سوار تھے - تمام فوج کو انتظام کی سہولت کے لئے چھ محکموں میں تقسیم کیا ہؤا تھا - ہر محکمہ ایک ایک بورڈ کے ماتحت ہوتا تھا - ہر بورڈ پانچ پانچ ممبروں پر مشتمل تھا ٭ وہ محکمے یہ ہیں :-

۱ - بحری بیڑا ٭ ۲ - پیادہ سپاہی ٭
۳ - رسالہ ٭ ۴ - جنگی رتھ ٭
۵ - ہاتھی ٭ ۶ - رسد رسانی ٭

فوج کو نقد تنخواہ ملتی تھی ٭

ملک کے اندرونی انتظام کے لئے کئی کمیٹیاں تھے - جن کا فرض تھا کہ صنعت و حرفت اور تجارت کی دیکھ بھال کریں - مسافروں اور سیّاحوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دیں - اموات اور پیدائش کا ریکارڈ رکھیں - مردم شماری کریں ٭

خبر رسانی کا محکمہ ایسا عمدہ تھا کہ بادشاہ کو ہر قسم کی خبریں فوراً پہنچ جاتی تھیں - سڑکیں اچھی حالت میں تھیں - بڑے بڑے شہروں کا انتظام میونسپل کمیٹیوں کے ذریعے سے ہوتا تھا -

پاٹلی پُتر میں پانچ پانچ ممبروں کے چھ بورڈ مقرر تھے۔ جن کے ماتحت مختلف محکمے تھے۔ مثلاً محصول چنگی اور کارخانوں کی نگرانی، تجارت، حفظانِ صحت اور اموات و پیدائش۔ شہر میں مسافروں کی سہولیت کے لئے ایک الگ محکمہ تھا +

میگستھنیز لکھتا ہے کہ "لوگ خوشحال اور فارغ البال تھے۔ اشیائے خوردنی کی افراط تھی۔ سونے چاندی کے زیورات بنائے جاتے تھے تیوہاروں کے موقع پر جلوس نکلتے تھے۔ لوگ عمدہ سے عمدہ کپڑے پہنتے تھے۔ امن پسند، دیانت دار، زبان کے پکّے اور وعدے کے سچّے تھے۔ جرائم بہت کم ہوتے تھے۔ سزائیں بہت سخت دی جاتی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے جرموں کے بدلے ہاتھ پاؤں کاٹ دئے جاتے تھے۔ کبھی کبھی پھانسی کی سزا بھی دی جاتی تھی۔ اگر مجرم اقبالِ جرم کر لیتا۔ تو اس کو جیل میں بھیج دیا جاتا تھا۔ کوڑے مارنے کی سزا کا بھی رواج تھا۔ غرض اٹھارہ قسم کی سزائیں مقرر تھیں" +

"چوری چکاری کی واردات بہت کم سننے میں آتی تھیں۔ لوگ اپنے مکانوں کو قفل تک نہ لگاتے تھے۔ عورتیں شریف اور پاکدامن تھیں۔ ستی کا بالکل رواج نہ تھا۔ لوگ امن و امان سے رہتے تھے سوسائٹی چار ذاتوں میں منقسم تھی۔

برہمن - کشتری - ویش اور شودر - برہمنوں کا بہت احترام کیا جاتا تھا - بدھ سادھوؤں کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا“+

چندر گپت کی وفات کے بعد اس کا بیٹا بندوسار گدی نشین ہؤا - اس نے مغربی ہندوستان اور دکن کے بہت سے علاقے فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیئے - اور ۲۵ سال تک بڑے امن و امان سے حکومت کی - اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا اشوک تخت پر بیٹھا +

مہاراجہ اشوک

یہ بہت مشہور راجہ ہو گزرا ہے اور ہندوستان کے بڑے بڑے بادشاہوں میں اس کا شمار ہوتا ہے - اس نے ۲۷۳ء قبل مسیح میں عنانِ حکومت ہاتھ میں لی - یہ اپنے باپ کے عہد میں اُجّین اور ٹیکسلا کا گورنر رہ چکا تھا - اس وجہ سے امورِ سلطنت سے بخوبی واقف تھا +

کالنگہ کی لڑائی

ہندوستان کے مشرقی ساحل پر دریائے مہاندی اور گوداوری کے درمیانی علاقے کو اس زمانہ میں کالنگہ کہتے تھے - مہاراجہ اشوک نے اس علاقہ پر چڑھائی کی - اور بڑی خون ریز جنگ کے بعد فتح حاصل کی +

کہتے ہیں۔ اس جنگ میں ایک لاکھ کے قریب آدمی ہلاک ہوئے۔ کئی بچے یتیم اور بہت سی عورتیں بیوہ ہوئیں۔ چنانچہ اس کشت و خون اور تباہی کو دیکھ کر اشوک کے دل پر سخت ٹھیس لگی۔ اس نے عہد کر لیا کہ "آئندہ کبھی جنگ نہ کرے گا"۔ اسی لڑائی نے اس پر ظاہر کر دیا کہ سچی فتح خون ریزی سے نہیں۔ بلکہ دھرم کی سیوا سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بعد اس نے بدھ مذہب اختیار کر لیا۔ اور اس کی اشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی ⁂

مذہب کی اشاعت

اس نے اپنی سلطنت کے ہر حصے میں مینار بنوائے۔ اور ان پر اپنے مذہبی عقائد کندہ کروائے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ہندوستان اس کے زیر حکومت تھا۔ ایسی کندہ کی ہوئی عبارتوں سے اس عہد کے بہت سے واقعات دریافت ہوئے ہیں ⁂

مہاراجہ اشوک نے ایک سبھا قائم کی۔ جس میں بدھ مت کے تمام عالموں کو دعوت دی۔ اس سبھا نے بدھ مذہب کی اصلاح کی۔ موٹے موٹے اصول چٹانوں اور میناروں پر کندہ کرائے تاکہ عام لوگ پڑھ کر ان پر عمل کریں ⁂

اشوک بدھ مذہب کی اشاعت کو اپنا فرض

سمجھتا تھا۔ اس نے بہت سے بھکشو چین ، جاپان ، تبت ، شام اور مصر میں روانہ کیے۔ چنانچہ شاہی خاندان کے بھی بہت سے افراد اس خدمت کی انجام دہی کے لئے غیر ممالک میں بھیجے گئے۔ ان میں اس کی اپنی لڑکی بھی شامل تھی۔ یہ خود بھی اپنے گورو کے ساتھ بدھ کے مقدس مقامات کی زیارت کے لئے گیا۔ اور وہاں کئی یادگاریں بنوائیں +

رفاہِ عام کا کام

اس کے عہد میں ہر طرح کا امن و امان تھا۔ رعایا خوشحال تھی۔ اس نے مسافروں کے آرام کے لئے سڑکیں بنوائیں۔ ان کے دونوں طرف سایہ دار درخت لگوائے۔ سرائیں بنوائیں۔ کنوئیں کھدوائے۔ شفاخانے تعمیر کروائے۔ سب سے پہلے حیوانوں کے لئے شفاخانے اسی راجہ کے عہد میں بنائے گئے۔ یہ راجہ انسان اور حیوان دونوں کے لئے رحم اور ہمدردی کا زبردست جذبہ رکھتا تھا۔ اس کی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ کوئی شخص کسی جاندار کو کسی قسم کی ایذا نہ پہنچائے۔ زندگی بھر اس کی یہی آرزو رہی کہ لوگوں میں دھرم اور راستبازی پھیل جائے۔ لوگ اطمینان اور شانتی سے زندگی گزاریں۔ چنانچہ کئی کتبے لکھوا کر مختلف مقامات پر نصب کروائے۔ ان کتبوں اور

میناروں پر تحریر شدہ احکام کا مفہوم یہ تھا۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماتا۔پتا اور بزرگوں کی عزت اور فرمانبرداری کرے۔ اپنے ماتحتوں، ملازموں اور جانوروں پر شفقت کرے۔ ہمیشہ سچ بولے اور جھوٹ سے نفرت کرے۔ دوسروں کے مذاہب اور پیغمبروں کی عزت کرے۔کسی کو ایذا نہ پہنچائے۔ ہر شخص حسد۔ سنگ دلی۔ بدکاری۔ کاہلی اور جلد بازی سے پرہیز کرے"+

اس نے اپنے ماتحتوں کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ "وہ مذہب کے سخت پابند رہیں۔ رعایا کی خدمت کریں۔ خدا سے خوف کھائیں۔گناہگاروں کو بھی دھرم کی طرف راغب کریں۔ دھرم کے اصولوں کے مطابق مخلوقِ خدا کی پرورش اور حفاظت کریں"+

اشوک خود بڑا عالم تھا۔بعض مورخین کا خیال ہے کہ کتبے اس نے خود اپنے قلم سے لکھے۔اور پاٹھ شالائیں بنوائیں۔تاکہ عوام ان کتبوں کو پڑھ کر فائدہ اٹھانے کے قابل بن سکیں۔ مذہب کی اشاعت کے اس طریقے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک کے ہر حصے میں تعلیم کا عام چرچا تھا+

مہاراجہ اشوک کا نظامِ حکومت

مہاراجہ اشوک نے جنگ و جدل کو ترک کرکے امن کی پالیسی پر عمل کیا۔مگر اپنے نظام سلطنت

میں کسی قسم کا نقص پیدا نہیں ہوسکتا تھا۔ اشوک

کی وسیع سلطنت مغرب میں افغانستان اور بلوچستان
سے لے کر مشرق میں خلیج بنگال تک اور کشمیر
سے لے کر جنوب میں میسور تک پھیلی ہوئی تھی
اس کو پانچ صوبوں میں تقسیم کیا گیا۔ ان صوبوں
کے دارالخلافے شمال میں ٹیکسلا۔ مغربی ہندوستان
میں اجین۔ مشرقی ہندوستان میں ٹوسالی۔ جنوبی
ہندوستان میں سورنگری۔ اور وسطی ہندوستان میں
پاٹلی پتر تھے۔ ان صوبوں کے حاکم اعلیٰ عموماً
شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔
ان حاکموں کے ماتحت ایک اور قسم کے حاکم
ہوتے تھے۔ جن کو مہاماتر کہتے تھے۔ اعلیٰ حاکموں
کو راجک اور ضلع کے حاکموں کو پرادیشک
کہتے تھے۔ علاوہ بریں اور بھی چھوٹے چھوٹے حاکم
تھے۔ ان لوگوں کی مدد کے لئے کئی کلرک مقرر تھے
جن کو لیکھک کہتے تھے۔ اشوک سلطنت کے
کاموں میں وزرا کی کونسل جسے منتری پریشد کہتے
تھے، مدد لیتا تھا۔
اشوک نے اپنے افسروں کو حکم دے رکھا تھا۔
کہ وہ وقتاً فوقتاً سلطنت میں دورہ کرتے رہیں۔
تاکہ وہ عوام کی تکالیف سے مطلع رہیں۔ اس نے
دھرم مہاماترا نامی خاص افسر مقرر کئے جن کا کام
رعایا کی تکالیف کو دور کرنا۔ اور اشوک کے دھرم

سے ہندوؤں کی [illegible] اشوک اپنی رعایا کو
اپنے بچے سمجھا کرتا۔ اور ان کی بہتری میں ہر وقت
کوشاں رہتا تھا ؛

۲۳۲ قبل مسیح میں اشوک نے وفات پائی۔
اس کے بعد اس کا بیٹا دسرتھ تخت نشین ہوا۔
اسی طرح یکے بعد دیگرے خاندان موریا سے کچھ
بادشاہ اور ہوئے۔ لیکن اُن کے حالات معلوم نہیں
ہو سکے ؛

اشوک کی وفات کے بعد سلطنت موریہ کو زوال
آنا شروع ہو گیا۔ صوبیدار خود مختار بن بیٹھے۔ دکن
میں اندھرا خاندان نے عروج پکڑا اور سلطنت مگدھ
پر قبضہ کر لیا۔ اس خاندان کے ۳۰ راجے ہوئے
ہیں۔ جنہوں نے ۴۵۰ سال تک حکومت کی۔ یہ
راجے بھی بدھ مذہب کے پیرو تھے۔ ان کے
عہد میں باختین۔ سنھین۔ یوچی اور کُشان قومیں
شمال مغرب کی راہ ہندوستان میں وارد ہوئیں۔
اور ہندوستانیوں کے ساتھ مل جُل گئیں۔ کُشان
قوم میں سے راجہ کنشک بڑا مشہور راجہ ہُوا ہے
اس کی سلطنت بخارا سے دریائے جمنا تک
پھیلی ہوئی تھی۔ اور اس کا دارالخلافہ پرش پور
یعنی پشاور تھا۔ یہ بُدھ مذہب کا پیرو اور بڑا
علم دوست تھا۔ اس کے عہد میں ٹیکسلا بڑی
مشہور یونیورسٹی تھی۔ اور آیورویدک جراح چرک

نامی بھی اسی کے عہد میں ہوا ہے

سوالات

۱۔ چندر گپت موریا نے کس طرح سلطنت حاصل کی؟
۲۔ اس کے انتظام سلطنت کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟
۳۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھو؟
میگستھنیز۔ بندوسار۔ چانکیہ۔ کالنگہ۔
۴۔ مہاراجہ اشوک کے ملکی انتظام اور عہد کے حالات درج کرو۔
۵۔ اُس نے رعایا کی بہتری اور بدھ مت کی اشاعت کے لیئے کیا کیا کام کیئے؟

گیارھواں باب

تہذیب و تمدن

آپ کو وید کے زمانہ کے تہذیب و تمدن کا بہت کچھ حال پہلے بتایا جا چکا ہے۔ بدھ مت اور جین مت کے رہنماؤں اور اُن کے پیروؤں کی وجہ سے اب زندگی کے ہر شعبہ میں تبدیلی واقع ہو گئی۔ یونانیوں کے حملے،

موریا خاندان کی شان و شوکت اور اشوک کے مذہبی اور سیاسی کارناموں نے اہل ہند کی مذہبی، اقتصادی۔ علمی اور سیاسی زندگی پر بہت اثر ڈالا۔

ادب

موجودہ ہندوستان کا ایک مشہور مصنف لکھتا ہے کہ ویدوں کے زمانہ میں لوگ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ لوگ ویدوں کو زبانی یاد کرتے تھے حتےٰ کہ انہوں نے کئی صدیوں تک ویدوں کو سینہ بسینہ محفوظ رکھا۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ سب سے پہلے وید کس زمانہ میں لکھے گئے۔ اس بات کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے کہ اہلِ ہند نے لکھنا پڑھنا کب سیکھا۔ بدھ مت کی اشاعت کے طریقوں اور اشوک کے کتبوں سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ اُس وقت ہندوستان کے باشندے لکھ پڑھ سکتے تھے۔ اور تعلیم عام تھی بعض عالموں کا خیال ہے کہ اسی زمانہ میں والمیکی اور ویاس جی نے رامائن اور مہابھارت کو نہایت خوبصورت پیرایہ میں لکھا۔ ان کتابوں میں ایسی خوبیاں پیدا کر دیں کہ تمام کی تمام پڑھنے سے جی نہیں اُکتاتا۔ ان کے علاوہ اس زمانہ میں بدھ مذہب کے متعلق بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ اور بعض عالموں نے ایسے سوالات حل کرنے کی کوشش کی جو ہندو دھرم اور بدھ مت کے میل جول نے پیدا کئے۔

سیاسی زندگی

ویدوں کے زمانہ میں چھوٹی چھوٹی

ریاستیں منقسم ہیں لیکن یونانی حملے اور آئے دن کے
آپس میں لڑائی جھگڑوں نے ثابت کر دیا کہ ملک میں
امن قائم رکھنے کے لیئے ایک زبردست سلطنت کی
ضرورت ہے - چندر گپت موریا اور اشوک کا کم وبیش
تمام ہندوستان پر قبضہ تھا - ان کا سیاسی نظام اس
قدر اعلےٰ تھا کہ اشوک نے ڈنکے کی چوٹ یہ کہہ دیا کہ
کسی کو ایذا پہنچانا گناہ ہے - لڑائی کرنا بے فائدہ
ہے - ہر ایک کو علم تھا کہ اشوک لڑائی نہیں کریگا -
اس کے باوجود اُس کے بدھ مت اختیار کرنے کے
بعد اُس کی سلطنت میں نہ کوئی لڑائی ہوئی اور نہ
کوئی بغاوت پھوٹی - چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے اپنی
خیر اسی میں سمجھی کہ چکرورتی راجہ کی اطاعت قبول
کر لیں - چنانچہ چندر گپت اور اشوک کے عہد میں
ماتحت ریاستوں کو مختلف درجوں کی خود مختاری
حاصل تھی - لیکن اندرونی انتظام میں یہ بالکل آزاد
تھیں +

چکرورتی مہاراجہ کے اختیارات بڑھ گئے - سیاسی
مجلسیں ختم ہو گئیں - لیکن اُمرا و وزرا کے مشوروں
سے حکومت کی جاتی - یہ خیال غلط ہے کہ اس زمانہ
میں مہاراجے بالکل مطلق العنان تھے - بلکہ وہ اپنے
منتریوں کے صلاح و مشورہ سے حکومت کا کام
چلاتے تھے +

موریا سلطنت پانچ صوبوں میں منقسم تھی - ہر

صوبہ میں ایک صوبے دار حکومت کرتا تھا۔ صوبے دار عموماً شاہی خاندان سے ہوتے تھے۔ ہر صوبہ کئی قسمتوں، ضلعوں اور گاؤں میں منقسم تھا۔ اور ان کے انتظام کے لئے علیحدہ علیحدہ حاکم مقرر تھے۔ جاسوسی کا محکمہ بھی بہت کامیابی سے کام کرتا تھا۔ عدل و انصاف کا محکمہ الگ قائم تھا۔ جہاں بہت جلد مقدمات کا فیصلہ ہوتا تھا۔ عام فوج کے علاوہ بحری فوج بھی تھی۔ جو ساحلی علاقے کی حفاظت کرتی شہروں کا انتظام موجودہ طرز کی میونسپل کمیٹیوں کے طریقے پر کیا جاتا۔ موریا خاندان کے عہد میں تو شہر کی صفائی، حفظان صحت کا اہتمام، صنعت و دستکاری کی نگہداشت، مردم شماری، پردیسیوں کی دیکھ بھال اور محصول کی فراہمی کے لئے چھ کمیٹیاں مقرر تھیں +

سماجی نظام

سیاسی نظام میں جو تبدیلی آپ دیکھتے ہیں۔ اس کا اثر سماجی زندگی پر بھی ہوا۔ ذات کی تفریق پہلی سی نہ رہی۔ آریوں نے مشرقی علاقے پر بھی قبضہ کر لیا۔ کشتریوں کی عزت زیادہ ہونے لگی۔ برہمنوں کا اقتدار کم ہو گیا۔ مہاتما بدھ اور مہابیر ایسے کشتری شہزادے نئے نئے مذہب کا پرچار کرنے لگے۔ مذہبی رسوم کم ہونے لگیں تجارت خوب چمکی۔ ویش بڑے امیر کبیر ہو گئے۔ بعض کشتریوں اور برہمنوں نے بھی کاروبار شروع کر دیا۔

…پیشوں کی بنا پر کئی نئی ذاتیں بن گئیں۔ کسی کو دُھنیا یا جولاہا کہنے لگے کوئی بنیا یا بزاز کہلایا عورتوں کو بھی کچھ آزادی حاصل ہو گئی۔ وہ بھی مذہب کے پرچار میں حصہ لینے لگیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بدھ مت کو ہندوستان میں بہت جلد عروج ہُوا اور بہت جلد ہی اسے زوال آنے لگا۔ لیکن اس کی تعلیم کا اثر زندگی کے ہر پہلو پر ہُوا۔

فنون

اس زمانے میں عمارات نہایت شاندار تعمیر ہونے لگیں۔ شاہی محلّات سے شان و شوکت ٹپکتی تھی۔ چینی سیاح فاہیان جب ہندوستان میں آیا تو اُس نے موریا بادشاہوں کے بنوائے ہوئے محلّات کو دیکھ کر کہا۔ "یہ انسانوں کے بنائے ہوئے نہیں بلکہ جنّات کے بنائے ہوئے ہیں"۔ اس زمانے کی قابلِ رشک یادگاریں استوپوں، ستونوں یا غاروں کی شکل میں ملتی ہیں۔ ستونوں پر کتبے اور بیل بوٹے ظاہر کرتے ہیں کہ اُن لوگوں میں مصوّری کا بہت شوق تھا۔ اس کی تائید اُن غاروں سے بھی ہوتی ہے۔ جو گیا کے نزدیک سادھوؤں کے رہنے سہنے کے لئے بنائی گئیں تھیں۔ ان غاروں کے کندہ شدہ چمکیلے پتھروں اور خوبصورت ستونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے فنِ مصوّری اور سنگ تراشی میں کمال حاصل کیا ہُوا تھا۔ فنِ تعمیر میں اشوک کی

[illegible] اس زمانہ کی بہترین یادگار ہے ۔

مذہب برہمنوں کی پہلی سی قدر نہ رہی۔ مشترکہ عبادت اور یگیہ کا رواج کم ہو گیا ۔ سادھوؤں کی قدر زیادہ ہونے لگی ۔ بدھ مت کے اثرات ہندو دھرم پر بھی پڑنے لگے ۔ قربانیاں بے معنی قرار دی گئیں ۔ وشنو ، شیوی اور بھگوت فرقے پیدا ہو گئے ۔ اس زمانہ میں بدھ مت کو عروج حاصل ہوا اور ہندو دھرم کئی فرقوں میں بٹ گیا ۔

سوالات

۱ - بدھ مت کا ہندوستان کے لوگوں پر کیا اثر ہوا ؟

۲ - ہندوستانیوں کے تمدن میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں ؟

۳ - بدھ مت کے عہد میں لوگوں نے کن علوم میں ترقی کی ؟

بارھواں باب

گپت خاندان

221

چندر گپت اول

گپت خاندان کا بانی چندر گپت اوّل تھا۔ شروع میں یہ ایک چھوٹا سا راجہ تھا۔ اس نے لچھوی خاندان کی ایک لڑکی سے شادی کی۔ جس کی وجہ سے اس کی طاقت بہت بڑھ گئی۔ اودھ اور بہار کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ اپنے نام سے گپت سمت بھی جاری کیا۔ اس نے سکّوں پر اپنے نام کے ساتھ اپنی رانی کا نام بھی لکھوایا تھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ چندر گپت اوّل کو اس کی رانی کمار دیوی کی بدولت ہی عظمت نصیب ہوئی +

سمدر گپت اس کی وفات کے بعد اس کا لڑکا سمدر گپت گدی پر بیٹھا۔ یہ بڑا بہادر راجہ ہوا ہے۔ اعلیٰ درجہ کا کمانڈر ہونے کی وجہ سے اسے ہندوستان کا نپولین بھی کہتے ہیں +

سمدر گپت اعلیٰ درجے کا حکمران ہونے کے علاوہ قابل شاعر اور ماہر موسیقی بھی تھا۔ بین بجانے

کا بہت شوقین تھا۔ اس نے کئی علاقے فتح کئے۔ جہاں کہیں چڑھائی کی۔ فتح نے قدم لئے۔ تمام شمالی ہند کو تسخیر کرنے کے بعد دکن کی طرف رُخ کیا اور دکن کو تسخیر کرنے کے بعد واپس لوٹا۔ اور اشومیدھ یگیہ رچا کر مہاراج ادھیراج کا خطاب پایا۔ تمام ہندوستان کے راجے مہاراجے اسے اپنا شہنشاہ تسلیم کرتے تھے +

الہ آباد کے ایک مینار پر کندہ کئے ہوئے کتبے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تمام علاقے جو کوہ ہمالیہ سے دریائے نربدا تک اور دریائے ہگلی سے ستلج تک پھیلے ہیں اس کے قبضے میں تھے۔ دکن بھی اس کے زیر نگیں تھا۔ غیر ملکوں کے ساتھ بھی اس کے دوستانہ اور تجارتی تعلقات قائم تھے۔ اس کے سفیر کئی بادشاہوں کے درباروں میں رہتے تھے +

وہ خود تو برہمنی مذہب کا پیرو تھا۔ لیکن بدھ مذہب کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا +

چندر گپت بکرماجیت

سمدر گپت کی وفات کے بعد اس کا بیٹا چندر گپت دوم تخت پر بیٹھا۔ یہ بکرماجیت کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے ۳۷۵ء سے ۴۱۳ء تک حکومت کی۔ یہ خود ہندو مذہب کا پیرو تھا۔ لیکن اس کے عہد میں دیگر مذاہب کے لوگ بھی آرام سے زندگی بسر کرتے تھے۔ اس کے عہد میں باشندے خوش اور آسودہ حال تھے۔

چینی سیاح فاہیان اسی کے عہد حکومت میں ہندوستان

میں سیر کے لئے آیا۔ یہ شخص کئی سال تک ہندوستان
میں پھرتا رہا اور بدھ کے تمام مقدس مقامات کی
زیارت کی۔ وہ لکھتا ہے کہ ملک میں ہر طرح سے
امن و امان تھا۔ رعایا خوش حال تھی۔ سرائیں۔
سڑکیں اور شفا خانے اچھی حالت میں تھے۔ رعایا
پر کوئی ناجائز ٹیکس عاید نہیں کیا گیا تھا۔ سزائیں نرم
تھیں۔ عوام بہت حد تک بدھ مذہب کے اصولوں
سے متاثر تھے۔ جیوہنسیا سے پرہیز کرتے تھے لیکن
بدھ مت کو زوال آ چکا تھا۔ ہر طرف برہمنی مذہب
کا دور دورہ تھا۔

فاہیان چھ سال تک یہاں رہا۔ یہ کابل کی
راہ ہندوستان میں داخل ہوا۔ اور جاوا کے
راستے ۱۵ سال کے عرصے کے بعد چین واپس چلا
گیا۔

انتظام سلطنت ان دنوں شہر پاٹلی پتر راجدھانی تھا۔ اس میں
بے شمار خیرات خانے اور ہسپتال اور خوبصورت
محلات تھے۔ شفا خانوں میں غریبوں کو کھانا اور کپڑا
مفت ملتا تھا۔ ملک میں نہ کوئی شراب پیتا تھا۔
نہ پیاز اور لہسن کھاتا تھا۔

ڈاکوؤں اور لٹیروں کا کوئی خوف نہ تھا۔ تعلیم
کا عام چرچا تھا ہزاروں بھکشو جا بجا پڑھانے میں
مصروف تھے۔ علوم و فنون میں کافی ترقی ہوئی۔

سنسکرت زبان کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ بے شمار عمدہ کتابیں اس عہد میں لکھی گئیں۔ اسی وجہ سے اس زمانے کو ہندوستان کا سنہری زمانہ کہتے ہیں +

ادب سنسکرت کا مشہور شاعر اور ناٹک نویس کالی داس اسی عہد میں ہوا ہے۔ یہ بکرماجیت کے دربار کے مایۂ ناز نورتنوں میں سے ممتاز فرد تھا۔ اس نے سنسکرت زبان میں شکنتلا ناٹک۔ رگھوونش۔ میگھ دوت وغیرہ کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں سے شکنتلا ناٹک اپنے پلاٹ، طرزِ ادا اور زبان کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ کالی داس کو ہندوستان کا شکسپیئر کہتے ہیں +

اس عہد میں اور بھی بہت سے عالم پیدا ہوئے۔ جنہوں نے مختلف علوم کو ترقی دے کر آئندہ نسل کو بہت فائدہ پہنچایا۔ وراہ مہر اور آریہ بھٹ نے علمِ نجوم کو بامِ کمال تک پہنچایا۔ امر سنگھ نے سنسکرت زبان کی لغات تیار کی۔ جس کو امرکوش کہتے ہیں۔ دھنونتری نے علمِ طب میں کئی جدتیں کیں۔ وررچی نے ویاکرن لکھ کر دنیا میں نام پیدا کیا +

صنعت و حرفت میں بھی بہت ترقی ہوئی۔ اجنٹا کے غاروں میں بعض عمارتوں کے نقش و نگار اس زمانہ کی کاریگری کا بہترین نمونہ پیش

کرتے ہیں +

گپت بادشاہوں کے زمانے میں تجارت نے بہت ترقی کی - جاوا اور روم کے جہاز ہندوستان میں آتے تھے - اور یہاں سے گرم مصالحہ - موتی - ہاتھی دانت اور کپڑے لے جاتے تھے - گجرات میں بیری گازا اور بھڑوچ کی بندرگاہیں بہت مشہور تھیں +

بعض مورخین کا خیال ہے کہ بکرمی سمت اسی راجہ بکرماجیت کی یادگار ہے - لیکن یہ غلط ہے - کیونکہ یہ مہاراجہ ۳۷۵ء سے ۴۱۳ء تک حکمران رہا - اور بکرمی سمت حضرت مسیح کی پیدائش سے ۵۷ سال پہلے سے رائج ہے - اس لحاظ سے اکثر عالم کہتے ہیں کہ بکرمی سمت راجہ وکرم دتیہ کا جاری کردہ ہے +

یہ قنوج کا راجہ تھا - اور اس نے کسی فتح کی یادگار میں یہ سن جاری کیا ہوگا +

چندر گپت بکرماجیت کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا کمار گپت گدی پر بیٹھا - اس کے بعد اس کا بیٹا سکندر گپت تخت نشین ہوا - لیکن یہ بادشاہ کمزور تھے - ان کے عہد میں ایک اور قوم ہندوستان میں وارد ہوئی - جس نے ہندوستان کے امن و امان کو زیر و زبر کر دیا - یہ بھی ایک گڈریا قوم تھی اور سفید ہن

کے نام سے مشہور تھی +

سفید ہن وسط ایشیا کے رہنے والے تھے۔ وہ پانچویں صدی عیسوی کے وسط میں ہندار پر حملہ آور ہوئے اور گپت خاندان کے آخری راجہ کو شکست دے کر ہندوستان پر قبضہ کر لیا۔ اس خاندان کا بانی تورمان تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا مہر گل تخت پر بیٹھا۔ یہ بڑا بے رحم اور ظالم بادشاہ تھا۔ اس سے تنگ آکر لوگوں نے بغاوت کی۔ اور ملتان کے قریب اس کو شکست دے کر کشمیر کی طرف بھگا دیا۔ جہاں وہ کچھ عرصہ کے بعد مر گیا۔ اور لوگوں نے اس بلا سے خلاصی پائی +

تہذیب و تمدن

گپت خاندان تقریباً ۳۲۰ء سے ۴۱۳ء تک ہندوستان پر شان و شوکت سے حکمران رہا۔ گو بکرماجیت کے جانشین ساتویں صدی تک بھی تھوڑے علاقے پر حکومت کرتے رہے۔ تاریخ ہند میں چوتھی صدی کو ہندوؤں کا زریں زمانہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ بدھ مت دو سو سال قبل مسیح سے لے کر دو سو برس بعد تک بڑے عروج پر رہا۔ اس کے بعد ہندو دھرم کی دوبارہ ترقی شروع ہوئی۔ اور گپت خاندان کے عہد میں یہ عروج کمال تک پہنچ گیا۔ اب برہمنوں کی پھر قدر ہونے لگی ذات پات

کی ہمیشہ زور ڈل پر ہو گئی - پراکرت زبان بدھ مت کے زمانہ میں مقبول عام ہو چکی تھی - اب اس نے اپنی اہمیت کھو دی - اس کی جگہ سنسکرت کا دوبارہ چرچا ہُوا - کالی داس نے اسی زبان میں شکنتلا ناٹک لکھ کر لازوال شہرت حاصل کی - یہ چندر گپت ثانی کے دربار کے نو رتنوں میں سے تھا - اس نے اور بھی کئی کتابیں لکھیں - یہ ہندوستان کا شکسپیئر مانا جاتا ہے - بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ پُران بھی اسی زمانہ میں لکھے گئے - کیونکہ ان کا خیال ہے کہ وہ پران جو مہابھارت کے زمانہ سے پہلے لکھے گئے - اب نہیں ملتے - پرانوں میں دیوی دیوتاؤں کے حالات درج ہیں یہ حقیقت ہے کہ سب پُران ایک وقت نہیں لکھے گئے - ان کا سب سے بڑا حصّہ گپتا خاندان کے عہد میں لکھا گیا +

اس زمانہ میں نہ صرف علم و ادب میں ہی ترقی ہوئی - بلکہ مصوّری - فنِ عمارت اور سنگ تراشی میں بھی حیرت انگیز ترقی ہوئی - مصوّری کے بہترین نمونے اجنٹا کے غاروں میں ملتے ہیں - قد آدم مجسمے اور سادھوؤں کے حجرے جو پہاڑ کاٹ کر بنائے گئے ہیں - فنِ سنگ تراشی کی نادر مثالیں ہیں - اس زمانہ میں سائنس ، فلسفہ اور دیگر علوم نے بھی خوب ترقی کی +

علمی اور ادبی زندگی کے علاوہ اجی ... سیاسی

زندگی میں بھی ایک انقلاب عظیم رونما ہؤا۔ زمیندار خوشحال زندگی بسر کرنے لگے۔ صنعت و حرفت اور دستکاریوں کو فروغ ہؤا۔ سوت۔ دھات، چمڑے، پتھر اور لکڑی کی چیزیں تیار ہو کر دوسرے ممالک کو جانے لگیں۔ ارد گرد کے ممالک اور جزائر شرق الہند سے تجارت شروع ہو گئی۔ مہاراجہ کو خداوند یا "پرم دیوتا" کا خطاب دیا جانے لگا۔ اُس کی اطاعت ایمان کا جزو بن گئی۔ دربار کی شان و شوکت جاگیرداروں، مصاحبوں، وزیروں، امیروں اور شاعروں سے دوبالا ہونے لگی۔ فاہیان لکھتا ہے "ملک بہت خوشحال اور رعایا فارغ البال تھی۔ شہر خوب آباد تھے۔ دارالحکومت پاٹلی پتر عالیشان محلوں، مندروں اور خانقاہوں سے آراستہ تھا۔ شاہراہوں پر دھرم شالے بنے ہوئے تھے۔ غریبوں کے لئے خیرات خانے اور بیماروں کے لئے شفا خانے قائم تھے۔ عام لوگ بھی نیک نفس اور پرہیزگار تھے۔ حکومت رحمدل تھی ٹیکس برائے نام تھا۔ اور رعایا کو بہت آزادی حاصل تھی +

سوالات

۱۔ گپت خاندان کا بانی کون تھا۔ اس کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟

۲۔ سمدر گپت کو ہندوستان کا نپولین کیوں کہا

جاتا ہے ؟
۳ - گپت خاندان کے عہد کو سنہری زمانہ کیوں کہتے ہیں ؟
۴ - مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھو :-
فاہیان - کالی داس - پُران - امرسنگھ - دھنونتری +
۵ - بکرماجیت کیوں بڑا بادشاہ تصوّر کیا جاتا ہے ؟

تیرھواں باب

مہاراجہ ہرش

گپت خاندان کے زوال اور ہن قوم کے حملوں کی وجہ سے ہندوستان میں بدنظمی پھیل گئی - کئی چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں بن گئیں - آخر کار چھٹی صدی کے اخیر میں راجہ ہرش نے شمالی ہند کے بہت سے علاقے فتح کرکے ایک مستقل اور شاندار سلطنت قائم کر لی - اور قنوج کو دارالخلافہ مقرر کیا +

ہرش تھانیسر کے راجہ پربھاکر وردھن کا چھوٹا لڑکا تھا - اپنے بڑے بھائی کی وفات کے بعد سولہ برس کی عمر میں تخت پر بیٹھا - بڑا بہادر اور قابل حکمران تھا - خود بڑا عالم اور عالموں کا قدر دان تھا -

اس کے وزیر بان نے اس کے عہد کے واقعات
ایک کتاب کی صورت میں لکھے ہیں۔ جو ہرش چرتر
کے نام سے مشہور ہے۔ چینی سیاح ہیون سانگ اسی
کے عہد میں یہاں آیا۔ اور سولہ سال تک ہندوستان
کی سیر و سیاحت کرتا رہا۔ اس نے اپنے سفر کے
مفصّل حالات لکھے ہیں۔ وہ راجہ ہرش کی تعریف
میں لکھتا ہے کہ "راجہ ہرش ایک قابل شخص تھا۔
اس کا چال چلن بہت اعلےٰ تھا۔ سرکاری دفتروں
کا انتظام قابلِ تعریف تھا۔ ملازموں کو نقد تنخواہ
ملتی تھی۔ رعایا سے بیگار نہیں لی جاتی تھی۔ محصول
چونگی بہت کم تھا۔ زمینداروں سے پیداوار کا چھٹا
حصہ بطور لگان وصول کیا جاتا تھا۔ فوجداری قانون
بہت سخت تھے۔ معمولی معمولی جرائم پر ہاتھ، پیر،
کان اور ناک وغیرہ کاٹ دیئے جاتے تھے۔ یہی وجہ
تھی کہ ارتکاب جرم کی وارداتیں بہت کم ہوتی
تھیں۔ تعلیم کی اشاعت کا اچھا انتظام تھا۔ نالندہ
یونیورسٹی میں بدھ مذہب کی تعلیم دی جاتی تھی۔
یہاں دس ہزار بھکشو زیر تعلیم تھے۔ بڑی بڑی
عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ ان سب تعلیمی مصارف
کے لئے ایک سو گاؤں کی آمدنی وقف تھی۔ دوسری
درس گاہ بنارس میں تھی۔ جہاں برہمن علم حاصل
کرتے تھے"۔

راجہ بڑا سخی تھا۔ ہر پانچ سال کے بعد کانشی

جاتا تھا۔ اور وہاں جا کر بہت سخاوت کرتا تھا۔ اس نے قنوج میں ایک جلسہ کیا۔ جس میں ماتحت راجے۔ عالم۔ پنڈت اور ہزاروں فقیر شامل ہوئے۔ اور سب نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق تحائف حاصل کئے"+

ہیون سانگ لکھتا ہے کہ "راجہ ہرش بدھ مذہب اور ہندو دھرم دونوں کے مطابق پوجا کرتا تھا۔ اسے دونوں مذاہب کے لوگوں کا اعتماد حاصل تھا"+

ہیون سانگ بہت سی مورتیاں اور مقدّس کتابیں اپنے ساتھ لے گیا۔ اور ان کتابوں کا اپنی زبان میں ترجمہ کرایا۔ چینی سیاحوں کا اتنا دشوار گذار اور دور دراز سفر طے کر کے ہندوستان میں آنا مذہبی عقیدت کی ایک عمدہ مثال ہے+

سوالات

۱ ہن قوم کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟

۲ ہیون سانگ کون تھا۔ کس کے عہد میں ہندوستان میں آیا؟

۳ ہیون سانگ ہندوستان کی اُس وقت کی حالت کیا بیان کرتا ہے؟

۴ راجہ ہرش کے عہد حکومت کا مختصر حال لکھو؟

چودھواں باب

راجپوتوں کا آغاز

راجہ ہرش کے بعد کوئی ایسا طاقتور راجہ نہیں ہوا - جو سلطنت کا خاطر خواہ انتظام کرتا - چنانچہ ملک میں بے شمار چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم ہو گئیں - ۶۵۰ء سے ۱۲۰۶ء تک کے زمانے کو "راجپوتوں کا زمانہ" کہتے ہیں - اس عرصے میں بدھ مت کو زوال آیا اور پھر نئے سرے سے ہندو دھرم نے ترقی کی - بہت سے ہندو فاضلوں نے بدھ مذہب کے اثر کو دور کرنے کی کوششیں کیں - جن میں انہیں بہت کامیابی حاصل ہوئی - ان کے مختصر حالات یہاں درج کئے جاتے ہیں +

کمارل بھٹ - آسام کے رہنے والے تھے - انہوں نے بدھ اور جین مت کے عالموں سے کئی مناظرے کئے - اور انہیں شکست دے کر ہندو دھرم کا قائل بنایا +

شنکر اچاریہ :- ذات کے برہمن تھے - آپ نے کمارل بھٹ سے تعلیم حاصل کی - سنسکرت زبان

کے زبردست عالم تھے۔ بدھ مذہب کو ہندوستان سے قریباً نیست و نابود کر کے ہندو دھرم کو مقبول عام بنانے کا سہرا انہیں کے سر ہے +

رامانج اچاریہ۔ جنوبی ہند میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے دشنو پوجا کی تلقین کی +

مادھو اچاریہ منگلور میں ۱۱۹۹ئہ میں پیدا ہوئے۔ اور وشنو مت کا پرچار کرتے رہے +

مندرجہ بالا بزرگوں کے بعد اور کئی ہندو ریفارمر پیدا ہوئے۔ جنھوں نے ہندو دھرم کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ ان کے حالات اپنے اپنے موقع پر بتائے جائیں گے۔ یہاں صرف اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ ان فاضلوں کی کوشش سے ہندو مذہب دوبارہ زندہ ہو گیا۔ راجپوت جو اہنسا کے خلاف تھے۔ بدھ مذہب سے متنفر اور ہندو دھرم کے شیدائی بن گئے

راجپوت جیسا کہ اس نام سے ہی ظاہر ہے۔ راجے مہاراجوں کی اولاد سے ہیں۔ یہ سورج بنسی اور چندر بنسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں بعض اگنی کل راجپوت بھی کہلاتے ہیں۔ یہ روایت ہے کہ جب ہندو دھرم کی حفاظت کرنے والوں کی تعداد کم ہو گئی تو برہمنوں نے ایک کنڈ میں آگ جلائی۔ اور پرماتما سے دعا کی کہ دھرم کی سیوا کے لئے بہادر لوگ پیدا کرے چنانچہ چار

بہادر آگ سے نکلے - بعض راجپوت ان بہادروں کی اولاد سے ہیں - اور اگنی کل راجپوت کہلاتے ہیں +

راجپوت بڑے بہادر اور دلیر ہوتے ہیں - یہ راجوں مہاراجوں کی اولاد سے ہیں - اور انہیں اپنی عزت کا بہت پاس ہوتا ہے - بے عزتی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں - میدان جنگ سے بھاگ کر جان بچانے کی نسبت لڑ کر مر جانے کو بہتر سمجھتے ہیں - راجپوت عورتیں بہادر اور دلیر ہوتی ہیں - اپنی عصمت کو محفوظ رکھنے کے لئے جان پر کھیل جانا ان کے نزدیک ایک معمولی بات ہے +

جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں - اس زمانہ میں راجپوتوں کی بہت سی ریاستیں تھیں - اور یہ سب کی سب اپنی آن اور غیرت میں امتیازی حیثیت رکھتی تھیں - آج تک ان کی بہادری کے قصے لوگوں کی زبان پر ہیں +

بہادر راجپوت جب کہیں دشمنوں میں گھر جاتے اور بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آتی - تو جوہر کی رسم ادا کرکے دشمنوں سے بھی خراج تحسین حاصل کرتے تھے +

جوہر میں راجپوتوں کے اس طرح جوہر کھلتے تھے کہ مرد تو تلواریں سونت کر دشمن پر

بلائے ناگہانی کی طرح ٹوٹ پڑتے اور دادِ شجاعت دیتے ہوئے میدان میں قتل ہو جاتے۔ عورتیں خوشی خوشی چتا میں بیٹھ کر جیتے جی بھسم ہو جاتیں۔ اس طرح دشمن کو سوا غازیوں کی لاشوں کے پشتے اور لاج پر مرنے والیوں کی راکھ کے کچھ نہ ملتا۔

اس زمانہ میں مندرجہ ذیل راجپوت ریاستیں تھیں:-

۱۔ دہلی میں تنوار خاندان کے راجپوت حکمران تھے۔ ان کا سب سے پہلا بادشاہ اننگ پال اور آخری راجہ کا نام اننگ پال ثانی تھا۔ اننگ پال ثانی لاولد مر گیا۔ اس لئے اس نے اپنی سلطنت اپنے نواسے راجہ پرتھوی راج والئے اجمیر کے حوالے کر دی۔ پرتھوی راج چوہان خاندان سے تھا۔ یہ شمالی ہند میں بڑا مشہور اور بہادر راجہ ہوا ہے۔ اس پر محمد غوری نے حملہ کیا۔ لیکن ترادڑی کے مقام پر شکست کھا کر واپس چلا گیا۔ جب دوبارہ محمد غوری نے فوج کشی کی۔ تو یہ میدان جنگ میں کام آیا۔ اس طرح دہلی کی راجپوت سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

۲۔ قنوج۔ گپتا خاندان کے عہد میں اس کو کافی ترقی حاصل ہوئی۔ راجہ ہرش نے بھی قنوج کو اپنی راجدھانی بنایا۔ اور کئی عالیشان عمارتیں بنوا کر اس شہر کی شان کو دوبالا کیا۔ ۸۴۰ء میں راجہ بھوج قنوج کی ریاست پر حکمران تھا۔ یہ پریہار

خاندان نے تھا۔ اس کی وفات کے بعد سلطنت
قنوج کو زوال آنا شروع ہوا۔ اور بہت سے
علاقے خود مختار ہو گئے۔ محمود غزنوی کے حملے
کے وقت اس خاندان کا آخری راجہ ترلوچن
پال مارا گیا۔ اور راٹھور خاندان نے حکومت
سنبھال لی۔ اس خاندان کا آخری راجہ جے چند
تھا۔ جس نے محمد غوری سے شکست کھائی +

۳۔ لاہور میں پال خاندان کے راجپوت راجے حکمران
تھے۔ اس کے آخری راجے جے پال اور انند پال
نے سبکتگین اور محمود غزنوی سے شکست کھائی۔
اور محمود نے ۱۰۲۵ئہ میں لاہور کو اپنی سلطنت
میں شامل کر لیا +

۴۔ کشمیر کے حالات پنڈت کلہن کی مشہور کتاب
راج ترنگنی سے ملتے ہیں۔ اس میں مندرج ہے
کہ کشمیر میں پہلے سنتھین اور ہن قومیں حملہ آور
ہوئیں۔ اور پھر کوٹ خاندان حکمران رہا۔ اس
خاندان میں بیلا دتیہ ایک مشہور راجہ ہوا ہے۔
جس کی سلطنت تبت تک پھیلی ہوئی تھی۔
اس نے ۳۶ سال کے قریب راج کیا۔ اس
راجہ کے عہد میں کشمیر کو بہت ترقی ہوئی۔
۱۳۳۹ئہ میں مسلمان بادشاہوں نے اس کو
اپنے قبضے میں کر لیا +

۵۔ مالوہ میں پرمار خاندان کے راجپوت حکومت

کرتے تھے۔ اور راجہ بھوج اس خاندان کے بڑے
مشہور راجہ تھے۔ انہوں نے سنسکرت زبان کی
اشاعت کے لئے قابل تعریف کام کئے۔ راجہ بھوج
کے متعلق کئی قصے زبان زد خلائق ہیں +

راجہ بھوج ۱۰۱۸ء میں گدی پر بیٹھا۔ دھارا اس
کا صدر مقام تھا۔ یہ راجہ بڑا علم دوست تھا۔
اس نے علم نجوم اور شاعری کے متعلق کئی کتابیں
لکھوائیں۔ دھارا میں ایک درسگاہ بھی قائم
کی۔ اس خاندان کے راجے تیرھویں صدی عیسوی
تک حکمران رہے۔ آخر کار مسلمان بادشاہوں
نے اس علاقے کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں
شامل کر لیا +

۶۔ بنگال اور بہار:- بنگال میں پال خاندان کے
راجے حکمران تھے۔ اس ریاست کی بنیاد گوپال
نے رکھی تھی۔ اس کا لڑکا دھرم پال بڑا عالی
مرتبہ راجہ ہوا ہے۔ ان راجوں نے کئی درسگاہیں
قائم کیں۔ اور بدھ مذہب کی اشاعت کے لئے
دوسرے علاقوں میں واعظ بھیجے۔ اس خاندان کے
بعد سین خاندان قابض ہو گیا۔ سین خاندان کا
آخری راجہ لکشمن سین مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔
راجپوتوں کے عہد میں سنسکرت علم ادب کو بہت
ترقی ہوئی۔ برہمنی مذہب نے دوبارہ عروج حاصل
کیا کئی فاضل اور ادیب پیدا ہوئے بھوبھوتی بھی

زمانے کا قابل فخر شاعر ہُوا ہے۔ پنڈت کلہن نے اسی زمانہ میں راج ترنگنی تصنیف کی جو کشمیر کی مستند تاریخ مانی جاتی ہے +

صنعت و حرفت میں بھی کافی ترقی ہوئی۔ ہندوؤں نے کئی عالیشان مندر تعمیر کرائے۔ فن مصوری کو بھی کمال حاصل ہُوا۔ اس زمانے کی بہت سی تصویریں نیپال کے عجائب گھر میں موجود ہیں +

علاوہ بریں علم جوتش، نجوم۔ حکمت اور علم الحیوانات پر کئی کتابیں لکھی گئیں۔ اس زمانے میں ہندو سوسائٹی تغیّر در تقسیم ہو کر کئی ذاتوں میں منقسم ہو گئی۔ برہمنوں کا اقتدار بڑھ گیا۔ عوام میں ان کی عزت حد سے زیادہ ہو گئی۔ برہمنوں کے بعد راجپوتوں کو درجہ دیا گیا۔ صدق دل سے تیرتھ یاترا ہونے لگی +

سوالات

۱۔ راجپوت کون تھے؟ ان کے قومی خصائل بیان کرو +
۲۔ راجپوت ریاستوں کا مختصر حال لکھو؟
۳۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھو:۔
شنکر اچاریہ۔ رامانج۔ کمارل بھٹ۔ کلہن۔ جوہر +
۴۔ راجپوتوں کے عہد میں ملک نے کیا ترقی کی؟
۵۔ بدھ مت کے زوال کے اسباب بتاؤ۔

پندرھواں باب
جنوبی ہند کی ریاستیں

کوہ بندھیا چل کے جنوب کا علاقہ، شمالی ہند سے ہمیشہ الگ رہا ہے۔ شمالی ہند کے واقعات کا اس پر بہت کم اثر پڑا ہے۔ اشوک کے عہد میں دکن کا علاقہ اندھرا اس کی سلطنت میں شامل تھا۔ لیکن خاندان موریا کے زوال کے بعد یہ پھر خود مختار ہو گیا۔ چنانچہ دکن میں بھی کئی راجپوت ریاستیں قائم ہو گئیں۔ جن کا مختصر حال درج ذیل ہے :-

اندھرا خاندان - اس خاندان کے چوبیس راجے گزرے ہیں۔ جنھوں نے چار سو پچاس سال کے قریب حکومت کی۔ یہ راجے بدھ مذہب کے پیرو تھے۔ ملک میں امن و امان قائم تھا۔ ان کے عہد میں صنعت و حرفت اور تجارت کو خوب ترقی ہوئی۔ اس خاندان کے کئی راجوں کے سکے برآمد ہوئے ہیں +

پہلو خاندان - اس خاندان کی مسلسل تاریخ کا

پتہ نہیں چلتا۔ صرف کتبوں سے تھوڑے بہت حالات معلوم ہوئے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کانچی ورم ان کا دارالخلافہ تھا۔ چینی سیّاح ہیون سانگ بھی اس ریاست میں گیا تھا +

چالوکیہ خاندان ۔ یہ خاندان اگنی کل راجپوتوں کی اولاد سے تھا۔ اور برہمنی مذہب کا پیرو تھا۔ لیکن دیگر مذاہب کو بھی اس عہد میں مکمل آزادی تھی ۔ پلک سین نامی اس خاندان کا بڑا مشہور راجہ ہؤا ہے ۔ ہیون سانگ اس کے متعلق لکھتا ہے کہ "یہ بڑا دلاور اور مغرور بادشاہ تھا۔ اس پر مہاراجہ ہرش نے حملہ کیا ۔ لیکن شکست کھائی ۔ فارس کے بادشاہ کا سفیر اس کے دربار میں موجود تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ اس کے عہد میں ہندوستان اور فارس میں باہمی تعلقات قائم تھے"+

یادو خاندان ۔ یادو بنسی خاندان کا ذکر مہابھارت میں بھی آیا ہے ۔ اس خاندان کے لوگ شری کرشن جی کی اولاد سے کہلاتے ہیں +

کچھ عرصہ تو یہ چالوکیہ خاندان کے ماتحت رہے اس کے بعد خود مختار ریاست قائم کر لی ۔ سنگھن اس خاندان کا مشہور راجہ ہؤا ہے ۔ ابتدا میں یہ لوگ ، جین مت کے حامی تھے ۔ پھر بدھ مذہب کے

پیرو بن گئے - علاؤ الدین کے جرنیل ملک کافور نے ۱۳۰۷ء میں ان پر چڑھائی کی اور اس وقت کے حکمران راجہ رام چندر نے اطاعت قبول کر لی ؛

چولا خاندان - خاندان چولا - چیرا اور پانڈیا کی نسبت مورخین کا خیال ہے - کہ یہ دراوڑ نسل سے تھے - اسی لئے ان کا تمدن شمالی ہند کے باشندوں سے بالکل مختلف تھا - یہ ریاستیں جزیرہ نمائے ہند کے ٹھیک جنوب میں واقع تھیں - چولا خاندان کی حکومت شمال میں تھی - یہ لوگ بڑے ہوشیار تاجر تھے - جہازوں کے ذریعے سے مال دوسرے ملکوں میں بھیجتے تھے - ساحل کارومنڈل پر ان کی ایک مشہور بندرگاہ تھی - ترچناپلی دارالخلافہ تھا ؛

چیرا خاندان - ان کی حکومت ساحل مالا بار پر تھی - یہ علاقہ بڑا ناہموار ہے - یہاں کے لوگ بھی تجارت پیشہ تھے - موتی اور دیگر قیمتی چیزیں ہمسایہ ممالک میں بھیجتے تھے - رانچی ان کی راج دھانی تھی - اور مجوری اس کی مشہور بندرگاہ ؛

پانڈیا خاندان - ان تینوں سلطنتوں میں سے پانڈیا کی سلطنت زیادہ وسیع تھی - پہلے تو ان کی راجدھانی کورکئی تھی - یہ بڑی زبردست بندرگاہ

[illegible] بعد میں مدورا دارالخلافہ مقرر ہوا۔ [illegible]
تک یہ خاندان بالکل خود مختار رہا ۔ پھر
چولا خاندان نے اسے اپنا باجگزار بنا لیا۔
لیکن دوبارہ آزاد ہو کر ۱۵۶۷ء تک حکومت
کرتا رہا +

اس عہد پر سرسری نظر ۔ جنوبی ہند کے تین
طرف سمندر ہے ۔ سمندر میں سے موتی اور مونگے
وغیرہ نکلتے ہیں ۔ اور یہ قدرتی بحری پیداوار
ہند کی دولت میں کافی اضافہ کرتی رہی ہے۔
پرانے زمانے میں تامل قوم کے لوگ ان
چیزوں کی بہت تجارت کرتے تھے +
تصویر کشی اور سنگ تراشی میں بھی یہاں کے
لوگوں کو کمال حاصل تھا ۔ لوگوں کا پیشہ عموماً
زراعت تھا ۔ لیکن صنعت و حرفت بھی ترقی
پر تھی +
سنسکرت علم ادب کے علاوہ یہاں کئی ورنیکولر
زبانیں پیدا ہو گئیں ۔ چنانچہ گنگا اور جمنا کے
دوآبے میں برج بھاشا کا رواج ہو گیا ۔ فنون
لطیفہ کو بہت ترقی ہوئی ۔ لوگ خوشحال تھے +

سوالات

۱ ۔ راجپوتوں کے عہد میں جنوبی ہند میں کس کس خاندان
کی حکومت تھی ؟

۳۔ بہمنی، بیجاپور یا [illegible] کے مختصر حالات بیان کرو؟

۴۔ دکن کے لوگوں کی تجارت اور صنعت و حرفت کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟

سولھواں باب

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد

جس زمانے میں مہاراجہ ہرش یہاں حکومت کرتا تھا۔ اس وقت ہندوستان کے ہمسایہ ملک عرب کی عجیب حالت تھی۔ ملک بھر میں جہالت کا دور دورہ تھا۔ تہذیب نام کو بھی نہ تھی۔ کوئی برائی ایسی نہ تھی۔ جو اہلِ عرب میں نہ پائی جاتی ہو۔ شراب نوشی اور خانہ جنگی اُن کی گھٹی میں داخل تھیں۔ غرض عرب کی حالت اُس وقت نہایت ابتر تھی +

عرب کے اُس پر از گناہ اور تاریک دور میں کسی مصلح کی سخت ضرورت تھی۔ چنانچہ قدرت کو اُن کی حالتِ زار پر رحم آیا۔ اور مکّہ کے شہر میں قبیلہ قریش کے ایک معزز امیر حضرت

[illegible] اسلام [illegible] عبداللہ کے [illegible]
پیدا ہوئے۔ پیدائش سے پہلے آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کا ذمہ لیا۔ لیکن چھ سال کی عمر میں آپ کی والدہ اور دس سال کی عمر میں دادا کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ اب ابو طالب جو آپ کے چچا تھے۔ مربّی بنے۔ اور ۲۵ سال تک اُس دُرِ یتیم کو جان سے عزیز تر سمجھ کر حفاظت و پرورش کرتے رہے +

حضرت محمدؐ ابتدا ہی سے راست بازی اور دیانت داری میں مشہور تھے۔ حتیٰ کہ آپ امین کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ آپ کی دیانت داری کی خبر عرب کی مشہور مالدار خاتون حضرت خدیجہؓ نے بھی سُن پائی۔ انہوں نے آپ کو اپنا تجارتی کاروبار سونپ دیا۔ وہ بیوہ تھیں۔ اور چالیس سال کی عمر میں حضرتؐ سے نکاح کر لیا +

چالیس سال کی عمر میں آپ نے اظہار نبوت کیا۔ اور لوگوں کو تلقین کرنی شروع کی +

آپ کی تعلیم بہت سادہ اور عام فہم تھی۔ "خدا ایک ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ اُسی کی پوجا لازمی ہے۔ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں" +

اس پرچار سے عرب کے بُت پرست آپ کے دشمن بن گئے۔ اور ہر قسم کی تکلیف پہنچانے کے

در پے ہوئے۔ آخرکار مخالفت یہاں تک بڑھ

گئی کہ آپ کو ۶۲۲ء میں مکہ چھوڑ کر مدینہ میں جا کر پناہ لینی پڑی ۔ اس ترک وطن کے واقعہ کو ہجرت کہتے ہیں ۔ مسلمانوں کا سنہ ہجری یہیں سے شروع ہوتا ہے +

اہلِ مدینہ نے آپ کا بڑی عقیدت اور گرمجوشی سے استقبال کیا ۔ اور دھڑا دھڑ آپ کے مرید ہونے لگے ۔ مقلدوں کی تعداد روز بروز بڑھتی چلی گئی ۔ جو شخص بھی توجہ سے آپ کا وعظ سُنتا ۔ اُن کا ہو جاتا ۔ مذہبی پروانوں میں شامل ہونا اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتا +

اہلِ مکہ کو بھی سب خبریں پہنچتی رہتی تھیں ۔ وہ اپنے مذہب کی توہین برداشت نہ کر سکے ۔ اور کئی دفعہ زبردست مقابلہ کیا ۔ لیکن شکست پر شکست کھاتے رہے ۔ آخرکار حق غالب آیا ۔ اور مکہ بھی فتح ہو کر آپ کا حلقہ بگوش بن گیا +

آپ نے جس مذہب کی اشاعت کی اُسے "مذہب اسلام" کہتے ہیں ۔ اور اس کے ماننے والوں کو "مسلمان"۔ قرآن مجید مسلمانوں کی الہامی کتاب ہے ۔ حضرت محمدؐ نے ۶۳۲ء میں انتقال فرمایا ۔ اس وقت تک قریباً تمام عرب مسلمان ہو چکا تھا +

یہ آپ کی تعلیم کا ہی اثر تھا کہ جاہل اور

اکھٹے عرب ایک مہذب اور شائستہ قوم بن گئے۔

اہل عرب جہاں پہلے اپنی برائیوں کی وجہ سے دنیا بھر میں بدنام تھے۔ وہاں اب پاک بازی، نکوکاری اور معاملہ فہمی کے لئے دنیا بھر میں مشہور ہو گئے۔
بانیٔ اسلام کی تعلیم نے اہل عرب تو درکنار وحشی حبشیوں تک کو بہترین انسان بنا دیا۔ حضرت بلال رضؓ کی زندگی اس کا صحیح نمونہ ہے۔ حضرت بلال رضؓ افریقہ کی حبشی قوم سے تھے۔ انہیں حضرت محمدؐ سے غائبانہ عقیدت اور محبت پیدا ہو گئی۔ اور مسلمان ہو گئے۔ ان کا آقا طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتا۔ تپتی ہوئی ریت پر ننگے بدن لٹاتا۔ تاکہ اسلام سے ان کا دل برگشتہ ہو جائے۔ لیکن یہ جذبۂ محبت تکلیفوں سے اور بڑھتا گیا۔ حتےٰ کہ بانیٔ اسلام کو بھی ان کے حالات سے آگاہی ہوئی۔ آپ نے انہیں خرید کر اپنا مقبول صحابی بنا لیا۔ اور اذان دینے کی خدمت ان کے سپرد ہوئی۔ زندگی بھر حضرت بلال رضؓ اس خدمت کو صدق دل سے بجا لاتے رہے اور رسولِ کریمؐ کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد آپ کے غم میں جان دے دی +
حضرت محمدؐ کے بعد چار خلیفے حضرت ابوبکر رضؓ حضرت عمر رضؓ۔ حضرت عثمان رضؓ اور حضرت علی رضؓ یکے بعد دیگرے آپ کے تختِ خلافت پر بیٹھے۔

انہوں نے اسلام کی اشاعت اور خدمت میں

قابل تعریف کام کیا۔ بہت سے ملک فتح کئے۔
ان کا عہد تبلیغ اسلام، اصلاحِ رسوم اور انصاف
کا عہد تھا۔ حضرت علیؓ علم و فضل اور بہادری
میں یکتائے روزگار تھے۔ ان کے مختصر حالات
یہاں درج کئے جاتے ہیں +

حضرت علیؓ رسول کریمؐ کے بہت قریبی رشتہ دار
ہونے کے علاوہ داماد بھی تھے۔ سب سے پہلے
آپ نے ہی اسلام کی حمایت کا بیڑا اٹھایا۔ خدمت
اسلام کے لئے آپ نے وہ وہ کام کئے۔ کہ
مسلمانوں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی ان کی تعریف
کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ آنحضرتؐ کی زندگی میں
اکثر فتوحات انہیں کے زور بازو سے حاصل
ہوئیں۔ اسی لئے حیدری ذوالفقار ضرب المثل
بن گئی ہے۔ مشہور ہے کہ آپ نے کئی دفعہ
محتاجوں کو سب کچھ راہ خدا میں
دے دیا۔ آپ کو خود غرضی اور نفسانیت سے
اتنا ہی بُعد تھا۔ جتنا روشنی کو تاریکی سے۔ کہتے
ہیں۔ ایک دفعہ آپ کسی مخالفِ اسلام سے جنگ
میں مصروف تھے۔ حریف بھی ایک مشہور جنگجو
پہلوان تھا۔ لیکن حضرت علیؓ سے مقابلہ کرنا
مذاق نہ تھا۔ ایک ہی وار میں زمین پر آ رہا۔
حضرت علیؓ نے اس کی چھاتی پر بیٹھ کر سر

کاٹنے کا ارادہ کیا۔ لیکن فوراً ہی اُس شخص نے آپ کے چہرہ پر تھوک دیا۔ تھوکنے کی دیر تھی۔ کہ حضرت علیؓ اُسے چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور قتل کا ارادہ ترک کر دیا۔

آپ کے حریف کو سخت حیرانی ہوئی۔ اُس نے حضرت علیؓ سے پوچھا "میں نے تو بے بسی کے عالم میں آپ کو آخری تکلیف دینے کی کوشش کی۔ خیال تھا کہ آپ غصے میں آ کر مجھے قتل کرنے میں اور جلدی کرینگے۔ لیکن خلاف توقع آپ نے قتل سے ہاتھ اٹھا لیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا ماجرا ہے"۔

حضرت علیؓ نے جواب دیا "پہلے تو میں محض خدا کے دین کی حفاظت کے لئے لڑ رہا تھا۔ اس میں خالص خدا کی خوشنودی مقصود تھی۔ لیکن جب تم نے میرے چہرہ پر تھوکا۔ مجھے تمہارے اس فعل پر غصہ آ گیا۔ اب اس حالت میں میرا ہر فعل خدا کے لئے نہیں بلکہ ذاتی غرض پر مبنی ہوتا۔ میں یہ ہرگز گوارا نہیں کر سکتا۔ کہ اپنی ذات کے لئے کسی شخص کو نقصان پہنچاؤں"۔ اس شخص کے دل پر حضرت علیؓ کی اس بے غرضی اور عفو کے واقعہ نے اتنا اثر کیا کہ وہ اُسی وقت مسلمان ہو گیا۔

ان کے عہد میں معاویہ گورنر شام کے ساتھ

جنگ ہوتی رہی - جنگ کے دوران میں ہی حضرت علیؓ کو ماہ رمضان ۴۰ھ میں ایک شخص عبدالرحمٰن ابن ملجم نے کسی مالی لالچ کی خاطر مسجد میں تلوار سے زخمی کر دیا - چنانچہ تیسرے روز ترسیٹھ برس کی عمر میں آپ نے وفات پائی ۔

حضرت علیؓ اور معاویہ امیر شام کی لڑائیاں شروع ہی تھیں کہ حضرت علیؓ نے شہادت پائی۔ حضرت علیؓ کے بعد آپ کے بڑے بیٹے حضرت امام حسنؑ کو مخالفین نے زہر دے کر شہید کر دیا - اور چھوٹے بیٹے حضرت امام حسینؑ کو یزید بن معاویہ نے کربلا کے ریگستان میں بھوکے پیاسے اقربا کے ساتھ بڑے ظلم و ستم سے شہید کر ڈالا۔ کیونکہ یزید عرب و عراق کا خود مختار بادشاہ بننا چاہتا تھا - اور وہ امام حسینؑ کو اُن کے اثر و رسوخ کی وجہ سے اپنی سلطنت کے لئے خطرناک سمجھتا تھا - ادھر امامؑ بھی یزید کو اصولِ اسلام سے منحرف دیکھ کر جائز خلیفہ تسلیم نہیں کرتے تھے ۔

اسی واقعہ کی یاد تازہ کرنے کے لئے شیعہ ہر سال ماہ محرم میں ماتم کرتے ہیں - ۱۰- محرم کا دن "روز عاشورہ" کہلاتا ہے - اور اسی دن امام حسینؑ شہید ہوئے تھے ۔

اس کے بعد کئی خلیفے مقرر اور معزول ہوتے

رہے - اِن خانہ جنگیوں کی بدولت مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا - آخرکار سلطنت ایک خاندان کی وراثت قرار دی گئی - اور باپ کے بعد بیٹا تخت نشین ہوتا رہا - عباسیہ خاندان کے عہد میں اسلام کو بہت ترقی ہوئی - قرآن شریف اور حدیثوں کی خوب اشاعت ہوئی - تاریخ نویسی باقاعدہ شروع ہو گئی - عربوں نے اس زمانہ میں الجبرا - حساب - اقلیدس - فلسفہ، علم ہیئت اور نجوم میں کافی ترقی کی - تجارت بھی اس وقت زوروں پر تھی - ہندوستان کا مال یورپ کی منڈیوں میں انہی کی معرفت فروخت ہوتا تھا ؎

خلفاء عباسیہ کی سلطنت سپین پرتگال سے لے کر افغانستان تک پھیل گئی - اس کے بعد ہندوستان سے گذر کر جاوا سماٹرا تک پہنچ گئی - ان خلفاء میں سے خلیفہ ہارون رشید اور مامون رشید زیادہ مشہور تھے - ان کا دارالخلافہ بغداد تھا -

۷۱۱ء میں بصرے کا گورنر حجاج بن یوسف تھا - اس کے عہد میں سندھ کے ڈاکوؤں نے عرب مسلمانوں کا ایک جہاز لوٹ لیا - مسلمان تاجروں نے حجاج کے پاس شکایت کی - چنانچہ حجاج نے خلیفہ کی اجازت سے محمدؐ بن قاسم کی سرکردگی میں سندھ پر حملہ کرنے کے لئے فوج

بھیجی۔ سندھ اور ملتان کے راجاؤں نے مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی۔ اور سندھ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن محمدؐ بن قاسم کی واپسی کے بعد یہ علاقے مسلمانوں کے ہاتھوں سے رفتہ رفتہ نکل گئے

اس وقت مذہب اسلام تمام وسط ایشیا میں پھیل چکا تھا۔ فارس کے جن لوگوں نے دینِ اسلام قبول نہ کیا۔ وہ ہند میں آ بسے۔ اور پارسی کہلائے۔ آج کل یہ لوگ زیادہ تر بمبئی کے علاقے میں آباد ہیں۔ یہ بڑے تاجر اور دولتمند ہیں +

سوالات

۱۔ بانیٔ اسلام کی زندگی کے حالات درج کرو ؟
۲۔ اسلام سے پہلے عرب کی کیا حالت تھی ؟
۳۔ حضرت محمدؐ صاحب کی تعلیم کیا تھی ؟
۴۔ اس تعلیم سے عربوں کی تہذیب پر کیا اثر ہؤا ؟
۵۔ حضرت علیؓ کی زندگی کے حالات بیان کرو ؟
۶۔ محمدؐ بن قاسم کے سندھ پر حملہ کے متعلق تم کیا جانتے ہو ؟

سترھواں باب

محمود غزنوی

کچھ مدت بعد ہندوستان کے شمال مغرب میں مسلمانوں کی بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں بن گئیں۔ ان میں سے غزنی کی سلطنت نے بہت ترقی کی۔ ۹۶۲ء میں الپتگین یہاں کا خود مختار بادشاہ تھا۔ اس کی وفات کے بعد ۹۷۷ء میں اُس کا غلام سبکتگین تخت نشین ہوا۔ یہ بچپن ہی سے بڑا ہونہار تھا۔ تخت نشینی کے بعد اس کے اور جوہر کھلے۔

اس وقت پنجاب میں راجہ جے پال حکمران تھا۔ اور لاہور اس کی راجدھانی تھی۔ راجہ جے پال نے سبکتگین کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنے کے لئے درہ خیبر کی راہ افغانستان پر حملہ کیا۔ لیکن شکست کھائی۔ اور تاوان جنگ ادا کرنے کا عہد کرکے واپس آیا۔ لاہور پہنچ کر تاوان ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ سبکتگین نے عہد شکنی کی سزا دینے کے لئے راجہ جے پال

پر چڑھائی کی۔ اور اُسے شکست دے کر اس کے علاقہ پر قبضہ کر لیا +

سبکتگین کی وفات کے بعد ۹۹۷ء میں اُس کا بیٹا محمود تخت نشین ہوُا۔ اس وقت اس کی عمر ۲۶ سال کی تھی۔ یہ بڑا بہادر اور دلیر تھا۔ اسلام کا پرُجوش پیرو تھا۔ اس نے ۳۳ سال تک حکومت کی۔ اپنے عہد سلطنت میں متعدد بار ہندوستان پر حملہ آور ہوُا۔ اور ہر دفعہ کامیاب ہو کر واپس پھرا۔ اس کے چار حملے زیادہ مشہور ہیں؛

۱۔ ۱۰۰۱ء میں محمود غزنوی نے پشاور پر حملہ کیا۔ پنجاب کے راجہ جے پال نے مقابلہ کیا۔ اور شکست کھائی۔ لیکن اس شکست سے وہ ایسا شرمندہ ہوُا۔ کہ جیتے جی چتا میں بیٹھ کر جل مرا۔ جے پال کے بعد اُس کا بیٹا اننگ پال گدی پر بیٹھا۔ ۱۰۰۷ء میں پھر محمود نے حملہ کیا۔ اننگ پال کی درخواست پر اجین۔ گوالیار۔ قنوج۔ دہلی اور کالنجر کے راجے اپنی اپنی فوجیں لے کر محمود کے مقابلے پر آئے۔ پشاور کے نزدیک بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ آخر اننگ پال کو شکست ہوئی۔ اور وہ مارا گیا۔ طرفین کے ۲۵ ہزار آدمی کام آئے +

۲۔ ۱۰۰۹ء میں محمود نے کانگڑہ کے علاقے کو

زیر کرکے قلعہ نگر کوٹ کا محاصرہ کر لیا۔ محصورین نے جب اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھی۔ تو محمود کی فتح تسلیم کر لی۔ اور بہت سا مال و دولت دے کر رخصت کیا +

۳- ۱۰۰۷ء سے ۱۰۱۸ء تک محمود نے کشمیر اور متھرا وغیرہ فتح کرکے قنوج پر حملہ کی ٹھانی۔ چنانچہ دریا۔ جنگل اور ریگستان عبور کرکے قنوج جا پہنچا۔ قنوج کے راجہ نے بغیر لڑائی کے اطاعت قبول کر لی۔ اس واسطے محمود مقرر کردہ خراج کا مناسب حصہ وصول کرکے غزنی واپس چلا گیا +

۴- ۱۰۲۴ء میں محمود ملتان سے ہوتا ہؤا اجمیر پہنچا۔ اجمیر کا راجہ بمعہ رعایا ڈر کے مارے شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ محمود نے یہاں سے سومنات کا رخ کیا۔ سومناتھ گجرات کاٹھیاواڑ میں سمندر کے کنارے واقع ہے۔ یہاں ہندوؤں کا ایک بڑا مشہور مندر تھا۔ جہاں سومناتھ دیوتا کی پوجا ہوتی تھی۔ دور دور سے ہزاروں جاتری درشنوں کے لئے آتے تھے۔ مہینے میں دو دفعہ میلہ لگتا تھا۔ چاند گرہن کے موقعہ پر یہاں کی رونق قابل دید ہوتی تھی۔ ایک ہزار برہمن پوجا پاٹ کے لئے مقرر تھے۔ پانچ سو عورتیں بھجن گایا کرتی تھیں۔ دو سو گاؤں

جب محمود مندر کے نزدیک پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ لاتعداد فوجیں پرے جمائے مندر کی حفاظت کے لئے تیار ہیں۔ دو دن تک غضب کی لڑائی ہوتی رہی۔ دونوں طرف سے مذہبی پروانے اپنی جانیں نثار کر رہے تھے۔ اس جنگ میں محمود کو اندازہ ہوا کہ ہندی بیروں کا مقابلہ کرنا آسان چیز نہیں۔ لیکن یہ بھی غضب کا بہادر تھا۔ ایسا جان توڑ کر لڑا کہ فتح پائی +

یہاں سے اُسے بہت سا مال و دولت ملا۔ اُسے لے کر غزنی واپس چلا گیا۔ غزنی پہنچ کر ملک کے انتظام میں مصروف ہو گیا۔ آخر ۱۰۳۰ء میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی +

محمود اپنے زمانے کا بہادر جرنیل اور مشہور فاتح ہوا ہے۔ اسے عمارتیں بنوانے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ اس نے غزنی میں ایسی ایسی خوبصورت عمارتیں۔ محلات اور مسجدیں بنوائیں کہ لوگ اُسے "عروس البلاد" کہنے لگے +

وہ علماء اور شعرا کا بہت قدردان تھا۔ اُس کے دربار میں بڑے بڑے عالم فاضل اور شاعر ہر وقت موجود رہتے تھے۔ اُن میں سے البیرونی اور فردوسی بہت مشہور ہیں۔ البیرونی ایک عربی

مورّخ جوتشی اور سنسکرت علم ادب کا عالم تھا۔ اُس نے ہندوستان کا جغرافیہ اور محمود کے حالات قلمبند کئے ہیں +

فردوسی ایران کا ایک مایہ ناز شاعر تھا۔ اُس نے فارسی نظم میں شاہنامہ لکھا۔جس کا مقابلہ کوئی بھی فارسی رزمیہ نظم آج تک نہیں کر سکی +

عنصری ، فرخی اور عسجدی بھی سلطان محمود کے قابل قدر درباری شاعر تھے +

محمود اپنی منصف مزاجی کے لئے بھی بہت مشہور ہے۔ وہ غریبوں اور مظلوموں کی دادرسی اپنا مقدم فرض سمجھتا تھا +

علم و ادب کا بڑا دلدادہ تھا۔ اس نے غزنی میں ایک یونیورسٹی قائم کی۔ طلبا کے لئے وظائف مقرر کئے۔ کئی لائبریریاں اور عجائب خانے بنوائے +

البیرونی لکھتا ہے۔کہ " اس وقت ہندوستان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا۔راجے رعایا سے پیداوار کا ۱/۶ حصہ بطور لگان وصول کرتے تھے۔ برہمنوں کی بہت عزت تھی۔ ان سے کسی قسم کا ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا۔ انہیں قانونی رعائتیں بھی حاصل تھیں۔ برہمن لوگ سزائے موت سے مستثنیٰ تھے۔ قانون فوجداری سخت نہ تھے۔ ستی کا رواج تھا" +

محمود کی وفات کے بعد اُس کے خاندان میں

سے کوئی ایسا قابل شخص نہ تھا۔ جو اتنی وسیع سلطنت کو سنبھال سکتا۔ اُس کے بیٹے محمدؐ اور مسعود ہر وقت آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ اس خانہ جنگی سے انہوں نے اپنی حالت خود تباہ کر ڈالی۔ غرض سو سال تک سلطنتِ غزنی میں فتنہ و فساد برپا رہا۔ اسی اثناء میں خاندانِ غور نے زور پکڑا۔ اور غزنی پر حملہ کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔ غور خاندان میں سے شہاب الدین محمد غوری نے ہندوستان کا رُخ کیا۔ اس وقت دہلی میں پرتھوی راج حکمران تھا۔ جو بہت سی فوج لے کر مقابلہ کے لئے آیا۔ ۱۱۹۱ئہ میں تراوڑی کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ محمدؐ غوری شکست کھا کر واپس چلا گیا۔ لیکن اُس کے کچھ عرصہ بعد جے چند والئے قنوج نے اپنی لڑکی سنجوگتا کا سوئمبر رچایا۔ اور پرتھوی راج کا بُت بطور دربان کھڑا کیا۔ سنجوگتا نے مجسمے کے گلے میں ہار ڈال دیا۔ پرتھوی راج اُسے گھوڑے پر بٹھا کر لے اُڑا۔ جس سے دشمنی اور بھی بڑھ گئی۔ ۱۱۹۳ء میں محمد غوری نے پھر حملہ کیا۔ اور تھانیسر کے مقام پر پرتھوی راج کو شکست دی۔ اور اُس کے ایک سال بعد جے چند کو بھی شکست دے کر قطب الدین ایبک کو اپنا نائب چھوڑ کر واپس چلا گیا +

اس زمانہ میں فنِ تحریر باقاعدہ جاری ہو چکا

تھا۔ اس لئے مسلمانوں کی تاریخ بڑی قابل اعتبار ہے۔ مورخین اور سیاحوں کے علاوہ مسلمان بادشاہوں نے اپنے حالاتِ زندگی خود تحریر کئے ہیں۔ جو ہر لحاظ سے صحیح ہیں۔

اسلامی عہد کے تاریخی حالات جو آئندہ ہم بیان کریں گے۔ بہترین تاریخی ماخذ کا نتیجہ ہیں۔ جن میں سے بادشاہوں اور امرا وزراء کی تحریر شدہ سوانح عمریاں۔ مثلاً تزک بابری۔ اکبرنامہ تزک جہانگیری وغیرہ۔ سرطامس رو اور برنیر وغیرہ سیاحوں کے سفرنامے اور مختلف تاریخیں۔ اور بادشاہوں کے خطوط بہت اہمیت رکھتے ہیں*

سوالات

۱۔ سبکتگین نے راجہ جے پال والئے لاہور پر کیوں حملہ کیا؟

۲۔ محمود غزنوی کے ہندوستان پر چار مشہور حملوں کے حالات درج کرو؟

۳۔ محمود غزنوی کے خصائل بیان کرو؟

۴۔ مسلمانوں کے عہد کے تاریخی ماخذ کیا ہیں؟

۵۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھو؟
البیرونی۔ فردوسی +

اٹھارھواں باب

راجپوتوں کی تہذیب و تمدّن

آٹھویں صدی سے بارھویں صدی تک ہندوستان میں راجپوتوں کا زور رہا ہے۔ اُنہیں عروج بھی اسی زمانہ میں ہؤا۔ اور اُن کی طاقت کو زوال بھی اس زمانہ کے آخری حصہ میں آیا۔ یہ بتایا جا چکا ہے کہ راجپوت بڑی بہادر اور دلیر قوم ہے آن پر جان لڑا دیتے ہیں۔ یہ لوگ بہادر بھی تھے اور عالم بھی۔ اس زمانے کی تہذیب و تمدن کے متعلق جاننا تاریخی نقطہ نگاہ سے نہایت ضروری ہے ⁂

سماجی اور سیاسی زندگی یہ ذکر ہو چکا ہے کہ گپت خاندان کے عہد میں ہندو دھرم کو پھر عروج ہؤا۔ ذات پات کی تمیز دوبارہ زوروں پر ہو گئی۔ برہمنوں کی قدر بڑھ گئی۔ کشتری زور پکڑ گئے۔ شودروں کی حالت پھر خراب ہو گئی۔ یہ حالت کم و بیش ساتویں صدی عیسوی کے اخیر تک رہی۔ آٹھویں

صدی کے شروع میں راجپوتوں کو پھر عروج ہوُا۔ چونکہ راجپوت راجاؤں اور مہاراجوں کی اولاد سے تھے۔ اس لئے اُن کے عہد میں ذات پات کی قیود زیادہ سخت ہو گئیں۔ ایک ذات کئی فرقوں میں بٹ گئی۔ خود راجپوتوں کی کم و بیش تیس سے زیادہ گوتیں تھیں۔ دوسری ذاتوں سے میل جول بند ہو گیا۔ ویدوں کے ابتدائی زمانہ کے عہد کی یک جہتی اور قومیت جاتی رہی۔ راجپوت چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے راجے تھے۔ کوئی ایک دوسرے کو چکرورتی راجہ نہیں مانتا تھا جے چند نے چکرورتی مہاراجہ ہونے کا اعلان کیا تو پرتھوی راج نے اُس کی مخالفت کی۔

دیش قومیت کے جذبہ سے بے نیاز تھے۔ اُن کے خیالات تجارت تک ہی محدود تھے۔ آٹھویں صدی کے آغاز میں جو عرب تاجر مال و اسباب لے کر دکن میں مالا بار اور کارومنڈل کے ساحل پر اُترتے تھے۔ تو ویش اُن کی خوب آؤ بھگت کرتے۔ اُنہیں رہائش کے لئے مکان اور عبادت کے لئے مسجدیں بخوشی تیار کرنے دیتے۔ اُنہیں عربوں کے ساتھ تجارت کرنے میں بہت فائدہ ہوُا اُس زمانہ میں شودروں کو قومیت کے جذبہ سے کوئی سروکار نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ انہیں سوسائٹی میں بہت کم درجہ حاصل تھا۔ اُس عہد

ہیں راجپوت با اقتدار تھے - اس لئے بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ بھی صرف انہی کو کرنا پڑتا تھا - کیونکہ ویش اور شودر جو تعداد میں بہت زیادہ تھے - اس معاملہ سے بے تعلقی ظاہر کرتے تھے ٭

راجپوت اس قدر بہادر - دلیر اور جانثار ہونے کے باوجود کیوں بیرونی حملہ آوروں کے مقابلہ میں عموماً شکست کھاتے رہے - اور اُن آزادی کے پروانوں کو کیوں کئی بار قلعوں سے نکل کر جوہر کی رسم ادا کرنی پڑی - ایک طرف راجپوت تلواریں سونت کر نکل پڑتے - دوسری طرف اُن کی استریاں چتا میں جل کر مر جاتیں - حملہ آور کو فتح کے بعد لاشوں کے انبار اور راکھ کے ڈھیروں کے سوا کچھ نہیں ملتا - راجپوتوں میں آزادی کا یہ جذبہ اور پھر شکست پر شکست - اس کی وجہ یہی تھی - کہ ذات پات کی تمیز سے برہمنوں کے علاوہ دیگر قومیں اُن کی مددگار نہ ہوتی تھیں - کیونکہ یہ قومیں سمجھی بیٹھی تھیں - کہ راج راجپوتوں کے لئے اور چاکری اُن کے لئے - حاکم خواہ کوئی ہو - اُنہیں چاکری سے غرض ہے ذات پات کی ایسی تمیز نے جو متحدہ قومیت کو نقصان پہنچایا ہے - اس کا اب اہل ہند کو

احساس ہُوا ہے - اور اب سب قوموں کو برابر

کے سماجی حقوق دئے جا رہے ہیں ؂

مسلمانوں کی تہذیب

آٹھویں صدی سے مسلمانوں کے حملے شمال مغربی سرحد کی راہ سے شروع ہو گئے تھے۔ لیکن گیارہویں اور بارہویں صدی میں اِن حملوں نے مستقل صورت اختیار کر لی تھی۔ محمود غزنوی اور محمدؐ غوری کے حملوں کے وقت ہندوستان میں ہر طرف راجپوتوں کی ریاستیں قائم تھیں۔ لیکن ان ریاستوں نے راجہ اشوک اور چندرگپت بکرماجیت کی سلطنتوں جیسی وسعت یا اہمیت کبھی اختیار نہ کی۔ چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم تھیں۔ اور یہ راجے ایک دوسرے کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ ادھر حملہ آور مسلمان تھے۔ اُن میں ذات پات کی تمیز مطلقاً نہ تھی۔ وہ مساوات کے حامی تھے۔ مساوات اور اخوت پر جان دیتے تھے۔ بندہ و آقا کی کوئی تمیز نہ تھی۔ علامہ اقبال مرحوم نے مسلمانوں کی مساوات کا خوب نقشہ کھینچا ہے۔ ؎

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

مسلمانوں کی فوج میں کسی قوم کے سپاہی کے

دل میں یہ خیال نہ ہوتا تھا - کہ وہ صرف بادشاہ کی خاطر لڑ رہا ہے - ذاتی بہادری کے لئے ترقی کی تمام راہیں کھلی تھیں - ایک زرخرید غلام بادشاہ ہو سکتا تھا - خاندان غلاماں اس کی زندہ مثال ہے +

دو تین صدیوں تک راجپوتوں اور مسلمانوں کا مقابلہ ہوتا رہا - مسلمانوں کی فوج میں عموماً ترکی - افغانی اور ایرانی سپاہی ہؤا کرتے تھے دونوں اطراف کی قومیں بہادری اور جانبازی میں مشہور تھیں دونو طرف بہادر اور قابل جرنیل تھے - لیکن مسلمانوں کی کامیابی کی وجہ اُن کا سماجی نظام تھا - اس کے علاوہ ہندوستان میں ابھی متحدہ قومیت کا جذبہ پیدا نہیں ہؤا تھا - جس سے مسلمانوں کو کامیابی کا موقعہ مل گیا +

جب مسلمانوں کو ہندوستان میں آئے ہوئے عرصہ گذر گیا - تو اُن میں بھی آہستہ آہستہ بندہ و آقا کی تمیز ہونے لگی، مساوات اور اخوت کا جذبہ کم ہوتا گیا - تو وہ بھی بیرونی حملہ آوروں سے شکست کھانے لگے +

موجودہ زمانہ کے مورخین نے اس خیال کو قطعاً غلط ثابت کیا ہے کہ ہندوستان کے لوگ گرم ملک کے رہنے والے ہیں - اس لئے کمزور ہیں - اور حملہ آور سرد ملک کے رہنے والے تھے - اس لئے وہ طاقتور ہیں - اتنی صدیوں کے گذرنے

کے بعد بھی آج ہندوستان کے جاٹوں - مغلوں راجپوتوں اور سکھوں کا شمار دنیا کے بہترین سپاہیوں میں ہوتا ہے - اور یہ بہادری و جانبازی میں کسی سے کم نہیں ÷

راجپوتوں کا سیاسی نظام

سیاسی نظام میں کئی تبدیلیاں واقع ہو چکی تھیں - زیادہ تر راجہ مطلق العنان تھے - البتہ دس یا بارہ وزیر مختلف محکموں کی نگرانی کے لئے مقرر ہوتے - عدل و انصاف کے لئے عدالتیں قائم تھیں - برہمن اور کشتریوں کو قتل کے الزام میں جلا وطن کیا جاتا - مختلف جرائم کے لئے مختلف سزائیں مقرر تھیں - مثلاً جلتے ہوئے تیل میں ہاتھ ڈالنا - آگ پر چلنا وغیرہ وغیرہ +

مذہب اور فنون لطیفہ

ہندو مذہب میں کئی تبدیلیاں ہوئیں - قربانیاں بند ہو گئیں - لیکن بے شمار برت اور اسی قسم کی دیگر کئی مذہبی رسوم جاری ہو گئیں - سوامی شنکر آچاریہ جی، سوامی کمارل بھٹ - سوامی رامانج جی اور سوامی مادھو آچاریہ جی جیسے مجدد پیدا ہوئے - جنہوں نے خدائی وحدانیت کا پرچار کیا - مسلمان بھی ایک خدا کے قائل تھے - لیکن اُن میں ملّا یا مولوی نہ تھے - ہر مسلمان تمام مذہبی امور سر انجام دے سکتا تھا - توہم پرستی نام کو نہ تھی - مساوات کو بڑی اہمیت

حاصل تھی۔ یہ آگے چل کر معلوم ہو جائے گا کہ دونوں مذاہب ایک دوسرے پر کس طرح اثرانداز ہوئے ؛

راجپوت راجے عالموں کے بڑے قدردان تھے۔ اُن کے عہد میں سائنس۔ علم ادب۔ فلسفہ اور قانون پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ اسی زمانہ میں بھوبھوتی نے مشہور ناٹک 'مادھو مالتی' لکھ کر بے حد شہرت حاصل کی۔ اس دور میں بیتال نے پچیس افسانے لکھے جو بیتال پچیسی کے نام سے مشہور ہیں۔ کلہن نے راج ترنگنی لکھ کر عالمگیر شہرت حاصل کی +

اس دور کے تغیرات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ راجپوتوں میں شوقِ تعمیر بہت بڑھ گیا تھا۔ مالوے اور کھجرا کے مقام پر شوجی کے مندر یادگاریں ہیں +

سوالات

۱۔ راجپوتوں کے اوصاف اور خصائل بیان کرو +

۲۔ راجپوت ایک وسیع سلطنت بنانے میں کیوں ناکامیاب رہے ؟

۳۔ راجپوتوں کے عہد میں علوم و فنون میں کیا کیا ترقی ہوئی ؟

انیسواں باب

خاندانِ غلاماں

قطب الدین ایبک در اصل ایک تُرکی غلام تھا۔ اور اپنی لیاقت اور بہادری کی بدولت سپہ سالار بن گیا۔ جب اُس کے آقا محمدؐ غوری نے وفات پائی۔ تو اس نے خود مختاری کا اعلان کر کے شہر دہلی کو اپنا دارالخلافہ مقرر کیا۔ اس نے ہندوستان میں ایک خود مختار اسلامی سلطنت قائم کی۔ دریائے سندھ پار کے ملک سے اس کا کوئی تعلق نہ رہا +

قطب الدین بڑا بہادر، دانا، عادل اور سخی بادشاہ تھا۔ سخاوت کی وجہ سے لوگ اسے لکھ بخش یا لکھ داتا بھی کہتے تھے۔ اس کے عہدِ حکومت میں ہر طرح سے امن و امان رہا۔ رعایا اپنے بادشاہ سے نہایت خوش تھی +

اس نے موجودہ دہلی سے گیارہ میل کے فاصلے پر قصبہ مہرولی میں ایک لاٹھ بنوائی۔ جو قطب لاٹھ کے نام سے مشہور ہے۔ لاٹھ کے قریب ہی ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی۔ یہ دونوں عمارتیں

قطب الدین کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکیں۔ اس کے بعد لاٹھ تو اُس کے جانشین التمش نے مکمل کرا دی۔ لیکن مسجد نامکمل رہی +

لاٹھ کی سات منزلیں تھیں۔ بھونچال کی وجہ سے اوپر کی دو منزلیں گر گئیں۔ آج کل پانچ منزلیں قائم ہیں۔ لاٹھ کی بلندی ۲۵۸ فٹ اور زمین پر قطر ۴۷ فٹ ہے۔ اور اوپر ۹ فٹ۔ ۳۷۸ کے قریب سیڑھیاں ہیں۔ باہر کے سیاح اسے بڑے شوق سے دیکھنے آتے ہیں +

سنہ ۱۲۱۰ء میں قطب الدین چوگان (پولو) کھیلتا ہوا گھوڑے سے گر پڑا اور وفات پائی۔ اس کی قبر لاہور میں انار کلی بازار کے نزدیک لال چند سٹریٹ میں واقع ہے۔ اگرچہ اس نے صرف چار سال تک بادشاہی کی۔ لیکن نیابت کے زمانے میں اس نے اپنی فتوحات کی وجہ سے خوب شہرت حاصل کر لی تھی +

التمش، قطب الدین ایبک کا زر خرید غلام تھا۔ تھوڑے ہی عرصے میں اپنی لیاقت سے ترقی کر کے آقا کا منظور نظر اور پھر داماد بن گیا +

یہ بڑا بہادر سپاہی تھا۔ اس نے تمام صوبوں کو نئے سرے سے فتح کر کے اپنی سلطنت کو مضبوط کیا۔ جب شمالی ہند کے تمام صوبوں کو زیر کر چکا۔ تو ہندوستان میں ایک بڑی آفت نازل ہوئی۔

یعنی مغلوں کے سردار چنگیز خاں نے ہندوستان پر ہلّہ بول دیا۔ چنگیز خاں بڑا ظالم اور سنگدل تھا۔ جب منگولیا، چین اور ترکستان کو فتح کر چکا۔ تو افغانستان کو تہ و بالا کر ڈالا۔ پھر ہندوستان میں دریائے سندھ کے کنارے تک پہنچ گیا۔ آخر یہیں سے لُوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت کرکے واپس لوٹ گیا +

۱۲۵

التمش کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا رُکن الدین ۱۲۳۶ء میں تخت نشین ہؤا۔ لیکن یہ بڑا عیش پسند تھا۔ اس لئے تھوڑے ہی عرصے میں اُمرا نے بغاوت کرکے اسے قید کر دیا۔ اکبر کے زمانہ تک ہندوستان میں ایسا ہی ہوتا رہا۔ اگر بادشاہ زبردست ہوتا تو سب مرعوب رہتے۔ لیکن جب بادشاہ کمزور ہوتا۔ فوراً بدنظمی پھیل جاتی۔ صوبیدار خود مختار ہو جاتے یا وزرا بادشاہ کو معزول کرکے کسی اور کو اپنا حاکم مقرر کر لیتے۔ چنانچہ رکن الدین کو معزول کرکے اُس کی بہن رضیہ بیگم کو دہلی کے تخت پر بٹھایا گیا۔ مسلمانوں میں یہ پہلی عورت ہے۔ جو دہلی کے تخت پر بیٹھی۔ یہ بڑی ہوشیار اور عقل مند عورت تھی۔ اپنی رعایا کے آرام کا ہر وقت خیال رکھتی تھی۔ بڑی سیاستدان تھی۔ مردانہ لباس پہنتی اور آزادانہ دربار میں بیٹھتی تھی۔ انتظامِ سلطنت میں مردوں سے کسی طرح کم نہ تھی +

اس نے ایک حبشی غلام یاقوت نامی کو اپنا مقرّب

[illegible] کی وجہ سے دیگر امراء نے ناراض ہو
کر بغاوت کر دی ۔رضیہ سلطانہ نے اس بغاوت
کو فرو کرنے میں ہر ممکن کوشش کی لیکن بھٹنڈے
کے حاکم التونیہ سے شکست کھا کر قید ہوئی۔
بعد میں اُس نے اپنی طاقت کو بحال کرنے کی
امید پر التونیہ سے شادی کر لی ۔لیکن امراء میں
جذبۂ مخالفت بہت بڑھ گیا تھا۔ انہوں نے
باہم مل کر رضیہ اور اس کے خاوند التونیہ کو
قتل کر ڈالا ۔ اور اُس کے بھائی بہرام کو تخت
پر بیٹھا دیا۔ لیکن یہ بھی نالائق ثابت ہوُا۔
ملک میں فتنہ و فساد پہلے ہی سے برپا تھا۔
اسے رفع کرنا اور امن و امان قائم کرنا بہرام کی
طاقت سے باہر تھا۔ خود قید ہو کر مارا گیا۔
پھر التمش کا پوتا علاؤ الدین تخت نشین ہوُا لیکن
انتظام سلطنت میں ناکام ثابت ہوُا۔ ارکین سلطنت
نے اُس کے چچا ناصر الدین کو جو التمش کا سب
سے چھوٹا بیٹا تھا۔ دہلی بلا بھیجا یہ اُس وقت
پنجاب کا حاکم تھا۔ چنانچہ علاؤ الدین کو برطرف
کر کے ناصر الدین کو تخت پر بٹھایا گیا۔ یہ بڑا
خدا ترس اور پارسا شخص تھا۔ صوفیانہ اور
فقیرانہ زندگی کے باعث لوگ اسے درویش بادشاہ
کہتے ہیں۔

یہ بادشاہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے اپنے ذاتی

مصارف پورے کرتا تھا۔ اکثر کتابیں نقل کیا کرتا اور معمولی آدمیوں کی طرح انہیں بیچ کر بسر اوقات کرتا۔ خزانے سے کوڑی تک کو ہاتھ لگانا خیانت اور حرام سمجھتا تھا۔ گھر کے کام کاج کے لئے کوئی ملازم یا لونڈی مقرّر نہ تھی۔ بڑا علم دوست اور رحم دل بادشاہ تھا۔ سلطنت کا تمام کاروبار اس کے وزیر بلبن کے ہاتھ میں تھا +

ناصر الدین کے عہد میں قاضی منہاج سراج نے ایک کتاب طبقات ناصری لکھی۔ جس میں مسلمان بادشاہوں کے حالات درج ہیں +

۱۲۶۶ء میں سلطان ناصر الدین نے وفات پائی اس کے بعد اُس کا سپہ سالار غیاث الدین بلبن ساٹھ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ یہ بڑا بارعب اور جاہ و جلال والا بادشاہ تھا +

بلبن کی وفات کے بعد اُس کا پوتا کیقباد تخت پر بیٹھا۔ لیکن یہ نالائق ثابت ہُوا۔ بادشاہ بنتے ہی عیش و عشرت میں پڑ گیا۔ سلطنت میں فتنہ و فساد پھیل گیا۔ آخر کار جلال الدین خلجی حاکم پنجاب نے اسے مروا ڈالا۔ اور اس طرح خاندان غلاماں کا خاتمہ ہُوا +

سوالات

۱۔ خاندان غلاماں کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

۲۔ قطب الدین ایبک کے عہد کے حالات درج کرو؟
۳۔ التمش کے عہد کے واقعات بیان کرو؟
۴۔ رضیہ بیگم کون تھی۔ یہ کیوں مشہور ہے؟
۵۔ ناصر الدین کو درویش بادشاہ کیوں کہا جاتا ہے؟
۶۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھو؟
منہاج سراج ۔ امیر خسرو ۔ غیاث الدین بلبن ۔ یاقوت ۔ چنگیز خاں ؛

بیسواں باب
خاندانِ خلجی

کیقباد کی موت کے بعد ۱۲۹۰ء میں جلال الدین خلجی ۷۵ سال کی عمر میں دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ اور خاندانِ خلجی کی بنیاد رکھی ؛
یہ بڑا عادل اور رحم دل حکمران تھا۔ تخت نشین ہوتے ہی اس نے بہت سخاوت کی۔ لوگوں کو جاگیریں دیں۔ دشمنوں سے بہت نرمی سے پیش آتا تھا۔ اسی وجہ سے ملک میں بڑی ہلچل مچ گئی۔ اور

دشمنوں نے اسے بہت تنگ کیا۔ کڑا کے حاکم نے بغاوت کی۔ تو اُسے زیر کر لیا گیا۔ لیکن مالوہ اور رنتھمبور کے حاکموں کی سرکشی پر فوج کشی کرنے سے اس نے انکار کر دیا کہ جنگ میں خلقِ خدا کی خون ریزی ہوگی +

جلال الدین خلجی کے عہد کا سب سے مشہور واقعہ دکن کی فتح ہے +

دکن کی مہم اس کا بھتیجا علاؤ الدین دکن کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا۔ راہ میں اس نے یہ مشہور کر دیا کہ "میں اپنے چچا سے ڈر کر کہیں پناہ لینے جا رہا ہوں"۔ اس لئے دکن کے کسی راجہ نے اس کی مزاحمت نہ کی۔ علاؤ الدین نے اچانک دیوگری کے راجہ رام دیو پر حملہ کر کے اُسے شکست دی اور بہت سا روپیہ بطورِ خراج وصول کر کے دہلی واپس آیا۔ جب بادشاہ نے دیوگری کی فتح کا حال سُنا۔ تو بڑا خوش ہوا۔ اور بھتیجے کے استقبال کو کڑا ضلع الہ آباد تک آیا۔ لیکن علاؤ الدین نے بغلگیر ہوتے وقت بادشاہ کو قتل کر دیا۔ اُس کے بعد کئی رشتہ داروں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور بے کھٹکے دہلی کا بادشاہ بن بیٹھا۔ اگرچہ علاؤ الدین اَن پڑھ، سخت گیر اور بے رحم بادشاہ تھا۔ لیکن مسلمانوں میں سب سے پہلے اسی نے ایک بڑی سلطنت قائم کرنے کا ارادہ کیا۔

اور تمام ہندوستان کو فتح کرکے ایک وسیع سلطنت کی بنیاد رکھی - یہ صرف ایک تجربہ کار سپاہی ہی نہ تھا - بلکہ طریقِ حکومت سے بھی بخوبی واقف تھا - جلال الدین کے عہد میں رعایا تکلیف میں تھی - چور، اچکوں، اور رہزنوں کا ڈر رہتا تھا - اس نے ان سب کا خوب انسداد کیا +

فتوحات

۱۲۹۵ء میں علاؤ الدین تخت پر بیٹھا - اور ۱۲۹۷ء میں گجرات کو فتح کر لیا - یہ ملک اب تک راجپوتوں کے ماتحت تھا +

۱۲۹۹ء میں مغلوں نے ہندوستان پر حملہ کیا - مگر شاہی لشکر نے اُسے مار بھگایا - اس طرح مغلوں نے کئی بار حملے کئے - لیکن ہر دفعہ سلطان کی توجہ نے اُن کے خوب دانت کھٹے کئے - مغل اتنے خائف ہو گئے کہ بہت عرصہ تک حملہ کی جرأت نہ کر سکے - مغلوں کے حملوں سے بچنے کے لئے اس نے دہلی کی فصیل کو مضبوط کروایا - سامان جنگ کا کافی ذخیرہ جمع کیا - محاصرے کی حالت میں شہر والوں کی خوراک کے لئے اناج کے ذخیرے بھی مہیا کئے گئے +

۱۳۰۱ء میں علاؤ الدین نے راجپوتوں کے قلعہ رنتھمبور پر قبضہ کر لیا - اور اس سے تین سال بعد چتوڑ کے مضبوط قلعے کو بھی سر کر لیا - اس قلعے کو فتح کرنا کوئی آسان کام نہ تھا کئی ماہ تک محاصرہ

کرنا پڑا۔ آخر کار راجپوتوں نے جوہر کی رسم ادا کی۔ تمام عورتیں رانی پدمنی کے ہمراہ آگ میں جل کر راکھ ہوگئیں۔ اور راجپوت تلواریں سونت کر قلعے سے باہر نکلے اور مرنے مارنے پر تیار ہوگئے۔ جان توڑ کر لڑے۔ بہت سے سپاہیوں کو مارا اور خود بھی کٹ مرے +

اس کے بعد جیسلمیر کا قلعہ بھی اسی طرح فتح ہؤا۔ راجپوتوں نے جوہر کی رسم ادا کی۔ اور بڑی دلیری سے لڑنے کے بعد شکست کھائی۔ شمالی ہند کے مختلف صوبے گجرات، بنگال، سندھ اور پنجاب وغیرہ سلطنت دہلی کے ماتحت ہوگئے +

اب سلطان کو دکن کی تسخیر کا خیال پیدا ہؤا۔ چنانچہ ۱۳۰۷ء سے ۱۳۱۱ء تک اس کے جرنیل ملک کافور نے دکن میں بہت سی فتوحات حاصل کیں +

ملک کافور علاؤ الدین کا غلام تھا۔ اس نے اپنی لیاقت سے خوب ترقی کی۔ اور بادشاہ کا بڑا معتبر درباری بن گیا +

۱۳۰۶ء میں دیوگری کے راجہ نے بغاوت کی۔ ملک کافور کو اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ چنانچہ اس نے دیوگری پر چڑھائی کر دی۔ اور اسے فتح کر لیا۔ ۱۳۰۹ء میں وارنگل کو بھی فتح کرکے راس کماری تک جا پہنچا۔ اور تمام دکن کو فتح کرکے

واپس لوٹا۔ اب بادشاہ بوڑھا ہو چکا تھا۔ ملک
کافور ہی کرتا دھرتا تھا۔ اس کی نیت بدل گئی۔
اور اس نے بادشاہ کو ایسا زہر دے دیا۔ جس
کے اثر سے وہ آہستہ آہستہ گھل گھل کر مر گیا۔
اس کی بیماری کے دوران میں ہی گجرات۔
چتوڑ اور دیوگری کے راجاؤں نے خود مختاری
کا اعلان کر دیا تھا۔

علاؤ الدین کی حکمت عملی

علاؤ الدین نے ملک میں امن
قائم کرنے کے لئے سخت قوانین
وضع کئے۔ مشکوک لوگوں سے
جاگیریں ضبط کر لیں۔ لگان
میں اضافہ کیا۔ امراء وزراء اور دیگر سرداروں کا
آپس میں ملنا جلنا اور جلسے اور دعوتیں کرنا بند
کر دیا۔ تاکہ یہ لوگ باہم مل کر بغاوت نہ پھیلا
سکیں۔ شراب پینا اور جوا کھیلنا بند کر دیا۔

خفیہ پولیس مقرر کی گئی تھی۔ جو بادشاہ تک
ہر طرح کی خبر پہنچاتی رہتی تھی۔ مورخ برنی لکھتا
ہے کہ "لوگوں کے گھروں میں سونا چاندی دیکھنے
کو بھی نظر نہ آتا تھا۔ لگان بڑی سختی سے وصول
کیا جاتا تھا۔ لیکن کوئی حاکم مقررہ رقم سے زائد
نہیں وصول کر سکتا تھا۔ اس زمانہ میں مسلمانوں
کی کافی تعداد باہر سے آ کر آباد ہو گئی۔ اور
ہندو مسلمانوں کے باہمی تعلقات سے ایک نئی

زبان کی بنیاد پڑی۔ جو کچھ بدل کر بعد میں اردو کے نام سے مشہور ہوئی"+

اس نے مغلوں کے حملوں سے بچنے اور ملک میں امن قائم رکھنے کے لئے ایک جرّار لشکر تیار کیا۔ سپاہیوں کو نقد تنخواہ ملتی تھی۔ جنس کی صورت میں پیداوار کا نصف حصہ بطور لگان وصول کیا جاتا تھا۔ اس نے اناج سستا رکھنے کی غرض سے نرخ مقرر کر دئے۔ جن کی پڑتال کے لئے حاکم مقرر ہوئے۔ اگر کوئی مقررہ نرخ سے کم تولتا یا زائد قیمت وصول کرتا۔ تو اُسے سخت سے سخت سزا دی جاتی تھی +

علاؤالدین کے جانشین

علاؤ الدین خود پسند بادشاہ تھا۔ فنون جنگ کا بہت مشتاق تھا۔ گو پڑھا لکھا نہ تھا۔ لیکن عالموں کا قدردان تھا۔ اس کی وفات کے بعد ملک کافور نے اس کے سب سے چھوٹے بیٹے کو تخت پر بٹھایا۔ اور خود اُس کا سرپرست بنا۔ لیکن دیگر امرا اس سے بہت متنفر ہو گئے یہاں تک کہ اسے قتل کروا ڈالا۔ اس کے بعد شہزادہ مبارک کو تخت پر بٹھایا گیا۔ اس نے سلطنت کا کاروبار اپنے غلام خسرو خاں کے سپرد کر دیا۔ خسرو خاں آقا کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا۔ لیکن اس نے ... [illegible] گیا۔

چنانچہ اس کے ظلم سے تنگ آ کر امراء نے لاہور کے حاکم غیاث الدین تغلق کو بلا بھیجا۔ جس نے اسے قتل کر کے خاندان تغلق کی بنیاد ڈالی۔ خاندان خلجی کے ہر بادشاہ کو اپنے اعمال کی سزا ہاتھوں ہاتھ ملتی رہی ہے۔ جس نے خون سے ہاتھ رنگ کر بادشاہت حاصل کی۔ اُس کے لئے تخت کانٹوں کی سیج ثابت ہؤا ٭

سوالات

۱۔ خاندان خلجی کا بانی کون تھا۔ اس کے عہد کے حالات لکھو ٭
۲۔ علاؤ الدین خلجی کی فتوحات اور انتظام سلطنت وضاحت سے بیان کرو ٭
۳۔ ملک کافور کون تھا۔ اس نے کس طرح ترقی کی؟
۴۔ علاؤ الدین خلجی کی حکمتِ عملی مختصر طور پر بیان کرو؟

اکیسواں باب

خاندان تغلق

۱۳۲۰ء میں غیاث الدین تغلق تخت نشین ہوا۔ یہ بڑا بہادر، تجربہ کار اور مدبر شخص تھا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی ملک میں امن قائم کر دیا۔ صرف پانچ سال حکومت کی۔ لیکن اس قلیل مدت میں ہی تمام بد انتظامی دور کر دی۔ سلطنت کے کاروبار کو دیانتداری سے سر انجام دیا۔

محمد تغلق

اس نے اپنے بیٹے جونا خان کو دکن کی فتح کے لئے بھیجا۔ جونا خان نے ریاست وارنگل کے راجہ کو شکست دے کر اپنی ماتحتی پر مجبور کیا۔ ۱۳۲۵ء میں بادشاہ بذات خود بنگالہ کی فتح کے لئے گیا۔ اور اسے فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ لیکن جب بادشاہ وہاں سے لوٹ کر آیا۔ تو دہلی کے نزدیک ایک چوبی محل میں ٹھہرا۔ جو جونا خان نے اپنے باپ کے لئے بنوایا تھا۔ یہ محل اچانک گر پڑا۔ اور بادشاہ نیچے دب کر مر گیا۔

سیرت

۱۳۲۵ء میں اس کا بیٹا جونا خان محمد تغلق کے نام سے تخت نشین ہوا۔ اس کے حالات ابن بطوطہ اور ضیاء الدین برنی نے لکھے ہیں۔ دونوں بیان کرتے ہیں کہ بادشاہ بہت عالم و فاضل تھا۔ زبان دانی، نجوم اور منطق میں اسے بہت مہارت حاصل تھی۔ اعلےٰ درجے کا خوشنویس تھا۔ اُس کی دانائی، سخاوت اور انصاف کی دشمن بھی تعریف کرتے ہیں۔ بحث مباحثہ میں اتنا قابل تھا کہ لوگ اُسے اپنے زمانے کا ارسطو کہتے تھے۔ عالموں کی بہت قدر کرتا تھا۔ لیکن ان سب خوبیوں کے باوجود ضدی بہت تھا۔ جو کچھ دھن میں سما جاتا اسے پورا کئے بغیر نہ چھوڑتا تھا۔

تخت نشین ہونے کے کچھ عرصہ بعد اُس نے شمالی ہند کے تمام صوبوں کو زیر کر لیا۔ اور دکن کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ ملک کو ۲۳ صوبوں میں تقسیم کیا۔ اس کی تخت نشینی کے کچھ عرصہ بعد دہلی میں قحط پڑ گیا۔ تو اس نے دیوگری کو اپنا دارالخلافہ بنا کر اُس کا دولت آباد نام رکھا۔ لوگوں کو حکم دیا کہ دہلی چھوڑ کر دولت آباد چلے جاؤ۔ بیچارے شہری لوگوں کو دور دراز سفر کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ بہت سے راہ میں ہی لقمۂ اجل ہو گئے۔ جو وہاں پہنچے۔ انہیں چند روز بعد پھر حکم ملا کہ واپس دہلی چلے جاؤ۔ گو

بادشاہ نے راستے کی سہولت کا ہر ممکن انتظام کر دیا۔ لیکن پھر بھی لوگوں کو سخت تکلیف ہوئی۔ اس فضول آمد و رفت سے لوگوں کا جانی اور مالی نقصان کافی ہؤا۔ اور سرکاری خزانے کا بھی بہت سا روپیہ ضائع ہؤا +

اس کے عہد میں مغل پھر ہند پر حملہ آور ہوئے۔ مگر ان سے مقابلہ کرنے کے بجائے انہیں بہت سا روپیہ دے کر واپس کر دیا +

تین لاکھ ستر ہزار فوج تیار کی۔ جسے پہلے ایران فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ اور پھر چین پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا۔ اس فوج کے خرچ سے بھی خزانہ پر ناقابل تلافی بوجھ پڑا۔ اور فوج بھی کوہ ہمالیہ کے دشوار گزار برفانی راستوں کو عبور کرتی ہوئی تباہ ہو گئی +

محمد تغلق کے عہد میں ۱۳۳۳ء میں ابن بطوطہ سیاحت کی غرض سے ہندوستان میں آیا۔ یہ افریقہ کا باشندہ تھا۔ اس نے انتظام سلطنت اور دربار کا پورا پورا نقشہ کھینچا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ "بادشاہ بڑا مہمان نواز تھا۔ اُس کے دربار میں بہت سے غیر ملکی لوگ موجود تھے۔ فارس، ترکستان اور چین سے سوداگر تحفے اور نذریں لے کر آتے اور انعام پاتے تھے۔ اس نے رسم ستی کو بھی بند کرنے کی کوشش کی"+

۱۳۵۱ء میں محمد تغلق سندھ کی بغاوت فرو کرنے کے لئے گیا۔ لیکن وہاں بیمار ہو کر وفات پائی

اس کے بعد اس کا چچا زاد بھائی فیروز تغلق

تخت پر بیٹھا۔ یہ بڑا عالم اور دور اندیش انسان تھا۔
محمد تغلق کی وفات پر بہت سے صوبے خود مختار ہو
گئے۔ اس نے انہیں دوبارہ فتح کرنے کا خیال اس لئے چھوڑ
دیا کہ ناحق لوگوں کا خون ہوگا۔ دکن اور بنگال
علیحدہ ہو گئے +

فیروز تغلق

فیروز تغلق نے ملک فتح کرنے کے
بجائے موجودہ سلطنت کی حقیقی ترقی
اور انتظام کی طرف توجہ کی۔ اور رفاہ عام کے
کاموں میں دلچسپی لی۔ دریائے گنگا اور جمنا سے
نہریں کھدوائیں۔ نہر جمن غربی فیروز تغلق نے ہی
بنوائی تھی۔ سڑکیں تعمیر کرائیں۔ نامناسب محصول
معاف کر دیئے۔ بے شمار شفا خانے بنوائے۔ غرض
رعایا کی بہتری کے لئے غیر معمولی کام کر دکھائے +

ملک کی حالت

فیروز تغلق خود بڑا عالم تھا۔
اس نے اپنی سوانح عمری خود
لکھی ہے۔ جس کا نام فتوحات فیروز شاہی ہے۔
اس کے عہد کا مشہور مؤرخ فرشتہ ہے۔ جو لاہور
کا رہنے والا تھا۔ تاریخ فرشتہ سب مؤرخین کے
نزدیک مستند قرار دی جاتی ہے۔ اس میں لکھا ہے
کہ فیروز تغلق نے ۸۰ مسجدیں ۱۰۰ سرائیں۔ ۱۰۰
ہسپتال ۱۰۰ حمام اور ۱۵۰ پل بنوائے۔ بعض ہولناک
سزائیں جو اس سے پہلے مجرموں کو دی جاتی تھیں۔

موقوف کر دیں۔ اس کے عہد میں غلہ نسبتاً ارزاں تھا اور رعایا فارغ البال تھی۔ اس نیک دل بادشاہ کے عہد میں رعایا ہر طرح آرام سے تھی۔ لیکن سلطنت کی وسعت کم ہو گئی"۔

اسی کے عہد میں ۱۳۷۵ء میں کبیر صاحب پیدا ہوئے۔ یہ ایک بڑے مصلح تھے۔ انہوں نے ہندو مسلمانوں کو باہمی اتحاد کی تعلیم دی۔ تعصب اور مذہبی مخالفت کو دور کرنے کی بہت کوشش کی۔ فرماتے ہیں کہ "ایشور اور اللہ ایک ہی چیز ہے۔ مذہبی اختلاف بالکل فضول اور بے معنی ہیں۔ انسان خواہ کسی ذات یا فرقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ جب وہ صدق دل سے خدائے واحد کی عبادت کرے تو اُسے پا سکتا ہے" کبیر صاحب بُت پرستی کے خلاف تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے "خدا ہر جگہ موجود ہے" ہندو اور مسلمان دونوں اُن کے مرید تھے۔

۱۳۸۷ء میں فیروز تغلق خود سلطنت سے کنارہ کش ہو گیا۔ اور عنان حکومت اپنے بیٹے کے حوالے کر دی۔ اس کے ایک سال بعد فیروز شاہ نے وفات پائی۔ لیکن باپ کی آنکھیں بند ہوتے ہی اُس کے بیٹوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ یہ سب کے سب نالائق تھے۔ اس لئے سلطنت کی بگڑی ہوئی حالت کو سدھار نہ سکے۔

۱۳۹۴ء میں فیروز تغلق کا نابالغ پوتا محمود تخت پر

بیٹھا۔ سلطنت کی زبوں حالی دیکھ کر دشمنوں نے
اپنی طاقت بڑھانے کی کوشش کی۔ اور سلطنت
صرف دہلی کے گرد و نواح تک محدود رہی۔
محمود تغلق کے عہد میں تاتاریوں کا طوفان پھر
اُمڈ آیا۔ جس نے ہندوستان کے امن و امان کو
بالکل تہ و بالا کر دیا۔

تیمور کا حملہ

اس سے پہلے تم پڑھ چکے ہو کہ
کئی دفعہ مغلوں نے ہندوستان پر
حملے کئے۔ یہ منگولیا کے رہنے والے تھے۔ بڑے
وحشی اور بے رحم تھے۔ خانہ بدوشوں کی سی زندگی
بسر کرتے تھے۔ بہت عرصہ تک یہ لوگ ایشیا کے
میدانوں میں پھرتے رہے۔ جب انہوں نے مذہب
اسلام قبول کر لیا۔ تو وسط ایشیا کے جنوب میں
آباد ہو گئے۔ ان کو ترک بھی کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ
سولھویں صدی میں یہ ایک مہذب اور شائستہ قوم
بن گئی۔ جب ان کی حکومت امیر تیمور کے ہاتھ آئی۔
تو اُس نے اپنی سلطنت کو ایشیائے کوچک تک
پھیلایا۔ آخر ۱۳۹۸ء میں اس نے ہندوستان پر
حملہ کیا۔ پنجاب کے دریاؤں کو عبور کر کے دہلی کے
قریب آ پہنچا۔ ادھر سے محمود تغلق بہت سی فوج
لے کر مقابلہ پر آیا۔ ہندی فوج بڑی بہادری سے
لڑی۔ لیکن تاتاریوں کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکی۔
شکست کھائی۔ محمود بھاگ کر گجرات چلا گیا۔ تیمور

نے دہلی میں داخل ہو کر اپنی شہنشاہی کا نقارہ

بجوایا +

اچانک دہلی کے لوگوں اور تیمور کے سپاہیوں میں کسی بات پر تنازعہ ہو گیا۔ اور تیمور نے قتل عام کا حکم دے دیا۔ تین دن تک اس کے حکم کی تعمیل ہوتی رہی۔ ہزاروں بے گناہ مارے گئے وہ پندرہ روز تک دہلی میں ٹھہرا۔ یہاں سے بے شمار مال و دولت لے کر کوہ ہندوکش کی راہ اپنے دارالخلافہ سمرقند کی طرف واپس چلا گیا۔ اور دہلی کی سلطنت اپنے ایک نائب خضر خاں کے سپرد کر گیا +

تیمور نے اپنی زندگی کے حالات خود لکھے ہیں۔ اس کتاب کا نام "تزک تیموری" ہے۔ اس میں اُس نے ہندوستان کے حملے اور قتل عام کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور ہر قسم کی باتیں صاف صاف بیان کی ہیں +

۱۴۰۵ء میں میدان خالی دیکھ کر محمود پھر گجرات سے واپس آیا اور سلطنت دہلی پر قابض ہو گیا اس نے ۱۴۲۲ء تک حکومت کی۔ لیکن اس کی سلطنت صرف دہلی کے گرد و نواح تک ہی محدود رہی +

سوالات

۱ خاندان تغلق کا بانی کون تھا - اُس نے کس طرح سلطنت دہلی کو حاصل کیا - اُس کے عہد کے واقعات بیان کرو؟

۲ - محمد تغلق کے عہد کے واقعات اور انتظام سلطنت کے متعلق جو کچھ تم جانتے ہو - بیان کرو ۔

۳ خاندان تغلق کے دو مشہور بادشاہوں کے خصائل بیان کرو؟ اپنے جواب کی تائید میں تاریخی واقعات کا حوالہ دو؟

۴ فیروز تغلق نے کون کون سے رفاہ عام کے کام کئے؟

۵ - امیر تیمور کون تھا - اُس نے ہندوستان پر کب اور کیوں حملہ کیا - اور اُس کا کیا اثر ہوُا؟

بائیسواں باب

خاندان سادات اور خاندانِ لودھی

محمود کی وفات کے بعد امراء و وزرا نے دولت خاں لودھی کو تخت پر بیٹھایا۔ مگر تیمور کے نائب خضر خان نے دولت خاں کو نکال دیا۔ اور خود تخت پر قبضہ کر لیا۔ خضر خاں خاندان سادات سے تھا۔ اسی لئے اسے اور اس کے تین جانشینوں کو خاندانِ سادات کہتے ہیں۔ ان کے عہد میں سلطنتِ دہلی بالکل برائے نام تھی۔ تمام صوبیدار خود مختار تھے۔ ہندو راجاؤں کی طاقت بھی بہت بڑھ گئی۔ انہوں نے اپنی اپنی ریاستوں پر قبضہ کر لیا۔ اور خود مختار ہو گئے۔

خاندان سادات کا آخری بادشاہ علاؤ الدین تھا۔ جو خود بخود تاج و تخت کو چھوڑ کر کنارہ کش ہو گیا۔ اور بہلول لودھی کو اپنا جانشین چھوڑ گیا۔

بہلول لودھی نے خاندانِ لودھی کی بنیاد رکھی۔ یہ بڑا دانا اور قابل شخص تھا۔ اس نے سلطنت کی بہت سی کمزوریوں کو دُور کر دیا۔ بہت سے باغیوں کو سزا دی۔ دہلی کے ارد گرد کے علاقے فتح

کر کے سلطنت کی وسعت کو بڑھایا۔ اس وقت جونپور کی ریاست بہت طاقتور تھی۔ سلطان حسین وہاں کا بادشاہ تھا۔ بہلول لودھی نے کئی سال کی متواتر لڑائی کے بعد جونپور کو فتح کر کے اپنی قلمرو میں شامل کیا۔ اس نے ۱۴۵۱ء سے ۱۴۸۸ء تک حکومت کی +

اس کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا سکندر لودھی بادشاہ ہوا۔ یہ ایک قابل شخص تھا۔ اس نے بہار اور ترہت کے علاقوں کو فتح کیا۔ حسین خاں نے پھر علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن شکست کھائی۔ گوالیار اور چندیری کے راجے بھی مطیع ہو گئے +

سکندر لودھی نے دہلی کے بجائے آگرہ کو دارالخلافہ مقرر کیا۔ اس کے عہد میں ۱۵۰۵ء میں بڑا زبردست زلزلہ آیا۔ شہر آگرہ میں کئی مکانات گر پڑے اور سینکڑوں آدمی ہلاک ہو گئے +

سکندر مظلوموں کی فریاد خود سنتا تھا۔ اور اُن کا پورا پورا انصاف کرتا تھا۔ اس کے عہد میں ملک میں امن و امان رہا۔ غلہ ارزاں تھا۔ ہندو مسلمانوں میں رابطۂ اتحاد بہت بڑھ گیا۔ کبیر پنتھی عزت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے +

۱۵۱۷ء میں اس نے وفات پائی۔ اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا ابراہیم لودھی تخت دہلی پر جلوہ افروز ہوا۔ یہ خاندانِ لودھی کا آخری بادشاہ

تھا۔ یہ بڑا تند خو اور بد مزاج تھا۔ افغان سردار اس کے طرز عمل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آخر بغاوت ہوئی اور ہر طرف بد انتظامی پھیل گئی۔ ان اندرونی سازشوں کو فرو کرنے کے لئے غیر معمولی قابلیت درکار ہوتی ہے۔ لیکن ابراہیم لودھی ان اوصاف سے کورا تھا۔ غرض بادشاہ سے ناراض ہو کر دولت خاں لودھی حاکم پنجاب نے بابر کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ بابر پہلے ہی ایسے موقع کا منتظر تھا۔ فوراً آ دھمکا۔ اور ابراہیم لودھی کو پانی پت کے میدان میں شکست دے کر افغان سلطنت کا خاتمہ کر دیا +

سوالات

۱ - خاندان سادات کے مختصر حالات بیان کرو +

۲ - بہلول لودھی کے خصائل اور فتوحات کا حال لکھو +

۳ - خاندان لودھی کے آخری بادشاہ کے حالات درج کرو +

تئیسواں باب

تہذیب و تمدّن

بابر سے پہلے یہاں کے طرز حکومت میں کئی خامیاں تھیں۔ اُن کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ آئندہ کیا کیا اصلاحات جاری ہوئیں۔ اور مغلیہ عہد حکومت میں ہندوستان نے کس حد تک ترقی کی۔

اصول اسلام کے رُو سے بادشاہ ملک لوگوں کے انتخاب سے ہونا چاہئے۔ چنانچہ ابتدائے اسلام سے قریباً ایک صدی بعد تک اسی اصول پر عملدرآمد ہوتا رہا۔ لیکن اُس کے بعد مسلمان بادشاہ مطلق العنان ہو گئے اور حکومت ایک خاندان کی میراث بن گئی۔ ہندوستان میں مغلیہ خاندان سے پیشتر حکومت فوجی تھی۔ وہی بادشاہ قابل اور ذی شان سمجھا جاتا تھا۔ جو فنونِ جنگ میں ماہر ہوتا اور فتوحات کا ڈھنگ جانتا۔ بادشاہ کے بعد اُس کا وزیر مقتدر خیال کیا جاتا تھا۔ اگر بادشاہ لائق اور مدبّر ہوتا تو وزیروں کا کام انتظامِ سلطنت کو بہتر بنانے کے لئے تجاویز پیش

کرنا ہوتا تھا۔ لیکن اگر بادشاہ کمزور یا عیش پسند ہوا۔ تو وزیر اپنی من مانی کارروائیاں کرنے لگتے اور صوبیداروں کو ہمیشہ یہی آرزو رہتی کہ وہ خود مختار ہو جائیں۔ اس لئے سلطنت کو چاروں طرف سے دشمن گھیرے رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ بیرونی حملہ آوروں کا بھی ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا۔ اس لئے رعایا ہمیشہ خوف زدہ رہتی تھی۔ جس کا اقتدار دیکھا اسی کی اطاعت قبول کر لی۔ اور اُسے حسب منشاء حکومت کرنے دی۔ سرکاری محاصل وصول کرنے کے لئے حاکم مقرر ہوتے تھے۔ لیکن دیوانی مقدمات پنچایتوں کے ذریعے فیصل ہوتے تھے۔ ہر روز شاہی دربار لگتا تھا۔ جس میں لوگ خود عرضیاں پیش کرتے تھے۔ اور بادشاہ مناسب حکم صادر کرتا تھا۔

ملک کئی صوبوں میں منقسم تھا۔ صوبیداروں کو حکم ہوتا تھا کہ ضرورت کے وقت فوج مہیا کریں۔ شیر شاہ سوری نے نقد تنخواہ کا دستور جاری کیا۔ اور اکبر کے عہد سے اب تک یہی طریق چلا آتا ہے۔

گو ملک پر حملے ہوتے رہے اور حکمران خاندان جلد جلد تبدیل ہوتے رہے۔ لیکن پھر بھی مورخین لکھتے ہیں کہ قابل بادشاہوں کے وقت ملک خوشحال تھا۔ اشیاء خوردنی

اور تغلق تھے +

ان میں سے کئی بادشاہ بڑے علم دوست تھے۔ انہوں نے علم کی ترقی میں قابل قدر کام کئے۔ بعض بادشاہ خود مصنف تھے۔ چنانچہ ناصرالدین اور فیروز تغلق خود کتابیں لکھا کرتے تھے۔ علاؤالدین اور محمد تغلق نے بہت سے عالموں کو انعامات دیئے۔ فیروز تغلق نے کئی مدرسے اور مکتب جاری کئے۔ ہندی شاعری کو بہت ترقی ہوئی۔ امیر خسرو ہندی کے اعلےٰ درجے کے شاعر ہوئے ہیں۔ ہندی اور فارسی کے ملاپ سے اردو کی ابتدا ہوئی۔ جو ہندو مسلمانوں کے ملاپ کی عمدہ نشانی ہے +

مسلمان بادشاہوں نے کئی خوبصورت عمارتیں بھی تعمیر کرائیں۔ اُس زمانہ کی بنی ہوئی مسجدیں اور دیگر عمارتیں اب بھی قابل دید سمجھی جاتی ہیں۔ اُس وقت زیادہ تر پختگی کا خیال رکھا جاتا تھا۔ بہت سی عمارتوں میں ہندوؤں کی صنعت کی بھی جھلک دکھائی دیتی ہے +

مسلمانوں سے پہلے جتنی قومیں بھی ہندوستان میں وارد ہوئیں۔ وہ سب ان میں جذب ہو گئیں اور اپنی تہذیب کو کھو کر ہندوؤں کی تہذیب کو اختیار کیا۔ لیکن مسلمان قوم ان سے الگ رہی۔ مسلمانوں کی آمد کے وقت چھوت چھات کا مسئلہ ابھی زوروں پر تھا۔ اس لئے ہندو اور مسلمان آپس

میں زیادہ تبدیر و تشکر نہ ہو سکے۔ مگر دونوں قوموں کی عظیم الشان تہذیبوں کا ایک دوسرے پر ضرور اثر ہؤا + بعض مصلحین نے ہندو مسلمانوں کو متحد کرنے کی کوشش کی۔ جس کا یہ نتیجہ ہؤا۔ کہ کئی مذہبی باتوں اور رسموں میں دونوں مذاہب کے لوگ ہم خیال ہو گئے۔ ہندو راہنماؤں نے برادری اور یک جہتی کا اپدیش دیا۔ اور بتایا کہ "ایشور ایک ہے۔ وہی پوجنے کے لائق ہے۔ مختلف مذاہب میں اس تک پہنچنے کے مختلف راستے ہیں" +

سوامی رامانج، رامانند جی، کبیر صاحب اور سوامی چینیہ جی نے عبادت کے مختلف طریقے بتائے +

مسلمانوں میں بھی بہت سے فقیر اور ولی ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اتحاد اور انسانی ہمدردی کی تعلیم دی گو مسلمان صرف ایک خدا کو عبادت کے قابل سمجھتے ہیں۔ اور مسجدوں میں اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی عوام کا اولیاء کی کرامات پر بہت اعتقاد رہا ہے۔ اور ان کے مقبرے اب تک زیارت گاہ بنے ہوئے ہیں۔ ان میں سے خواجہ معین الدین چشتی (علیہ الرحمۃ) کا مقبرہ اجمیر میں ہے۔ آپ نے ہندوستان میں مذہب اسلام کی اشاعت کا بہت کام کیا۔ لوگ ان کے وعظ سے بہت متاثر ہوتے تھے۔ اُن کو اسلام کی خوبیاں بتاتے تھے۔ اس کام میں انہوں نے جان تک کی پروا نہ کی۔

ہر وقت عبادت میں مشغول رہنے لگے۔ بے شمار ہندو اور مسلمان اُن کے معتقد ہو گئے۔ اور اب ہر سال ہزاروں لوگ اُن کے مزار کی زیارت کے لئے اجمیر شریف جاتے ہیں +

دیگر رسموں کا بھی مسلمانوں پر بہت اثر ہوا۔ شادی بیاہ کی کئی ہندوؤں کی رسمیں مسلمانوں میں رائج ہو چکی ہیں۔ مغلیہ خاندان کے بادشاہوں نے اس سلسلہ میں بہت کام کیا۔ چنانچہ اکبر نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ملانے کی بہت کوشش کی۔ اُس کا خیال تھا کہ ہندوستان ایک گھر ہے اور ہندو اور مسلمان دونوں اس گھر کے رہنے والے ہیں۔ اگر دونوں مل جُل کر رہیں۔ تو گھر کی حالت اچھی رہے گی۔ اور ملک تباہ اور برباد ہونے سے بچ رہے گا +

سوالات

۱۔ اسلامی اصول کی رو سے بادشاہ کس طرح مقرر ہونا چاہئے؟

۲۔ افغانوں کے عہد میں ہندوستانیوں نے کیا ترقی کی؟

۳۔ افغانی تہذیب کا ہندوستان پر کیا اثر ہوا؟

۴۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے حالات درج کرو؟

چوبیسواں باب

خاندان مغلیہ

بابر اور ہمایوں

بابر امیر تیمور کی اولاد سے تھا۔ اس کے باپ کا نام عمر شیخ مرزا تھا۔ یہ وسط ایشیا میں ریاست فرغانہ کا حاکم تھا۔ اپنے باپ کی وفات پر بابر تخت نشین ہوا۔ اس وقت اس کی عمر بارہ سال کی تھی۔ اس لئے اس کے بے رحم چچیرے بھائیوں نے اُس سے تخت چھین لیا۔ بابر کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ بہت سی لڑائیاں لڑیں۔ اگر آج فتح ہے تو کل شکست۔ آخر وہ ناامیدی کی حالت میں اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر جنوب کی طرف چل پڑا۔ کچھ عرصہ اِدھر اُدھر قسمت آزمائی کرتا رہا۔ آخر کابل پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن ازبک قوم کے سرداروں نے اسے یہاں بھی چین نہ لینے دیا۔ اور وہ چند ہمراہیوں کے ساتھ فارس کی طرف چل

[illegible] کو ترقی حاصل کرنے میں
ناکامیابی ہوئی۔ تو اُس نے ہندوستان کو فتح
کرنے کا ارادہ کیا ۔

پانی پت کی پہلی لڑائی

پٹھانوں کے عہد میں بابر
نے ہندوستان پر دو حملے
کئے۔ اور ہر حملے میں قدم آگے ہی بڑھایا۔
پھر دولت خاں لودھی اور رانا سنگرام سنگھ کی
دعوت پر ۱۵۲۶ء میں بارہ ہزار سپاہی اور توپ
خانہ ساتھ لے کر دہلی کے نزدیک پانی پت کے
میدان میں آ پہنچا۔ پنجاب کا حاکم دولت خاں
لودھی تھا۔ جس نے راستے میں ذرا مزاحمت
نہ کی۔ اس وقت دہلی کا بادشاہ ابراہیم لودھی
تھا۔ اُس سے سپاہ اور رعایا دونوں بد دل
تھے۔ ۲۱۔ اپریل ۱۵۲۶ء کو دونوں فوجیں نبرد آزما
ہوئیں۔ ابراہیم لودھی ایک لاکھ فوج اور پانسو
جنگی ہاتھی لے کر مقابلے پر آیا۔ لیکن یہ بابر
کی جنگجو اور بہادر فوج کے سامنے زیادہ دیر
تک نہ ٹھہر سکی۔ توپوں کے چلنے سے ہاتھی
بھاگے اور اپنے ہی سپاہیوں کو روندنے لگے
ابراہیم لودھی کی فوج کے لڑنے کا طریقہ پرانا
تھا۔ ان کے مقابلے میں بابر کا ہر سپاہی کئی
کئی جنگی معرکے لڑ چکا تھا۔ گھمسان کا رن پڑا۔
ابراہیم اس لڑائی میں کام آیا۔ اور اس کے

ہزاروں سپاہی کھیت رہے۔

بابر خود لکھتا ہے کہ "اس لڑائی میں پندرہ ہزار افغان مارے گئے۔" ۲۷ - اپریل کو بابر دہلی میں داخل ہوا - اور تخت شاہی پر قابض ہو گیا - دہلی اور آگرہ بابر کے مطیع ہو گئے - اور اس طرح دونوں شہروں کے خزانے کا مالک بن گیا - اس نے بہت سی دولت اپنے سپاہیوں میں بانٹ کر اُن کو خوش کیا - اب اُس نے تمام ہندوستان پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا - چنانچہ اپنے بڑے بیٹے ہمایوں کو مشرق کی جانب روانہ کیا - جس نے معرکہ پانی پت کے چار ماہ بعد جونپور، بنگال اور بہار کو فتح کر لیا - اس کے کچھ عرصہ بعد دھول پور اور گوالیار کے علاقے بھی بابر کے قبضے میں آگئے۔

رانا سانگا

اُن دنوں میواڑ کا راجہ سنگرام سنگھ تھا - یہ تاریخ میں رانا سانگا کے نام سے مشہور ہے - اس کے عہد میں میواڑ کی ریاست عروج پر تھی - ابراہیم کو نیست و نابود کرنے کے لئے رانا سانگا نے بابر کو ہندوستان میں آنے کی دعوت دی تھی - اُس کا خیال تھا - کہ بابر بھی امیر تیمور کی طرح لوٹ مار کر کے واپس چلا جائے گا - اور وہ خود ہندوستان کی سلطنت سنبھال لے گا -

لیکن اُس کا یہ خیال غلط نکلا - جب بابر نے سلطنت وسیع کرنے کا ارادہ کیا - تو مجبوراً رانا سانگا کو بھی بابر سے جنگ کرنی پڑی +

۱۵۲۷ء میں سیکری کے مقام پہ بڑے غضب کا معرکہ ہؤا - رانا سنگرام سنگھ اپنی بہادری اور دلیری کی وجہ سے مشہور تھا - وہ کئی لڑائیاں لڑ چکا تھا - چنانچہ اُس کی ایک آنکھ، ایک ٹانگ اور ایک بازو اِن لڑائیوں کی نظر ہو چکا تھا۔ اُس کے جسم پر زخموں کے اسّی نشان تھے - اُس نے تمام ہند کے راجپوت اور مسلمان فرمانرواؤں کی مدد سے بابر کو ہند سے نکالنے کی انتہائی کوشش کی - مغل مؤرخین کا خیال ہے - کہ رانا سانگا کی فوج معہ اپنے معاونوں کے دو لاکھ تھی - جس میں پانسو ہاتھی اور اسّی ہزار گھوڑے تھے - اتنی بڑی فوج کو دیکھ کر بابر کے چھکّے چھُوٹ گئے - جوانمرد مغل ہراساں ہو گئے اور بھاگنے کو تھے - موقع شناس بابر نے اس موقع پر اُن کو ایک لیکچر دیا - جس کے چند فقرے مندرجہ ذیل ہیں :-

"اے بہادر اور جوانمرد جانثارو!

انسان کو ایک دن ضرور مرنا ہے - آپ لوگ اپنے وطن سے بہت دُور ہیں - ذلت کی زندگی سے مرنا بہتر ہے

اگر فتح ہوئی تو آپ کے سر پر تاج
شاہی ہوگا - اور اگر مر گئے تو بھی بہادروں
کی موت مریں گے" +

اس تقریر سے اُس نے سپاہیوں میں جوش
بھر دیا - اس موقع پر بابر نے شراب سے
توبہ کی - جام اور صراحیاں توڑ دی گئیں -
اور سونے چاندی کے تمام برتن سپاہیوں
میں تقسیم کر دئے - سپاہیوں پر اس کا بہت
اچھا اثر ہؤا - اور وہ جان قربان کرنے کو
تیار ہو گئے +

۱۵ - مارچ ۱۵۲۷ء کو گھمسان کا دن پڑا -
راجپوت جان توڑ کر لڑے - بابر نے اپنی فوج
پانی پت کے میدان کی طرح ترتیب دی - کئی گھنٹوں
کی خونریز جنگ کے بعد بابر کو فتح ہوئی -
رانا سانگا میدان سے بھاگ نکلا - اور چند روز
بعد مر گیا - بابر نے اپنی کتاب تزکِ بابری
میں رانا کی بہادری کی بہت تعریف کی ہے +

چندیری پر قبضہ

رانا سانگا کو شکست دے
کر بابر نے ریاست چندیری
پر چڑھائی کی - جس کا سردار میدنی رائے تھا -
یہاں بھی راجپوت بڑی بہادری سے لڑے - لیکن
میدنی رائے کے مارے جانے پر عورتوں نے
جوہر کی رسم ادا کی - اور مرد ہاتھوں میں تلواریں

[illegible] اور مردانہ وار
لڑتے ہوئے مارے گئے - میدان بابر کے ہاتھ
رہا - جب بابر قلعے میں داخل ہوا - تو وہاں
سوا راکھ کے ڈھیروں کے کچھ نہ پایا - بابر
کے دل پر راجپوتوں کی بہادری اور دلیری
کا بے حد اثر ہوا +

بندھیلکھنڈ بنگال و مالوہ

اسی سال بندھیلکھنڈ اور مالوہ
بھی فتح کر لئے - ۱۵۲۹ء میں
بنگال پر فوج کشی کی - گھاگھرا
کے قریب لڑائی ہوئی - جس میں افغانوں کو
شکست ہوئی - اور بنگال اور بہار پر بابر
کا عمل دخل ہو گیا - اب تمام شمالی ہند بابر
کے قبضے میں تھا - بابر نے ملک کو کئی حصوں
میں تقسیم کرکے اپنے سرداروں کو وہاں کا حاکم
مقرر کر دیا - اور مناسب جگہوں پر جاگیردار
مقرر کئے - ان سرداروں اور جاگیرداروں کا کام
لگان جمع کرنا تھا - یہ لوگ زمین کا مالیہ اور
محصول چنگی وصول کرکے شاہی خزانے میں
داخل کرتے تھے +

بابر نے اپنی ساری عمر لڑائی بھڑائی اور مصیبت
میں بسر کی - اب وہ بہت کمزور ہو چکا تھا -
دسمبر ۱۵۳۰ء میں ہمایوں سخت بیمار ہو گیا -
بہتر سے بہتر علاج کئے - لیکن کوئی چارہ کارگر

نہ ہوا۔ امیروں، وزیروں اور حکیموں نے مشورہ دیا۔ کہ شہزادے کی خاطر کوہ نور ہیرا جو آگرے سے ملا ہے۔ قربان کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ لیکن بابر نے اپنی پیاری جان شہزادے پر قربان کرنی چاہی۔ ہمایوں کے پلنگ کے گرد گھوم کر بابر نے صدقدل سے دعا مانگی کہ میرے پیارے بیٹے کی بیماری مجھے لگ جائے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اُسی دن سے ہمایوں روبصحت ہونے لگا۔ اور بابر بستر مرگ پر لیٹ گیا۔ یہ کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ اس جنگجو باپ کے دل میں بیٹے کے لئے اس قدر محبت تھی کہ جان تک نثار کر دی +

بابر کی سیرت

بابر بڑا دلیر اور طاقت ور سپاہی تھا۔ چونکہ اس نے ساری عمر لڑائی بھڑائی میں گزاری تھی۔ اس لئے وہ مصیبت سے ذرا نہ گھبراتا تھا۔ اتنا دلیر اور تنومند تھا۔ کہ اسی اسی میل پیدل سفر کر سکتا تھا۔ تیراک بھی غضب کا تھا۔ اُس نے ہندوستان کے تمام دریا تیر کر عبور کئے۔ وہ قلعے کی فصیل پر پورے قد کے دو نوجوانوں کو بغل میں دبا کر دوڑ سکتا تھا +

اس کا اصل نام ظہیر الدین تھا۔ ترکی زبان میں بابر کے معنے شیر کے ہیں۔ چونکہ یہ شیر

جیسا طاقت ور اور بہادر تھا۔ اس لئے اس کا لقب بابر مشہور ہو گیا +

بابر رحمدل اور ارادے کا پکّا تھا۔ اُس نے ہندوستان پر لوٹ مار کے لئے حملے نہیں کئے بلکہ وہ ہندوستان میں ایک مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا تھا۔ بابر نے فتوحات کے بعد سلطنت کے انتظام کی طرف توجہ کی۔ لیکن عمر نے وفا نہ کی +

بابر صرف جنگجو سپاہی ہی نہ تھا۔ بلکہ اعلےٰ پائے کا شاعر اور قابل مصنف بھی تھا۔ اُس نے اپنی زندگی کے حالات تزکِ بابری میں لکھتے ہیں۔ جو نہایت دلچسپ کتاب ہے۔ اس میں تحریر ہے کہ وہ بڑا صاف گو اور پاکیزہ خیالات کا مالک تھا۔ قدرتی نظاروں کا بڑا دلدادہ تھا گو اس نے اپنی تمام عمر لڑائی بھڑائی میں گزاری۔ تاہم تھوڑی فرصت ملنے پر بھی دریاؤں کے کنارے یا درختوں کے نیچے محفلِ عیش و طرب گرم کرکے دنیاوی تفکّرات کو بھول جاتا تھا۔ اُس کے بعد پھر وہی لڑائی اور وہی بابر +

ہمایوں

بابر نے مرتے وقت اپنے بڑے بیٹے ہمایوں کو وصیّت کی، کہ اپنے بھائیوں سے نیک سلوک کرنا۔ اور اُن کو کسی طرح کا دُکھ نہ دینا۔ ہمایوں نے مرتے دم تک

اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ لیکن بھائیوں نے اُسے اپنے ناروا سلوک سے تمام عمر تنگ رکھا۔ اُس نے باپ کے کہنے پر تمام ملک بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ چنانچہ پنجاب، کابل اور قندھار کا زرخیز علاقہ کامران کو دیا۔ مرزا عسکری کو میوات اور مرزا ہندال کو سنبھل۔ ان بھائیوں نے ملک میں فساد مچانے کی کوشش کی اور کبھی بھی ہمایوں کی مدد نہ کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ ہمایوں کو تخت چھوڑ کر عرصہ دراز تک در بدر پھرنا پڑا +

ہمایوں کی مصیبت کا سبب ایک افغان سردار شیر شاہ نامی تھا۔ جو اُس وقت صوبہ بہار کا حکمران تھا۔ گو بابر نے یہ علاقے فتح تو ضرور کئے تھے۔ لیکن اُسے خاطر خواہ انتظام کرنے کی مہلت نہ ملی۔ اسی لئے بابر کی وفات پر یہ لوگ خودسر ہو گئے +

ہمایوں نے بغاوت کو دُور کرنے کے لئے سب سے پہلے کالنجر پر حملہ کیا۔ مگر اسی عرصے میں اسے معلوم ہؤا کہ افغانوں نے بنگال اور جونپور پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس لئے ہمایوں کو ناکام واپس لوٹنا پڑا۔ شیر خاں اُس وقت چنار کے قلعے میں تھا۔ یہ قلعہ پورے چھ ماہ کے عرصہ میں فتح ہؤا۔ اور شیر خاں نے اس

کی اطاعت قبول کی +

کچھ عرصہ بعد ہمایوں کو خبر ملی کہ شیر خاں نے بنگال میں پھر بغاوت برپا کر دی ہے۔ ہمایوں تیاری کرکے پھر بہار کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن ہمایوں کی کچھ پیش نہ گئی۔ اُسے بھاگنا پڑا۔ اور ایک سقہ نظام نامی کی مدد سے دریائے گنگا عبور کیا +

ہمایوں نے آگرہ پہنچ کر پھر تیاری شروع کر دی۔ اِدھر شیر خاں نے بنگال اور بہار پر قبضہ کر لیا۔ اور شیر شاہ کا لقب اختیار کرکے حکومت کرنے لگا۔ ایک سال بعد ہمایوں پھر اُس کی سرکوبی کو نکلا۔ ۱۵۴۰ء میں قنوج کے مقام پر لڑائی ہوئی۔ ہمایوں شکست فاش کھا کر آگرے پہنچا۔ اور اپنا ضروری سامان ساتھ لے کر لاہور کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنے بھائی کامران سے مدد کی درخواست کی۔ مگر اُس نے صاف انکار کر دیا اب ہمایوں کو بدبختی نے آگھیرا۔ اِدھر اُدھر بھٹکتا پھرتا رہا۔ چند جان نثار ہمراہی ساتھ تھے۔ اسی پریشانی اور بے سروسامانی کی حالت میں امرکوٹ کے مقام پر پہنچا۔ وہاں ۱۵۴۲ء میں اُس کے ہاں حمیدہ بانو بیگم کے بطن سے اکبر پیدا ہوا۔ یہاں سے نکل کر یہ خانخاں

قندھار کی طرف روانہ ہوا۔ تاکہ مرزا کامران سے مدد حاصل کرے۔ مگر قندھار کے قریب مرزا عسکری نے ہمایوں کو گرفتار کرنا چاہا۔ وہ تو بچ کر نکل گیا۔ ناچار ہمایوں اپنے بچے کو وہیں چھوڑ کر فارس چلا گیا۔ اُس وقت وہاں شاہ طہماسپ حکمران تھا۔ اُس نے ہمایوں کی بہت آؤ بھگت کی۔ کچھ عرصہ بعد بارہ ہزار ایرانیوں کی فوج دے کر ہندوستان کی فتح کے لئے واپس بھیجا +

سوالات

۱۔ بابر کون تھا۔ اُس کی ابتدائی زندگی کے حالات بیان کرو؟

۲۔ پانی پت کی پہلی لڑائی کب کیوں اور کن کن کے درمیان ہوئی۔ اور اُس کا کیا نتیجہ ہوا؟

۳۔ بابر کے خصائل بیان کرو؟

۴۔ بابر کی فتوحات اور وفات کا حال مختصر بیان کرو؟

۵۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھو؟

رانا سانگا۔ تزکِ بابری۔ امرکوٹ۔ نظام سقہ۔ ہمایوں +

پچیسواں باب

خاندان سور

اس خاندان کا بانی شیر شاہ سوری تھا۔ اس کا اصلی نام فرید خاں تھا۔ یہ شروع ہی سے قابل، سمجھدار اور ہونہار تھا۔ پہلے وہ جونپور کی فوج میں بھرتی ہؤا۔ پھر اُس نے سکندر لودھی کی نوکری اختیار کر لی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد پھر جونپور میں چلا آیا۔ وہاں اپنے باپ کی جاگیر کے انتظام کو بہتر بنایا۔ لیکن اپنی سوتیلی ماں کے ناروا سلوک سے تنگ آکر باپ کی جاگیر کو خیرباد کہا۔ اور آگرہ کے حاکم کی ملازمت کر لی۔ ۱۵۲۸ء میں بابر کی فوج میں جا بھرتی ہؤا۔ بابر نے اُسے لائق اور ہونہار جان کر بہار کے صوبہ میں کسی اعلےٰ عہدہ پر ممتاز کر دیا۔ رفتہ رفتہ ترقی کر کے بہار کا صوبہ دار بن گیا۔ اور شیر خاں کے نام سے مشہور ہؤا۔ یہاں ہمایوں سے جنگ کی تیاری کرنے لگا۔ ہمایوں خبر پاتے ہی اس کی

... کے لئے بہار پہنچا۔ لیکن ہمایوں نے
متعدد بار شکست کھائی۔ آخر اُس کے مقابلے
سے عاجز آکر ملک چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔
۱۵۴۰ء میں شیر خاں شیر شاہ کے نام سے
دہلی کا بادشاہ بن بیٹھا۔ اس وقت اس کی
عمر ساٹھ برس کی تھی۔ عباس خاں افغان
مورخ لکھتا ہے کہ

"شیر شاہ نے کنوئیں۔ سڑکیں۔ مسجدیں اور
مسافر خانے مسافروں کے آرام کے لئے تعمیر
کرائے۔ کلکتہ سے پشاور تک جرنیلی سڑک جو
سڑک اعظم کے نام سے مشہور ہے۔ اسی کی
تعمیر کی ہوئی ہے۔ سڑکوں پر دو رویہ میوہ دار
درخت لگوائے۔ ہر پڑاؤ پر سرائے۔ مسجد
اور کنواں بنوایا۔ زمین کی پیمائش کرائی۔
اور پیداوار کا چوتھا حصہ لگان مقرر کیا۔
غرض اس نے اپنے عہدِ حکومت میں رعایا کو
آرام پہنچانے کے لئے بہت سے مفید کام کئے
اس کے عہد میں رعایا خوشحال اور فارغ البال
تھی۔ مالگزاری کے لحاظ سے تمام ملک ایک لاکھ
سولہ ہزار پرگنوں میں تقسیم کیا گیا۔ ہر پرگنے
میں پانچ عہدہ دار مقرر کئے۔ جن میں سے ایک
محاسب اور ایک دیوانی حاکم ہوتا تھا۔ دیوانی
اور فوجداری قوانین کا ایک ضابطہ مقرر کیا۔

[illegible] جاری کیا۔ جو اب تک ہمارے ملک میں رائج ہے۔ شیر شاہ نیک دل اور منصف مزاج بادشاہ تھا۔ رشوت خوار ملازموں کو عبرت ناک سزائیں دیتا تھا +

ہندوؤں کے ساتھ اُس کا سلوک بہت اچھا تھا۔ بلکہ ہندو اور مسلمان کو ہمیشہ ایک نظر سے دیکھتا تھا۔ قابل ہندوؤں کو اچھے اچھے عہدوں پر مقرر کر رکھا تھا۔ اس نے مسافروں کے آرام کے لئے کئی قوانین بنا رکھے تھے۔ اگر کوئی مسافر راستے میں لٹ جاتا تو قرب و جوار کے نمبرداروں کا فرض تھا کہ یا تو وہ چور کی تلاش کریں۔ یا اُس کے نقصان کی تلافی اپنی گرہ سے کریں۔ اُس نے ڈاک رسانی کا مکمل انتظام کیا۔ حساب کا بڑا سچا اور پکا تھا۔ فوج کو اپنے سامنے نقد تنخواہ دلوایا کرتا تھا۔ تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو اور کوچ کے وقت فوج کو سخت حکم تھا کہ فصلوں کو ضائع نہ کیا جائے +

فتوحات

تخت نشینی کے بعد اس نے پنجاب میں کھوکھروں کی بغاوت فرو کی۔ دوسرے سال مالوہ فتح کیا۔ اس کے بعد ایک جرار لشکر لے کر راجہ مال دیو والئے مارواڑ پر حملہ کیا اور اُسے شکست دی +

۱۵۴۵ء میں کالنجر کے قلعہ پر چڑھائی کی۔

وہاں ایک سرنگ کے پھٹنے سے جان بحق ہوا۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا سلیم شاہ تخت نشین ہوا۔ یہ بھی اپنے باپ کی طرح ایک من چلا جوان اور قابل حاکم تھا۔ اس نے کئی بغاوتیں فرو کیں۔ اور سلطنت کا انتظام بھی بہ طریقِ احسن انجام دینے میں مشغول رہا۔ نو سال حکومت کرنے کے بعد راہیٔ ملکِ عدم ہوا۔

اس کے مرنے کے بعد دس سال تک اُس کے کمزور جانشین دہلی کے تخت پر حکمران رہے اس عرصہ میں ہمایوں بارہ ہزار ایرانیوں کی فوج کی مدد سے کامران کو شکست دے کر دہلی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ہمایوں سور خاندان کے آخری بادشاہ سکندر سور کو شکست دے کر دہلی کے تخت پر قابض ہو گیا۔ مگر ۱۵۵۶ء میں سیڑھیوں سے گر کر جاں بحق ہوا۔ ہمایوں سخاوت اور فیاضی میں حاتم ثانی تھا۔ فنونِ جنگ میں ماہر اور جوانمردی اور بہادری میں باپ کا نمونہ تھا۔ علم ادب، فلسفہ اور نجوم کا بہت دلدادہ تھا۔

سوالات

۱- شیر شاہ کا اصلی نام کیا تھا۔ اُس کے ابتدائی زندگی کے حالات بتاؤ؟

۲ - اُس نے کس طرح سلطنت دہلی کو حاصل کیا ؟
۳ - اُس کی فتوحات اور انتظام سلطنت کا حال لکھو ؟
۴ - شیر شاہ کا شمار اچھے حکمرانوں میں ہوتا ہے - کیوں ؟
۵ - ہمایوں کس طرح دوبارہ تخت دہلی حاصل کرنے میں کامیاب ہؤا ۔

چھبیسواں باب

خاندان مغلیہ

اکبر

اس سے پہلے بیان کر دیا ہے - کہ تاج و تخت کے چھن جانے پر جب ہمایوں راجپوتانہ میں صحرا نوردی کر رہا تھا - تو امر کوٹ کے مقام پر اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہؤا - جو اپنے درخشندہ کارناموں کی بدولت تاریخ میں اکبر اعظم کے نام سے مشہور ہے - بچپن میں یہ اپنے چچا کے پاس رہا - جس نے اس کی تعلیم و تربیت کی طرف کوئی توجہ نہ کی - اس لئے یہ بالکل ان پڑھ رہا - لیکن اوائل عمر کی مصیبتوں نے اُسے بڑا

پانی پت کی دوسری لڑائی

جب ہمایوں نے وفات پائی۔ تو اکبر کی عمر چودہ سال کی تھی۔ یہ اُس وقت اپنے باپ کے پاس دہلی میں نہ تھا۔ بلکہ اپنے اتالیق بیرم خاں کے ساتھ کلانور میں افغانوں کی سرکوبی میں مصروف تھا۔ کلانور ضلع گورداسپور میں ایک مشہور قصبہ ہے۔ بیرم خاں نے وہاں ہی تاج شاہی اس کے سر پر رکھ دیا اور دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔ جالندھر پہنچ کر معلوم ہوا۔ کہ عادل شاہ کے وزیر ہیموں نے ہمایوں کے مرنے کے بعد دہلی اور آگرے پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور پنجاب کی طرف بڑھا چلا آتا ہے۔ اکبر کے لئے یہ عجیب کشمکش کا وقت تھا۔ ادھر باپ کی موت کا غم۔ ادھر سلطنت کے نکل جانے کا ڈر۔ مشیروں نے اُسے کابل واپس جانے کی ترغیب دی۔ لیکن بیرم خاں نے کہا کہ "باپ دادا کا فتح کیا ہوا ملک اس طرح چھوڑ کر چلے جانا بزدلی ہے۔ ہمیں ضرور مقابلہ کرنا چاہیئے"۔ اکبر کو یہ صلاح پسند آئی۔ اور فوج اکٹھی کر کے دونوں دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔ ہیموں بھی ایک جرّار لشکر لے کر پانی پت کے میدان میں ڈیرے ڈالے بیٹھا تھا۔ ۵۔ نومبر

۱۵۵۶ء کو خونریز جنگ ہوئی۔ ہیموں بڑا قابل

اور بہادر جرنیل تھا۔ اُسے شکست دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ لیکن بیرم خاں کو بھی کئی معرکوں کا تجربہ تھا۔ اس نے ایسی ثابت قدمی اور بہادری سے مقابلہ کیا۔ کہ ہیموں کو شکست فاش ہوئی۔ ہیموں کی آنکھ میں تیر لگا۔ درد کی شدّت سے بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس کی فوج تتر بتّر ہو گئی۔ گرفتار کر کے اکبر کے سامنے پیش کیا گیا۔ بیرم خاں نے کہا کہ پہلا وار اسی پر کیجیئے۔ مگر اکبر کو یہ بات پسند نہ آئی۔ پھر بیرم خاں نے خود اس کی گردن اُتار دی +

اس لڑائی کے بعد اکبر کا تسلّط دہلی اور آگرہ پر ہو گیا۔ لیکن باقی تمام صوبے خود مختار تھے اور اپنی اپنی سلطنت مستحکم کرنے میں مصروف تھے۔ اکبر کی دوسری مہمیں سر کرنے سے پیشتر ملک کی حالت بیان کرنا ضروری ہے +

اکبر کی مشکلات

ہم اس سے پہلے مختلف صوبوں اور ریاستوں کا حال لکھ چکے ہیں۔ اگر بادشاہ قابل اور بہادر ہوتا تو تمام صوبے اس کی اطاعت کا دم بھرتے۔ ورنہ کمزور بادشاہ کی صورت میں تمام صوبے خود مختار ہو جاتے۔ اکبر کی تخت نشینی کے وقت بہت سے صوبے خود مختار ہو چکے تھے۔

اور اُسے [illegible] سال [illegible] تک اِن
صوبوں پر چڑھائی کرنی پڑی - اس لئے ان کا
مختصر حال لکھنا ضروری ہے +

خاندیس - بنگال - جون پور - سندھ اور ملتان
پر افغان صوبیدار حکمران تھے - اور شیر شاہ
کے عہد میں اُس کے مطیع اور فرمانبردار تھے -
اس کی وفات کے بعد خودسر اور خود مختار ہو
گئے - ہمایوں نے گجرات کو فتح کیا - لیکن بہادر
شاہ نے پھر قبضہ کر لیا تھا - میواڑ - جودھ پور
جے پور - بیکانیر اور جیسلمیر کی ریاستوں کے
راجے مہاراجے بھی خود مختار ہو گئے تھے - اکبر
کے تخت نشین ہونے تک ان لوگوں نے کافی
طاقت حاصل کر لی تھی - میواڑ پر رانا سانگا کے
خاندان سے رانا اودے سنگھ حکمران تھا - جودھ
پور کی ریاست راجہ مل دیو کے قبضہ میں تھی +

دکن میں بہمنی سلطنت کو زوال آ چکا تھا -
اور وہاں کی پانچوں شاخیں بیجے نگر سے برسر
پیکار تھیں - اکبر کو پانی پت کی دوسری لڑائی
میں صرف دہلی اور آگرہ کا علاقہ ملا - باقی
علاقوں پر اُسے فوج کشی کرنی پڑی +

بیرم خاں

پانی پت کی لڑائی کے بعد اکبر
کا تسلط صرف دہلی اور آگرہ پر
ہوا - اس کے تین سال بعد اجمیر - گوالیار اور جونپور

کی ریاستوں کو بھی فتح کر لیا۔ اس عرصہ میں

بیرم خاں کا اقتدار بہت بڑھ گیا۔ کھوئی ہوئی
سلطنت کا واپس حاصل کرنا اسی کی کوششوں
کا نتیجہ تھا۔ اس میں خود سری اور غرور کی
عادت پیدا ہو گئی۔ اب وہ اپنی من مانی
کارروائیاں کرنے لگا۔ جس سے دیگر مصاحب
شاہی اُمرا بیزار ہو گئے۔ اور وہ بادشاہ کے
کان بھرنے لگے۔ بادشاہ اس سے ناراض ہو
گیا۔ اور انتظام سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لیا۔
اس پر بیرم خاں نے بغاوت کر دی۔ گرفتار
کرکے اکبر کے سامنے لایا گیا۔ اکبر نے سابقہ
خدمات کا لحاظ کرکے قصور معاف کر دیا اور
کہا کہ اگر آپ حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ تو حسب
خواہش کوئی صوبہ لے لیجئے۔ اگر مصاحبت پسند
ہو۔ تو پہلی عزت و توقیر میں کوئی فرق نہ آئیگا
اگر حج کا ارادہ ہے۔ تو زادِ راہ حاضر ہے۔
بوڑھے بیرم خاں نے حج کرنے کا ارادہ ظاہر
کیا۔ بادشاہ نے بہت سا انعام و اکرام اور
خلعت وغیرہ دے کر مکہ کی طرف روانہ کر دیا۔
لیکن راستہ میں کسی دشمن نے اُسے قتل کر دیا+

مالوہ

اب اکبر نے تمام ہندوستان کو فتح
کرنے کا ارادہ کیا۔ اور سب سے پہلے
مالوہ فتح کرنے کے لئے اپنے جرنیل ادھم خاں

کو بھیجا۔ اس وقت مالوہ [illegible] باز بہادر حکمران
تھا۔ ادھم خان نے باز بہادر کو شکست دی
اور مالوہ پر قبضہ کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد اپنی
خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اور سازش کر کے
اکبر کے وزیر شمس الدین کو قتل کرا دیا۔ اس
پر اکبر نے غضبناک ہو کر اسے شہر کی فصیل
سے گروا کر مروا ڈالا۔ اور عبداللہ کو گورنر
مالوہ مقرر کر کے بھیجا۔ لیکن اس نے بھی جاتے
ہی بغاوت کر دی۔ اکبر نے خود پہنچ کر اسے
شکست دی اور اب سے مالوہ براہ راست
سلطنت دہلی کے ماتحت ہو گیا +

اس وقت تک دہلی، آگرہ، پنجاب، اجمیر،
گوالیار، لکھنؤ، جونپور اور مالوہ اکبر کے قبضے
میں آ چکے تھے۔ اب راجپوتانہ کی باری تھی +

اکبر نے پہلے ہی سمجھ رکھا تھا کہ ہندوستان
میں اپنی حکومت مستحکم کرنے کے لئے ہندوؤں
سے میل جول رکھنا ضروری ہے۔ راجپوت
قوم بہادری میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ اس
لئے اکبر نے سب سے پہلے ان کی طرف رجوع
کیا۔ اور جے پور کے راجہ بہاری مل کی لڑکی
سے شادی کر لی۔ اور اس کے بیٹے بھگوان داس
کو اپنے دربار میں ایک اعلےٰ عہدے پر
سرفراز کر دیا۔ اُس کے مُتبنےٰ راجہ مان سنگھ

کو اپنا [illegible] کیا۔ انہوں نے تاحیات بادشاہ
سے وفاداری کی۔ ان کی دیکھا دیکھی باقی کئی
راجپوتوں نے بھی اکبر سے رشتے جوڑ لئے۔ لیکن
میواڑ کے رانا اودھے سنگھ نے اس کی اطاعت
قبول نہ کی۔ اور لڑائی کی تیاریاں شروع کر
دیں۔ یہ رانا سانگا کا بیٹا تھا۔ اس کی ریاست
راجپوتانے میں سب سے زیادہ طاقتور تھی +

محاصرہ چتوڑ

۱۵۶۷ء میں اکبر نے چتوڑ پر
حملہ کیا۔ اودھے سنگھ وہاں سے
بھاگ کر پہاڑیوں میں جا چھپا۔ لیکن اس کا
بہادر جرنیل جیمل قلعہ بند ہو کر لڑنے لگا۔
اکبر نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن جیمل نے
قلعہ حوالے نہ کیا۔ راجپوت بڑی دلیری سے
لڑے۔ آخر اکبر نے ایک رات جیمل کو جب وہ
قلعہ کی فصیل کا معائنہ کر رہا تھا۔ گولی کا نشانہ
بنایا۔ بہادر جیمل جس کے کارنامے آج تک
بھاٹوں کی زبان پر ہیں۔ جانبر نہ ہو سکا۔ اس
کے مرتے ہی قلعے میں کہرام مچ گیا۔ راجپوت
قلعے سے باہر نکل آئے۔ اور دشمنوں پر ٹوٹ
پڑے۔ رسم جوہر ادا کی گئی۔ بہت سا کشت
و خون ہؤا۔ لیکن فتح اکبر کو حاصل ہوئی۔
چتوڑ کا قلعہ دہلی کی قلمرو میں شامل ہؤا۔ اودھے
سنگھ نے اپنی سلطنت نئی قائم کر لی۔ جس کی

راجدھانی اودے پور تھی۔ ہمیشہ بادشاہ کے

تصرف رہا۔ اس کے بعد شاہی فوج نے کالنجر
اور رنتھمبور کے قلعوں کو فتح کیا۔

رانا پرتاپ

اودے سنگھ کی وفات پر اس کا بیٹا رانا پرتاپ گدی نشین ہوا۔ یہ اپنے دادا رانا سانگا سے بھی زیادہ منچلا اور دلیر تھا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ جب تک چتوڑ واپس نہ لے لوں۔ گھاس پھوس کے بستر پر سوؤں گا۔ اور پتوں پر کھانا کھاؤں گا۔ اکبر نے صلح صفائی سے اسے قابو میں لانے کی بہت تدبیریں عمل میں لائیں۔ چنانچہ اس کے پاس راجہ مان سنگھ اور بھگوان داس کو صلح کی غرض سے بھیجا۔ لیکن پرتاپ نے صاف انکار کر دیا۔ چونکہ پرتاپ کے پاس اتنی فوج نہ تھی کہ شاہی لشکر کا مقابلہ کر سکے۔ اس لئے جب کبھی مناسب موقع دیکھتا چھاپے مار کر کافی نقصان پہنچاتا۔ آخرکار راجہ مان سنگھ کو اکبر نے اودے پور کی تسخیر کے لئے بھیجا۔ ہلدی گھاٹ کے میدان پر دونو حریف نبرد آزما ہوئے۔ اور گھمسان کا معرکہ ہوا راجپوت گو تھوڑے تھے۔ لیکن انہوں نے شاہی لشکر کے دل ہلا دئے۔ بڑی مشکل سے شاہی فوج نے رانا پرتاپ کو میدان جنگ چھوڑنے

[illegible] اس کے بعد راجہ مان سنگھ نے
سنبھل پور اور گولکنڈہ کے قلعے بھی فتح کر
لئے - رانا پرتاپ معہ بال بچوں کے پہاڑیوں
میں بھاگ گیا - اس لئے اکبر نے اپنا لشکر
واپس بلا لیا - اس کے بعد رانا پرتاپ نے
بہت سی مصیبتیں برداشت کیں - لیکن اکبر کے
آگے سر نہ جھکایا - کچھ عرصہ بعد پھر جمعیت
اکٹھی کی - اور اپنے ملک پر قبضہ کر لیا -
آج تک اسی کی اولاد اودے پور میں
حکمران ہے +

کشمیر کشمیر کے حکمران خاندان میں آئے دن
باہمی فتنہ و فساد رہتا تھا - جس سے
انتظام خراب ہو گیا - اکبر نے ۱۵۸۶ء میں کشمیر
فتح کر لیا اور اب اکبر کی سلطنت کشمیر اور افغانستان
سے لے کر بنگال تک اور ادھر وسط ہند -
گجرات اور سندھ تک یعنی تمام شمالی ہندوستان
پر پھیل گئی - ہندوستان میں اب صرف دکن
ہی باقی تھا - جہاں ابھی مغلوں کا تسلط نہیں
ہوا تھا +

احمد نگر ۱۵۹۵ء میں اکبر دکن کی طرف متوجہ
ہوا - احمد نگر میں اس وقت بہت
ابتری پھیلی ہوئی تھی - احمد نگر کے حاکم نظام شاہ
کی وفات پر تخت کے دعویداروں میں جھگڑا

شروع ہو گیا۔ وزیر نے ایک نابالغ لڑکے کو تخت

نشین کر دیا۔ لیکن دیگر امرا اس بات سے
بددل ہو گئے۔ اور فساد پر آمادہ ہوئے۔ اس
لئے وزیر نے امن بحال رکھنے کے لئے اکبر سے
مدد مانگی۔ اکبر کب ایسے موقع کو ہاتھ سے چھوڑتا تھا۔
فوراً شہزادہ مراد کو فوج دے کر روانہ کیا۔ اُس
نے جاتے ہی احمد نگر کا محاصرہ کیا۔ اس وقت احمد
نگر چاند بی بی کے ہاتھ میں تھا۔ یہ عورت علی عادل
شاہ والئے بیجاپور کی بیوہ تھی۔ اور غضب کی دلیر
تھی۔ جونہی اس نے شاہی لشکر کی آمد کی خبر سُنی۔
جھٹ لڑائی کے لئے کمربستہ ہو گئی۔ مراد قلعہ فتح
کرنے میں ناکامیاب ہؤا۔ ۱۵۹۹ء میں احمد نگر کے
سپاہیوں نے چاند بی بی کو قتل کر دیا۔ اور شہزادہ
دانیال نے احمد نگر کو فتح کر لیا۔ اسی سال خاندیس
بھی فتح ہو کر سلطنت مغلیہ میں شامل ہؤا۔ اس
کے بعد ابوالفضل دکن کے دیگر علاقوں کو فتح کرنے
کی غرض سے روانہ ہؤا۔ جب وہ دکن سے واپس آ
رہا تھا۔ تو شہزادہ سلیم کے آدمیوں نے اُسے راستے
میں قتل کر دیا۔ اکبر کو اس خبر سے سخت صدمہ ہؤا۔
۱۶۰۵ء میں بادشاہ نے وفات پائی۔ اور اس کے
بعد اس کا بیٹا سلیم جہانگیر کے لقب سے تخت نشین ہؤا۔

اکبر کی پالیسی

اکبر گو اَن پڑھ تھا۔ پھر بھی
بڑا مدبّر، دور اندیش، بلند نظر،

دانا اور بلا کا ذہین تھا۔ اس نے اپنی پالیسی سے تمام رعایا کا دل قابو میں کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ تمام ہندو اور مسلمان بادشاہ کو اپنا سچا خیر خواہ تصوّر کرتے۔ اور اس کے احکام بجا لانے کے لئے ہر دم تیار رہتے تھے۔ یہ اپنے مغلوب دشمنوں سے بھی بہت اچھا سلوک کرتا تھا۔ جس سے وہ بھی اس کے دوست اور مدّاح بن جاتے تھے ❖

اکبر غضب کا مردم شناس تھا۔ عمدہ سے عمدہ اہلکاروں کا انتخاب کیا کرتا تھا۔ اکبر نے دیکھا کہ اس کے باپ دادا نے ملک تو فتح کر لیا۔ لیکن وہ کوئی مستقل حکومت قائم نہ کر سکے۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ عام طور پر رعایا بادشاہ کو اجنبی خیال کرکے اس سے دور رہتی تھی۔ وہ ایسے اصولوں پر کاربند ہؤا۔ جس سے رعایا کو بادشاہ سے عقیدت ہونے لگی ❖

راجپوتوں سے سلوک

راجپوت ایک جنگجو قوم ہے۔ اور یہ ہمیشہ اسی خیال میں رہتے تھے۔ کہ مغلوں کو نکال کر اپنی سلطنت قائم کریں۔ اکبر کو بھی اس بات کا یقین ہو چکا تھا۔ کہ سلطنت کو مضبوط کرنے کے لئے راجپوتوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنا ضروری ہیں۔ اکبر یہ خوب سمجھتا تھا۔ کہ یہ لوگ بزور شمشیر قابو میں نہ آ سکیں گے۔ اُنہیں رام کرنے کے لئے ان سے اچھا سلوک کرنا نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ اکبر نے

اپنے دربار میں راجپوت سرداروں کو بڑے بڑے عہدے دیئے۔ ان کے رشتہ داروں کو شاہی فوج میں بھرتی کیا۔ راجپوت راجاؤں سے رشتہ داری کے تعلقات پیدا کئے۔ چنانچہ راجہ بہاری مل کی لڑکی کے بطن سے شہزادہ سلیم پیدا ہوا تھا۔ جو اکبر کے بعد تخت نشین ہوا۔ رانی کا بھائی بھگوان داس اور مان سنگھ اکبر کے معتمد سپہ سالار تھے۔ شہزادہ سلیم کی ایک شادی راجہ بھگوان داس کی لڑکی سے اور دوسری والئے جودھ پور کی شہزادی سے کی گئی تھی۔ ان لوگوں نے صرف سلطنت ہی کو مستحکم نہیں کیا۔ بلکہ باقی راجاؤں کو بھی حلقۂ اطاعت میں لانے کی سرتوڑ کوشش کی۔ راجپوت اکبر کے وفادار دوست بن گئے۔ لیکن چتوڑ کا رانا پرتاپ بہت غیور راجپوت تھا۔ اُس نے اپنی قومی آن کو برقرار رکھا۔ اور اکبر کی اطاعت قبول نہ کی۔ اس کے علاوہ اکبر نے باقی ہندوؤں پر بھی کئی مہربانیاں کیں۔ ان کو اپنے دربار میں معزز عہدوں پر سرفراز کیا۔ راجہ بیربل اور راجہ ٹوڈر مل اکبر کے نورتنوں میں سے تھے۔ اس کی پالیسی صلح کل تھی۔ اس کے عہد میں ہر طرح کی مذہبی آزادی تھی۔ ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے جزیہ بند کر دیا۔ یہ ایک قسم کا ٹیکس ہوتا تھا۔ جو مسلمان بادشاہ دیگر مذاہب کے لوگوں سے فوجی حفاظت کے عوض وصول کیا

کرتے تھے۔ اس کی مقدار دو روپے سالانہ سے چھ روپے تک ہوتی تھی ۔

دین الٰہی

اس کا خیال تھا کہ مذہبی قیود و امتیاز کو اڑا کر ہندو مسلمانوں کو ایک متحدہ قوم بنا دیا جائے۔ اس نے ایک وسیع عبادت خانہ تعمیر کرایا۔ جس میں ہر جمعہ کی نماز کے بعد مجلس ہوا کرتی تھی۔ جس میں ہر مذہب اور خیال کے لوگ شریک ہو کر اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرتے تھے ان مجلسوں کی غرض یہ تھی۔ کہ بیجا تعصب دور ہو۔ چونکہ علماء نائب رسول سمجھے جاتے تھے۔ اس لئے ان کے اثر کو کم کرنے کے لئے ایک فتوےٰ اس مطلب کا تیار کروایا۔ جس سے بادشاہ کا درجہ بالاتر اور اس کا فیصلہ ناطق قرار دیا گیا۔ بادشاہ کو مذہبی آزادی مل گئی اور وہ اپنے مذہبی امور میں خود مختار ہو گیا۔ لیکن اکبر کی آزاد خیالی بعض مسلمانوں کے خیال میں اعتدال سے تجاوز کر گئی۔ اور اس نے ایک نیا مذہب دین الٰہی کے نام سے جاری کیا۔ اس مذہب میں تمام مذاہب کے اچھے اچھے اصول جمع کرنے کی کوشش کی۔ اور بادشاہ نے خدا کا خلیفہ ہونے کا اعلان کیا ۔

مذہبی رواداری

اکبر سورج کو خدا کی طاقت کا مظہر جانتا تھا۔ یہ خیال اس نے پارسیوں سے لیا۔ داڑھی منڈوانا اور لہسن۔ پیاز اور گوشت سے پرہیز کرنا تھا۔ تلہ دان۔ بھدر کروانا

[illegible] وغیرہ - کئی ہندوؤں
کے رواج کا پابند ہو گیا۔ ہندوؤں کی مذہبی کتب
کا فارسی میں ترجمہ کرایا - تاکہ ہندو تہذیب اور ہندو
ادب کا اثر اہل اسلام پر ہو - اور ہندوؤں میں
فارسی پڑھنے کا رواج عام ہو گیا - ان تمام باتوں
کا مقصد یہ تھا - کہ ایک مذہب کے خیالات کا اثر
دوسرے پر پڑے - تاکہ مذہبی منافرت دور ہو جائے
اور آپس میں مل جُل کر رہیں - کیونکہ ملک کی بہتری
اسی میں تھی +

اکبر نے غلاموں کی خرید و فروخت حکماً بند کر دی
مگر اس وقت انگلستان کی ملکہ الزبتھ کے عہد میں
غلاموں کی خرید و فروخت زوروں پر تھی +

اکبر نے یاترا ٹیکس موقوف کر دیا - وہ مساوات
کا حامی تھا - اس نے ہندوؤں کے کئی مقدس مقامات
کی خود یاترا کی - یہی اسباب تھے - جن کی وجہ سے
ہندو رعایا کو اپنا گرویدہ بنا لیا - اور ہندو اسے اپنے
ہندو دھرم کا محافظ سمجھنے لگے +

اکبر ایسا کرنے میں بڑی حد تک کامیاب ہوا -
اُسے ہم محبّ وطن اکبر اعظم کہنے میں حق بجانب
ہیں - اس کے عہد میں شیخ مبارک اور اس کے دو
بیٹے ابوالفضل اور فیضی مشیر کار تھے - یہ دونو بھائی
علامۂ روزگار تھے - فیضی سنسکرت کا بڑا عالم تھا -
اس نے سنسکرت کی کئی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کیا +

تھا۔ بچپن سے باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ بیوہ ماں کی عمدہ تربیت اور اپنی ذہانت کے باعث اعلےٰ تعلیم حاصل کرنے میں کامیاب ہُوا۔ وہ علم ریاضی میں خوب ماہر تھا۔ شیر شاہ سوری کے عہد میں صیغۂ مالگزاری میں ملازم ہوُا زمین کی پیمائش اور لگان کا طریقہ پہلے پہل اسی نے ایجاد کیا۔ خاندان سوری کے زوال کے بعد اکبر کے دربار میں وزیر مال کے عہدے پر ممتاز ہوُا۔ اُس نے تمام محروسہ علاقے کی ایک ہی پیمانہ سے پیمائش کی۔ پیداوار کا اندازہ لگا کر اس پر درجہ وار لگان مقرر کیا۔ پیداوار کے لحاظ سے زمین کو تین درجوں میں تقسیم کیا۔ اور پیداوار کا تیسرا حصہ لگان مقرر ہوُا۔ بندوبست اراضی کا یہ طریقہ آج تک رائج ہے +

راجہ بھگوان داس ۔ یہ جے پور کے راجہ بہارمی مل کا بیٹا تھا۔ اکبر نے اُسے ایک معزز عہدے پر سرفراز کیا اُس نے سلطنت کو وسیع کرنے میں مدد کی ۔ راجپوتانہ اور کشمیر کے علاقوں کو فتح کرکے اکبر کی سلطنت میں شامل کیا۔

راجہ مان سنگھ ۔ یہ راجہ بھگوان داس کا متبنیٰ تھا۔ اس کی ہمشیرہ جہانگیر سے بیاہی گئی ۔ یہ اکبر کا سپہ سالار تھا۔ اس نے بنگال ۔ بہار اور سرحدی علاقوں کو فتح کیا۔ اودے سنگھ کی مہم کو سر کرنے کے لئے بھی یہی مقرر ہوُا تھا۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکا +

بیربل ۔ اس کا اصلی نام مہیش داس تھا اور ذات کا برہمن ۔ اپنے لطائف کے سبب خاص طور پر مشہور

ہے۔ اکبر بھی اس کی ظرافت اور حاضر جوابی کی وجہ سے اس پر اس قدر مہربان تھا۔ کہ جلوت و خلوت میں اکبر اُسے اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اُس کو یوسف زئی قوم کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا۔ لیکن وہاں کام آیا +

خصائل اکبر کا قد متوسط۔ رنگ گندمی۔ آنکھیں اور بھویں سیاہ۔ پیشانی اور سینہ کشادہ تھا۔ بازو اور ہاتھ لمبے تھے۔ چہرے سے جلال ٹپکتا تھا۔ آواز بلند تھی۔ طرز گفتگو دلکش اور شیریں تھی۔ تیر اندازی۔ شمشیرزنی اور نشانہ بازی میں بڑا ماہر تھا۔ بلا کا شاہ زور اور طاقتور تھا۔ غضب کا شاہ سوار تھا۔ شکار اور چوگان کھیلنے کا بہت مشتاق تھا۔ اپنے زمانے کا بہترین منتظم اور بلند پایہ سیاستدان تھا +

گو اَن پڑھ تھا۔ لیکن قدرت نے اعلےٰ دماغ دیا تھا۔ علم و فضل کا بڑا قدردان تھا۔ ہر مذہب اور ملت کے علماء کے لئے سرکاری وظیفے مقرر کر رکھے تھے بڑی کثیر رقم خرچ کر کے اس نے ایک کتب خانہ بنوایا تھا۔ اس کے عہد میں فارسی اور ہندی شاعری نے بہت ترقی کی۔ تلسی داس اور عبدالرحیم خان خاناں ہندی زبان کے بڑے پائے کے شاعر تھے۔ تلسی رامائن جو ہندی زبان میں تلسی داس نے لکھی ہے بہت مقبول عام ہے +

آدمیوں کے انتخاب میں اُسے بڑی مہارت تھی۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے علما و فضلا ہر

وقت گذارتے رہتے تھے۔ اکبر نے سلطنت کو وسعت دی اور انتظام اس خوبی سے کیا۔ کہ بعد کے جانشین آرام دچین سے حکومت کرتے رہے۔ باون برس کی طویل حکومت کے بعد ۱۶۰۵ء میں وفات پائی +

سوالات

۱۔ اکبر کہاں پیدا ہؤا۔ اس کی ابتدائی زندگی کے حالات درج کرو؟ اور بتاؤ کہ وہ کیوں اَن پڑھ رہا؟

۲۔ پانی پت کی دوسری لڑائی کب۔ کیوں اور کس کس کے درمیان ہوئی۔ اور اس لڑائی کا ہندوستان کی تاریخ پر کیا اثر ہؤا؟

۳۔ اکبر کو کون سی مشکلات پیش آئیں اور کس طرح اُس نے اِن سب کو حل کیا؟

۴۔ اکبر کی فتوحات مختصر طور پر لکھو؟

۵۔ اکبر کا ملکی۔ فوجی انتظام اور بندوبست اراضی کے حالات درج کرو؟

۶۔ اکبر کے خصائل اور نورتنوں کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟

۷۔ اکبر نے ہندوستان میں قومیت کا جذبہ پیدا کرنے کے کیا وسائل اختیار کئے؟

۸۔ ثابت کرو کہ ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کا بانی اکبر تھا نہ کہ بابر؟

ستائیسواں باب

جہانگیر

شہزادہ سلیم اکبر کی وفات پر ۱۶۰۵ء میں جہانگیر
کے لقب سے تخت نشین ہؤا۔ اکبر نے اپنی زندگی میں
اُسے ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ لیکن عوام سلیم کے بیٹے
خسرو کے طرفدار تھے۔ شہزادگی کے زمانہ کی زیادتیوں
سے لوگ سلیم سے خائف تھے۔ لیکن اس نے بادشاہ
ہوتے ہی اپنے رویّے کو بدل دیا تھا۔ اور ایسے فرمان
جاری کئے۔ جس سے امرا اور رعایا دونوں خوش ہو گئے۔
تخت نشین ہوتے ہی محصول چونگی اور کسٹم وغیرہ
میں اصلاح کی جس سے سوداگروں کو بہت کچھ سہولتیں
دی گئیں۔ تاکہ تجارت کو فروغ ہو۔ رعایا کے آرام کے
لئے سڑکیں، کنوئیں، مدرسے اور شفاخانے بنوائے۔ امیر
و غریب پر عدل و انصاف کے دروازے یکساں طور پر
کھول دیئے۔ اُس نے ایک زنجیر عدل اپنے محل میں
لگوا رکھی تھی۔ اس کا دوسرا سرا دریائے جمنا کے کنارے
تھا۔ فریادی زنجیر کو ہلاتا اور بادشاہ فریاد سننے کے لئے
بالکنی پر آ موجود ہوتا۔ فریاد سنتا اور فوراً فیصلہ دے
دیتا۔ جو ہر پہلو سے انصاف پر مبنی ہوتا یہی وجہ ہے

کہ عدلِ جہانگیری بہت مشہور ہے۔

جہانگیر گو خود شراب پیتا تھا۔ لیکن صحت عامہ
کے لئے اس نے نشئی اشیا کی فروخت قطعاً بند کر
دی تھی۔ اگر کسی کو دربار میں شرابی دیکھ پاتا تو اُسے
عبرتناک سزا دیتا۔ وہ خود بھی دن کو شراب نہ پیتا
تھا۔ معیوب سزائیں مثلاً ناک، کان کاٹنا بند کر دیں۔
ان باتوں سے سب کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ اپنے باپ
کے نقش قدم پر چل کر ملک کو راہ ترقی پر
گامزن کرے گا۔

خسرو کی بغاوت

سب سے پہلے اس کے بیٹے
خسرو نے لاہور میں بغاوت کی۔
اکبر کی وفات پر یہ خود بادشاہ بننا چاہتا تھا۔
راجہ مان سنگھ اس کا ماموں اس کا بڑا حامی تھا۔
جہانگیر خود فوج لے کر لاہور پہنچا۔ اور اسے پکڑ کر
قید کر دیا۔ وہ کچھ مدت بعد قید خانہ ہی میں مر گیا۔

نورجہان

۱۶۱۱ء میں جہانگیر نے ایک ایرانی
عورت مہرالنسا سے نکاح کیا۔ جو نورجہان
کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے۔ نورجہان کا
باپ مرزا غیاث بیگ مفلسی کی وجہ سے اپنا وطن
چھوڑنے پر مجبور ہوا۔ اور تلاش روزگار کے لئے
ہندوستان آیا۔ اکبر نے اُسے شاہی دربار میں جگہ
دی۔ اُس کی بیٹی مہرالنسا اپنی ماں کے ساتھ محلات میں
آنے جانے لگی۔ شہزادہ سلیم اُسے دیکھ کر فریفتہ ہو گیا

جب اکبر کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے مہرالنسا کا عقد شیر افگن حاکم بنگال سے کر دیا۔ جب جہانگیر بادشاہ ہوا۔ اور شیر افگن نے وفات پائی تو اس نے مہرالنسا کو آگرے بُلا لیا اور چار سال کے بعد اس سے شادی کر لی۔ اور اس کے باپ غیاث بیگ اور بھائی آصف خاں کو اعلےٰ عہدوں پر مامور کر دیا۔

نور جہان انتظام سلطنت میں برابر کی شریک تھی ہر حکم دونوں کے دستخط سے جاری ہوتا۔ سکّوں پر بھی دونوں کے نام کندہ تھے۔ نور جہان بڑی عقلمند دانا، منصف مزاج اور رحم دل عورت تھی۔ دربار میں جہانگیر کے ساتھ بیٹھ کر عدل و انصاف کیا کرتی تھی۔ ہر ضروری کام کی دیکھ بھال خود کیا کرتی تھی۔ اس نے کئی غریب اور یتیم لڑکیوں کی شادیاں اپنی گرہ سے خرچ دے کر کرائیں۔ سیاسی جوڑ توڑ سے خوب واقف تھی۔ اور سلطنت کے پیچیدہ سے پیچیدہ امور کو اس خوبی سے سلجھاتی کہ خود جہانگیر حیران رہ جاتا تھا یہ ملکہ کے ہی حسن انتظام کا نتیجہ تھا کہ سوا چند معمولی بغاوتوں کے تمام ملک میں کامل امن و امان رہا۔

ملک عنبر

سنہ ۱۶۱۵ء میں شاہ احمد نگر نے اپنے بہادر وزیر ملک عنبر کے مشورہ سے شورش برپا کر دی۔ یہ بڑا بہادر، عقلمند سیاستدان تھا

[illegible] نے تھوڑے ہی
عرصہ میں دکن میں اقتدار حاصل کر لیا۔ اور مغلیہ
فوج کے جرنیل خان خاناں کو شکست دی۔ بادشاہ
نے اپنے بیٹے خرم کو اس کی سرکوبی کے لئے دکن
بھیجا۔ اس نے ملک عنبر کو شکست دے کر دکن
کی شورش کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا +
شہزادہ خرم نے ۱۶۱۴ء میں میواڑ کے رانا
امر سنگھ کو مطیع کیا۔ بادشاہ نے اس واقعہ سے
خوش ہو کر خرم کو شاہجہان کا لقب دیا +

سر طامس راؤ

۱۶۱۵ء میں شاہ انگلستان نے
سر طامس راؤ کو سفیر مقرر کر کے
جہانگیر کے دربار میں بھیجا۔ تاکہ بادشاہ سے تجارتی
عہد نامہ کیا جائے۔ اور انگریز تاجروں کے لئے کچھ تجارتی
رعایتیں حاصل کی جائیں۔ چنانچہ سر طامس رو جہانگیر
کے دربار میں حاضر ہوا۔ یہ شخص بڑا معاملہ فہم اور
موقع شناس تھا۔ کمال حکمت و دانائی سے تجارت کی
منظوری حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ اس نے اس
وقت کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے
"جہانگیر کا دربار شاہی شان و شوکت کا نمونہ تھا۔
انتظام سلطنت اکبر کی مانند تھا۔ بادشاہ کے نوکر
اور افسر لائق آدمی تھے۔ ملک سرسبز اور خوشحال
تھا۔ سلطنت پندرہ صوبوں میں منقسم تھی۔ اور مالگزاری
کی آمد بارہ کروڑ روپیہ تھی۔ بادشاہ متعصب نہ تھا۔

ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل تھی ۔

طاعون

۱۶۱۵ء میں پنجاب میں پلیگ کی بیماری پھیلی ۔ اور ہزاروں آدمی اس کا شکار ہوئے ۔ جہانگیر اپنی تزک میں لکھتا ہے کہ یہ بیماری پہلی دفعہ ہندوستان میں آئی اور چوہوں کے ذریعے سے پھیلی +

بیٹوں کی رقابت

خسرو ، پرویز ۔ خرّم اور شہریار جہانگیر کے چار بیٹے تھے ۔ خرّم آصف خاں کی لڑکی سے منسوب تھا ۔ اور شہریار نور جہاں کے پہلے خاوند کی لڑکی سے بیاہا ہُوا تھا ۔ نور جہاں شہر یار کو ولی عہد بنانا چاہتی تھی ۔ اور آصف خاں کی خواہش تھی کہ خرّم تخت کا مالک قرار دیا جائے ۔ خرّم نے جب دیکھا کہ نور جہاں شہریار کے حق میں کوشاں ہے تو اُس نے بغاوت کر دی ۔ اور دکن کی طرف بھاگ گیا ۔ اسی عرصے میں مہابت خاں کو بھی نور جہاں نے پرویز کی حمایت کی وجہ سے موقوف کر دیا اور اُس نے بادشاہ کو کابل جاتے ہوئے گرفتار کر لیا ۔ لیکن نور جہاں نے بڑی دانائی سے بادشاہ کو چھڑا لیا ۔ یہ بھی بھاگ کر خرّم کو دکن میں جا ملا ۔ لیکن خرّم نے بادشاہ سے معافی مانگ کر صلح کر لی +

جہانگیر کی وفات

جہانگیر گرمی کے موسم میں کشمیر جایا کرتا تھا ۔ ۱۶۲۷ء میں وہاں سے واپس آ رہا تھا کہ راستے میں اچانک

بیمار ہو گیا۔ لاہور پہنچ کر اس دارِ فانی سے کوچ

کر گیا۔ اور شاہدرہ کے مقام پر دفن کیا گیا۔
مقبرۂ جہانگیر دیکھنے کے قابل ہے۔

خصائل جہانگیر ایک لائق حکمران تھا۔ اس نے اپنے عہد کے حالات خود توزک جہانگیری میں لکھے ہیں۔ قدرتی نظاروں کا بڑا شوقین تھا۔ اس نے کئی باغ لگوائے۔
چشمہ ویری ناگ۔ چشمہ شاہی، اور شالامار باغ کشمیر میں اسی کے بنوائے ہوئے ہیں۔ اسے فن تعمیر اور فن مصوری سے خاص دلچسپی تھی۔ عدل و انصاف کرنے میں کسی کی رعایت نہ کرتا۔ اس کے عہد میں لوگ خوش حال اور فارغ البال تھے۔

سوالات

۱۔ جہانگیر نے تخت نشین ہوتے ہی کیا کیا احکام جاری کئے۔ اور انتظام سلطنت میں کیا اصطلاحات کیں؟
۲۔ نور جہاں کی سوانحعمری مختصر طور پر بیان کرو!
۳۔ سر طامس رو کون تھا۔ اور کس غرض کے لئے جہانگیر کے دربار میں حاضر ہوا؟

اٹھائیسواں باب

شاہجہان

شاہجہان کی تخت نشینی

جہانگیر کی وفات کے وقت تخت کے دو دعوے دار زندہ تھے۔ شاہجہان دکن کے انتظام میں مصروف تھا۔ اور شہریار لاہور میں اپنی ساس نورجہاں کے پاس تھا۔ نورجہاں شہریار کے حق میں تھی اور اُس کا بھائی آصف خاں اپنے داماد شاہجہان کا طرفدار تھا۔ شہریار نے لاہور پر قبضہ کرکے بادشاہی کا اعلان کیا۔ آصف خاں مقابلہ میں صف آرا ہوا۔ شہریار کو شکست دے کر قتل کرا دیا۔ اور نورجہان کو نظربند کر لیا۔ اسی عرصہ میں شاہجہان آگرہ پہنچ گیا۔ تخت شاہی پر قبضہ کرکے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اور نورجہاں کا معقول وظیفہ مقرر کر دیا۔ وہ تیئس سال زندہ رہی۔ اور ۱۶۶۲ء میں اُس نے وفات پائی+

خان جہاں لودھی کی بغاوت

شاہجہان دکن کی مہم میں مصروف تھا کہ اُسے یک دم آگرہ آنا پڑا۔ اُس کی غیرحاضری

میں وہاں پھر فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو گیا۔ خان جہاں

لودھی دکن کا صوبیدار تھا۔ اُس نے بغاوت کر دی۔
شاہجہاں نے بتیری کوشش کی کہ خان جہاں کشت
و خون کے بغیر راہ راست پر آجائے۔ لیکن تمام
کوشش بے سود ثابت ہوئی۔ آخر شاہجہان خود لشکرِ
جرّار لے کر وہاں پہنچا۔ اور معمولی لڑائی کے بعد
اُسے شکست دی۔ خان جہاں لودھی لڑائی میں
کام آیا۔

مہماتِ دکن

احمد نگر میں پھر بدنظمی پھیل گئی۔ یہاں
کے حاکم نظام شاہ نے خان جہاں
کی مدد کی تھی۔ اس لئے مغلیہ خاندان کے جرنیل
نے اُسے بہت دق کیا۔ محمد عادل شاہ والئے بیجاپور
نے یہ سمجھ کر کہیں احمد نگر کے بعد میری باری
نہ آجائے۔ احمد نگر کی مدد کی۔ لیکن ملک عنبر کے
بیٹے فتح خاں نے ایک چھوٹے سے لڑکے کو تخت
نشین کر کے شاہجہان کو اُس کا سرپرست مشہور
کر دیا۔ شاہی فوج نے اب بیجاپور پر حملہ کر دیا
لیکن ناکام واپس پھری۔ شاہجہان خود دکن گیا۔
لیکن عادل شاہ نے صلح کر لی اور فتح خاں نے
بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ اس طرح احمد نگر اور بیجاپور
کے دونوں علاقے سلطنت مغلیہ میں شامل کر لئے گئے۔

قندھار کی مہم

قندھار کے صوبیدار علی مردان
خان نے اطاعت قبول کر لی۔

اور دربار میں رہ کر کافی مشہور ہو گیا۔ یہ ایک قابل

انجینئر تھا۔ اس نے نہر حسن غزنی کی مرمت کی۔
اور دریائے راوی سے ایک نئی نہر نکلوائی۔ جو
شہر لاہور کے باغوں کو سیراب کیا کرتی تھی۔ اب
بھی اسی نہر سے لاہور کو پانی ملتا ہے +

کچھ عرصہ کے بعد شاہ فارس نے قندھار فتح
کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ شاہجہان نے
اورنگ زیب کو وہاں بھیجا۔ لیکن وہ ناکام رہا۔
پھر دارا کو ایک جرار لشکر دے کر بھیجا۔ لیکن یہ
بھی ناکام واپس پھرا۔ ہمیشہ کے لئے یہ علاقہ
ہندوستان سے علیحدہ ہو گیا +

شاہجہان کی عمارتیں

شاہجہان کو عمارتوں کا بہت
شوق تھا۔ اُس نے اپنے
عہد میں بہت سی عالیشان عمارتیں بنوائیں۔ اسی
وجہ سے اس کو "انجینئر بادشاہ" کہا جاتا ہے۔
اُس نے اپنی چہیتی بیوی ممتاز محل کا مقبرہ
آگرہ میں ایسا شاندار بنوایا کہ وہ عجائبات روزگار
میں شمار ہوتا ہے۔ یہ تمام کا تمام سفید سنگ مرمر
کا بنا ہوا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معماروں
نے ابھی ابھی بنایا ہے۔ ممتاز محل آصف خاں کی
لڑکی تھی۔ بادشاہ اُس سے بہت محبت کیا کرتا تھا۔
اس کے علاوہ شاہجہان نے اور بہت سی عمارتیں
بنوائی ہیں۔ دہلی کے نزدیک شاہجہان آباد اسی بادشاہ نے

آباد کیا تھا۔ اس دور میں فن تعمیر اور مصوری کو بہت ترقی ہوئی۔ آگرہ کی موتی محل مسجد، دہلی کا لال قلعہ اور اُس کا دیوانِ خاص۔ دیوانِ عام۔ اور جامع مسجد مشہور عمارتیں ہیں +

شاہجہان کا دربار تمام شاہان مغلیہ سے شان و شوکت میں زیادہ تھا۔ اس کا تختِ طاؤس نہایت نفیس چیز تھی۔ یہ دس کروڑ روپیہ کی لاگت سے تیار کیا گیا۔ یہ بڑا دولتمند شہنشاہ تھا۔ اس نے باوجود اتنی عمارتیں بنوانے۔ اور کثیر رقم خرچ کرنے کے مرتے وقت چھتیس کروڑ روپیہ خزانے میں چھوڑا +

یوروپین سیّاح اس کے عہد میں یورپ کے کئی سیاح ہندوستان میں آئے۔ جنہوں نے اس کے عہد کے حالات لکھے۔ ان کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ شاہجہان کا بندوبست اچھا تھا۔ اس کا رعایا کے ساتھ سلوک پدرانہ تھا۔ اور عدالتوں میں ایمانداری سے انصاف ہوتا تھا۔ دولت کی فراوانی تھی۔ رعایا خوش حال تھی۔ لیکن باوجود ایسے اچھے انتظام کے بعض بعض جگہیں چوروں اور ڈاکوؤں کے خوف سے خالی نہ تھیں +

قحط شاہجہان کے عہد میں گجرات اور دکن میں خوفناک قحط پڑا۔ بادشاہ نے بے شمار محتاج خانے کھولے۔ لاکھوں روپیہ بطور خیرات

تقسیم کیا۔ پھر بھی لوگ بھوکے مرنے لگے۔ کیونکہ اس زمانہ میں آج کل کی طرح ذرائع آمد و رفت آسان نہ تھے۔ ریل گاڑی اور موٹر لاری کا نام تک نہ تھا قحط زدہ علاقے میں جلد غلّہ نہ پہنچ سکتا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قصبوں اور گاؤں میں مُردوں کے ڈھیر لگ گئے۔ جن کی بدبو سے وبا پھیل گئی۔ لیکن بادشاہ کی متواتر کوششوں سے دونوں چیزوں سے رعایا کو جلد نجات مل گئی +

بادشاہ خود بڑا سخی اور عادل تھا۔ امن و امان اور خوشحالی کی وجہ سے لوگوں نے بھی بادشاہ کی دیکھا دیکھی عمدہ عمدہ عمارتیں بنوائیں۔ غرض صنعتِ عمارت سازی نے اس کے زمانے میں نمایاں ترقی کی۔

پرتگیز اس سے پیشتر بیان کر دیا گیا ہے کہ اہلِ عرب کے ہندوستان سے تجارتی تعلقات تھے۔ عرب کے سوداگر ہندوستان کا مال یورپ میں بیچا کرتے تھے۔ اور نفع حاصل کر کے اُس سے مالا مال ہوتے تھے۔ اہل یورپ کو عربوں کی تجارت نہ بھائی۔ ان لوگوں نے ہندوستان سے خود تجارت کرنے کا بحری راستہ تلاش کرنا شروع کیا۔ سب سے پہلے ایک پرتگیز واسکوڈے گاما نے ہندوستان کا بحری راستہ معلوم کیا۔ اور باقی یورپین قوموں سے پہلے پرتگیزوں نے ہند کی تجارت سے زیادہ

ہالینڈ، انگلستان، ڈنمارک اور دوسری یورپین قوموں نے بھی کمپنیاں بنائیں اور ہندوستان سے تجارت شروع کر دی +

انگلستان والوں نے اکبر کے عہد میں ایک تجارتی کمپنی بنائی اور ایک بیڑا ہندوستان روانہ کیا۔ جس کا سفر عمدگی سے ختم ہوا +

ڈاکٹر بوٹن

شاہجہان کے عہد میں بھی کئی یورپین تجارتی غرض سے ہندوستان میں آئے ایک دفعہ شاہجہان کی لڑکی جہاں آرا بیگم سخت بیمار ہو گئی۔ بہتیرے علاج کئے۔ لیکن کوئی علاج مفید ثابت نہ ہوا۔ آخر ایک انگریز ڈاکٹر بوٹن نامی نے اُس کا علاج کیا۔ جس سے وہ تندرست ہو گئی۔ بادشاہ نے خوش ہو کر انگریزوں کو آزادانہ طور پر تجارت کرنے کی اجازت دے دی۔ اور تمام محصول ہٹا دیئے جس سے انگریزوں کی تجارت خوب چمکی +

تخت نشینی کی جنگ ۱۶۵۸ء

شاہجہان کے چار بیٹے تھے۔ سب سے بڑا دارا تھا۔ وہ فراخ دل اور بہادر تھا لیکن پرلے درجے کا مغرور اور ضدی تھا۔ شاہجہان کی علالت کے زمانہ میں انتظام سلطنت اُسی کے ہاتھ میں تھا +

شاہجہان کا دوسرا لڑکا شجاع تھا۔ وہ بنگال

کا گورنر تھا۔ اُس کی بہادری مسلمہ تھی لیکن عیش و عشرت کا دلدادہ تھا +

اورنگ زیب بہادر، ہوشیار، اولالعزم، معاملہ فہم اور جنگی چالوں سے خوب واقف تھا۔ عیش و عشرت کا دشمن اور پکّا مسلمان تھا۔ وہ ایک قابل جرنیل اور بلند پایہ سیاستدان تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اُسے دکن کا انتظام سپرد کیا گیا تھا +

مراد سب سے چھوٹا تھا۔ میدانِ جنگ میں دلیر لیکن انتظامی معاملات سے بے بہرہ تھا۔ شراب کا عادی تھا۔ عیش و عشرت پر سب چیزوں کو قربان کر دیتا تھا۔ اور کچھ بیوقوف بھی تھا۔ وہ گجرات کا گورنر تھا +

شاہجہان اچانک بیمار ہو گیا۔ دارا نے اس خبر کو پوشیدہ رکھنا چاہا۔ لیکن آناً فاناً یہ خبر بھائیوں تک پہنچ گئی۔ شجاع نے فوج کو ساتھ لے کر آگرے کی راہ لی۔ دارا کے لڑکے سلیمان نے شجاع کو بنارس کے نزدیک شکست دی اور اُسے واپس بھگا دیا۔ ادھر اورنگ زیب اور مراد کے درمیان کچھ سمجھوتہ ہو گیا۔ دونوں نے اپنی فوجوں کو اکٹھا کر کے آگرہ کی طرف کوچ کیا۔ دارا نے جسونت رائے کو ایک زبردست لشکر دے کر مراد اور اورنگ زیب کے خلاف بھیجا۔ دونوں شہزادے خوب جوانمردی سے لڑے۔ جسونت رائے کو شکست ہوئی۔ اورنگ زیب

نے مراد کی بہادری کی خوب تعریف کی۔ آخر دونوں دریائے چنبل تک پہنچ گئے۔ اس وقت شاہجہاں صحت یاب ہو گیا تھا۔ وہ خود میدانِ جنگ میں جانا چاہتا تھا۔ تاکہ فوجیں اُسے دیکھ کر لڑائی سے باز آ جائیں۔ لیکن دارا تدبّر سے بالکل کورا تھا۔ اس نے شاہجہان کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ اور خود فوج لے کر اُن کے مقابلہ کے لئے آگرہ کے قریب سامو گڑھ کے مقام پر پہنچا۔ دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا۔ دارا کا ہاتھی زخمی ہوا۔ اور دارا نے یہ غلطی کی کہ ہاتھی سے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ جھٹ مشہور ہو گیا کہ دارا مارا گیا ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ فوج کے دل ٹوٹ گئے۔ دارا کی فوج بھاگ نکلی۔ میدان اورنگ زیب اور مراد کے ہاتھ رہا۔ دارا شرم کے مارے آگرے کے بجائے دہلی جا پہنچا۔ فتح کے تیسرے روز اورنگ زیب آگرے میں داخل ہوا۔ شاہجہان کو نظر بند کر لیا۔ مراد کو قید کر کے گوالیار کے قلعہ میں بھیج دیا۔ اور اس طرح اپنے لئے میدان خالی کر لیا اور اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔

معرکہ سامو گڑھ

سوالات

۱۔ شاہجہان کس طرح تخت حاصل کرنے میں کامیاب

ہؤا ۔

۲۔ شاہجہان کو انجینئر بادشاہ کیوں کہتے ہیں؟
۳۔ شاہجہان کے دربار کی شان و شوکت کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟
۴۔ تخت حاصل کرنے کے لئے شاہجہان کے بیٹوں میں جو جنگ ہوئی۔ اس کا مختصر حال لکھو۔ اور بتاؤ کہ کون کامیاب ہؤا؟

اُنیسواں باب

اورنگ زیب عالمگیر

اورنگ زیب کی تخت نشینی

اورنگ زیب نے اپنے باپ شاہجہان کو قلعے میں نظر بند کر کے اور مراد کو گوالیار کے قلعہ میں بھیج کر بادشاہت کا اعلان تو کر دیا۔ لیکن اُن ایّام میں بادشاہت اس وقت تک خطرہ سے محفوظ نہیں ہوتی تھی جب تک کہ تخت کا کوئی بھی دعویدار زندہ ہو۔ ابھی شجاع دوبارہ قسمت آزمائی کے لئے تیاری کر

رہا تھا۔ اور دارا آگرے سے دہلی، دہلی سے لاہور
اور لاہور سے سندھ سر چھپانے کی فکر میں پھر رہا
تھا۔ لیکن کوئی امان کی جگہ نہیں ملتی تھی۔ شاہی
سوار برابر تعاقب میں لگے ہوئے تھے۔ آخر وہ
سندھ میں ایک افغان سردار کے ہاں ٹھہرا ہوا
تھا۔ اُس نے اُسے بادشاہ کے افسروں کے سپرد
کر دیا۔ وہ دارا کو گرفتار کر کے دہلی لائے۔ اُسے
پھٹے پرانے کپڑوں میں ہاتھی پر بٹھا کر بازاروں
کی گشت کرائی۔ لوگ اُس سے ہمدردی ظاہر
کرنے لگے۔ جب اورنگ زیب کو خبر ہوئی۔ تو
اُس نے دارا کے قتل کا حکم دیا۔ اس طرح تخت
کا ایک اور دعویدار مارا گیا۔ شجاع نے ۱۶۵۹ء
میں پھر فوج اکٹھی کی اور آگرے کی طرف کوچ
کیا۔ لیکن شکست کھائی اور بھاگ گیا۔ اس کے
بعد وہ لاپتہ ہو گیا۔ مراد نے بھی قلعہ سے بھاگنے
کی بے سود کوشش کی۔ آخر اُسے بھی قتل کرا
دیا گیا۔ اورنگ زیب اس طرح تینوں بھائیوں
پر ہاتھ صاف کر کے عالمگیر کے لقب سے دہلی
کے تخت پر جلوہ افروز ہوا +

اُس وقت اس کی عمر چالیس سال کی تھی۔
یہ خاندان مغلیہ کا آخری با اقتدار بادشاہ
تھا۔ اس کے عہد میں سلطنت مغلیہ تمام
ہندوستان میں پھیل گئی۔ خاندان غلاماں کے

بادشاہ ناصر الدین کی طرح یہ صوفی منش بادشاہ تھا۔ شاہی خزانے کے روپیہ پیسہ کو ہاتھ تک نہ لگاتا تھا۔ اپنے ہاتھ سے قرآن شریف لکھ کر اور ٹوپیاں بنا کر فروخت کرتا تھا۔ پرلے درجے کا سادگی پسند اور درویش مزاج تھا۔ عیش و عشرت اور راگ رنگ سے اسے دلی نفرت تھی کیونکہ ان باتوں کو وہ فضول سمجھتا تھا۔ پکا مسلمان اور پرہیزگار تھا۔ لیکن تخت حاصل کرنے کے لئے اُس زمانہ کے حالات کے مطابق اُسے بہت کچھ کشت و خون کرنا پڑا +

مہم بنگال اورنگ زیب نے اپنے سپہ سالار میر جملہ کو آسام کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔ لیکن کچھ مفید نتیجہ بر آمد نہ ہُوا۔ آخر میر جملہ ۱۶۶۳ء میں مر گیا۔ اس کے بعد شائستہ خاں کو بنگال کا حاکم مقرر کیا۔ اس نے آسام پر حملہ کرکے اراکان کے علاقے کو بنگال کے صوبے میں شامل کر لیا۔ شائستہ خاں نے ۱۶۶۶ء میں پرتگال کے بحری ڈاکوؤں کی بیخ کنی بھی کی +

ست نامیوں کی شورش دہلی کے قریب ہندو سادھوؤں کا ایک فرقہ جس کو ست نامی کہتے تھے آباد تھا۔ یہ لوگ کاشتکار تھے۔ ایک دفعہ ایک افسر نے کسی ست نامی

کی [illegible] بگڑ بیٹھے
اور بغاوت کر دی۔ اور شاہی فوج کے ایک دستے
کو بھگا دیا۔ ان کی بابت مشہور ہو گیا کہ ان کے
پاس کوئی ایسی کرامات ہے۔ جس سے فوج ان پر
غالب نہیں آ سکتی۔ فوج کی گھبراہٹ دُور کرنے
کے لئے اورنگ زیب نے اپنے ہاتھ سے قرآن مجید
کی آیتیں شاہی جھنڈوں پر لکھ دیں۔ اور سمجھایا
کہ اب اُن کا جادو نہیں چلیگا۔ چنانچہ فوج
نے ست نامیوں پر حملہ کیا۔ اور انہیں مغلوب
کرنے میں کامیاب ہو گئی +

راجپوتوں سے سلوک

۱۶۷۹ء میں مارواڑ کے
راجہ جسونت سنگھ نے
وفات پائی۔ اورنگ زیب نے اس کے دونوں کم سن
بچوں کو دہلی میں اپنے پاس رکھنے کی کوشش کی۔
راجپوت اس بات سے بگڑ گئے۔ اور بغاوت پر آمادہ
ہو گئے۔ میواڑ اور مارواڑ دونوں ریاستوں کے راجپوت
آپس میں مل گئے۔ اورنگ زیب نے اپنے لڑکے اکبر
کو سپہ سالار بنا کر ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا لیکن
کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اکبر نے خود شہنشاہ بننے کی غرض سے
جاتے ہی راجپوتوں سے ساز باز شروع کر دی۔ جب
اورنگ زیب کو یہ اطلاع پہنچی۔ تو اس نے ایک خط
اکبر کو اس مضمون کا لکھا "کہ شاباش بیٹا! تم نے
راجپوتوں کو خوب دھوکا دیا ہے"۔ اور ایسا انتظام

گیا کہ خط راجپوتوں کے ہاتھ لگ گیا۔ وہ اکبر سے بدظن ہو گئے اور اُس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اکبر فارس کی طرف بھاگ گیا اور وہیں مر گیا۔ رانا اُودے پور نے اورنگ زیب سے صلح کر لی لیکن اورنگ زیب راجپوتوں کی ہمدردی کھو بیٹھا تھا +

سیواجی

اُس وقت دکن میں مرہٹوں نے کافی طاقت پکڑ لی۔ یہ جفاکش اور جنگجو کسان تھے۔ ان کا سردار سیواجی تھا۔ وہ ۱۶۲۷ء میں پیدا ہُوا۔ اِس نے فن سپاہ گری میں کمال حاصل کیا۔ شروع شروع میں اُس نے کچھ آدمی جمع کر لئے۔ اور ارد گرد کے علاقوں پر حملے کرنے شروع کر دئے۔ آہستہ آہستہ ان کا حوصلہ اتنا بڑھا کہ دکن کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ بلکہ مغلیہ سلطنت کی باجگزار ریاستوں پر بھی حملے شروع کر دئے۔ آخر ۱۶۶۱ء میں اورنگ زیب نے مرہٹوں کی دست درازیوں سے تنگ آ کر شائستہ خاں کو دکن میں بھیجا۔ مرہٹہ سردار سیواجی ایک بڑا بہادر اور دلیر آدمی تھا۔ شائستہ خاں اور سیواجی کا مقابلہ پونا کے نزدیک ہُوا۔ ایک رات سیواجی شائستہ خاں کے کیمپ میں داخل ہو گیا۔ شائستہ خاں نے بڑی مشکل سے جان بچائی۔ بہت سے سپاہی کام آئے۔ اور شاہی فوج ناکام واپس

دوسرے سال پھر جے سنگھ اور دلیر خاں کو سیوا جی کو زیر کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس دفعہ وہ مجبور ہو کر صلح کا ملتجی ہوا۔ چنانچہ طرفین میں صلح ہو گئی۔ اور طے پایا، کہ سیوا جی بیس قلعے شاہ دہلی کے حوالے کرے۔ اور بارہ اپنے پاس رکھے اور بیجا پور کے خلاف مدد دینے کا بھی وعدہ کیا اس بات سے خوش ہو کر اورنگ زیب نے اسے ایک خلعت بھیجا۔ اور دہلی طلب کیا۔ لیکن دربار میں سیوا جی کے ساتھ حسب خواہش سلوک نہ کیا گیا۔ اس وجہ سے وہ ناراض ہو کر پھر اپنے ملک میں واپس چلا آیا۔ اور آتے ہی تمام قلعے مغلوں سے واپس لے لیئے۔ سیوا جی جب تک جیتا رہا۔ مغلوں سے لڑتا بھڑتا رہا +

ریاستِ دکن

دکن کی بعض ریاستیں اکبر کے عہد میں اطاعت کا دم بھرنے لگیں۔ لیکن دارالخلافے سے دور ہونے کی وجہ سے کئی دفعہ وہاں شورش برپا ہوئی۔ جہانگیر اور شاہجہان نے بھی دکن پر فوج کشی کی اور ان کو مطیع کیا۔ یہ ریاستیں شہنشاہ دہلی کو خراج دیا کرتی تھیں۔ جب دکن میں مرہٹوں کا زور ہوا۔ تو انہوں نے ان ریاستوں سے چوتھ وصول کرنی شروع کر دی۔ لیکن اورنگ زیب کو یہ بات منظور نہ تھی۔

اس نے اپنی تمام طاقت انہیں فتح کرنے پر مرکوز کر دی۔ اور خود فوج لے کر وہاں پہنچا۔ جاتے ہی بیجا پور پر حملہ کرکے اسے مطیع کیا۔ اور پھر گولکنڈہ پر چڑھائی کر دی۔ لیکن تانا شاہ رسد وغیرہ کا انتظام کرکے قلعہ بند ہو بیٹھا۔ شاہی فوج نے محاصرہ کر لیا۔ لیکن دیر تک کوئی نتیجہ برآمد نہ ہؤا۔ آخر کار ایک رات قلعہ دار نے نمک حرامی کی اور دروازہ کھول دیا۔ مغل فوج شہر میں داخل ہو گئی۔ لوگ رات کے وقت تانا شاہ کی حکومت میں سوئے تھے۔ صبح اُٹھے تو اپنے آپ کو مغلوں کے ماتحت پایا۔ سب نے اپنے آپ کو اورنگ زیب کے حوالے کر دیا۔ بادشاہ فتح کے شادیانے بجاتا ہؤا دہلی واپس آیا۔ بیجا پور اور گولکنڈہ کی دونوں ریاستوں کو ملا کر ایک صوبیدار کے ماتحت کر دیا۔ اور ان کا دار الخلافہ حیدر آباد مقرر کیا۔ اورنگ زیب کو یہاں سے واپس دہلی پہنچنا نصیب نہ ہؤا۔ راستہ ہی میں فرشتہ اجل آ پہنچا۔ اور ۱۷۰۷ء میں نواسی سال کی عمر میں راہی ملک عدم ہؤا۔

اورنگ زیب عالمگیر نے ۵۰ سال حکومت کی اس عرصے میں شمالی ہند میں امن و امان رہا۔ چند مقامی شورشوں اور ہنگاموں کے سوا کوئی خاص واقع نہیں ہؤا۔ لیکن دکن کی حالت اچھی نہ تھی۔ پہلے

بیجاپور اور گولکنڈہ کی ریاستیں آپس میں برسر پیکار رہتی تھیں۔ پھر مرہٹوں نے انہیں دق کرنا شروع کر دیا۔ جب اورنگ زیب نے انہیں فتح کر لیا تو مرہٹے مغلیہ علاقے پر ہاتھ صاف کرنے لگے۔ اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ گولکنڈہ اور بیجاپور کی ریاستیں فتح کرکے اورنگ زیب نے غلطی کی۔ کیونکہ مرہٹے انہیں ریاستوں سے برسر پرخاش تھے۔ اور مغلوں سے لڑنے کی خواہش نہ رکھتے تھے۔ سیواجی کو چھیڑ کر اورنگ زیب نے مرہٹوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا +

انتظامِ سلطنت

اورنگ زیب بڑا منتظم اور زبردست حاکم تھا۔ اسے ملک کی رسوماتِ بد اور بُرے قوانین سے نفرت تھی۔ اس نے سب ایسے قوانین اور رسوماتِ بد بند کر دیں۔ کئی قسم کے محصول جو اناج اور دیگر اشیا پر وصول کئے جاتے تھے، موقوف کر دئے۔ اُمرا سے نذرانے وغیرہ وصول کرنے کا رواج بھی موقوف کر دیا۔ زمین بوس سلام اور جھروکے کے درشن بند کر دئے۔ شاعروں کی بے معنی فضیدہ گوئی کو بُرا سمجھتا تھا رشوت ستانی کے الزام میں کئی عہدہ داروں کو برطرف کر دیا اور سزائیں دیں۔ تمام اہلکاروں کو حکم تھا کہ رعایا سے انصاف اور نرمی سے پیش

آئین کی نگرانی کے محکمہ کی اصلاح کی۔ مسلمانوں سے زکوٰۃ لے کر بیت المال میں جمع کرنا شروع کی۔ اور ہندوؤں سے جزیہ لینے کا انتظام کیا۔ اس طرح شاہی خزانے کی آمدنی میں کافی اضافہ ہوا۔ ملک کے ہر حصہ میں وقائع نگار مقرر کئے۔ جن کی وجہ سے سینکڑوں کوسوں کی اطلاع بادشاہ کو ہر وقت پہنچتی رہتی تھی کسی افسر کو رعایا پر زیادتی کرنے کی جرأت نہ تھی۔ سرکار کے خلاف اگر کسی کو شکایت ہوتی۔ تو اس کے لئے سرکاری وکیل مقرر تھے۔ اگر شکایت کرنے والے کا حق ثابت ہو جاتا۔ تو اس کا مطالبہ پورا کر دیا جاتا تھا۔

انگریز مورخ لین پول کے قول کے مطابق عالمگیر عدل و انصاف کا پتلا تھا۔ کسی کی سفارش نہ سنتا تھا۔ بڑھاپے تک رعایا کی عرضداشتیں خود سن کر فیصلہ کیا کرتا تھا۔

خصائل

عالمگیر کو تعلیم کا بہت شوق تھا۔ علوم مروجہ اور مذہبی علوم میں اُس کا پایہ بہت بلند تھا۔ ہر جگہ مکتب جاری کئے۔ اور علماء کی تنخواہ مقرر کی تاکہ لوگوں کو مفت تعلیم دیں۔ خود بھی اہل قلم تھا۔ مقدمات کے فیصلہ کرنے کے لئے کوئی جامع کتاب نہ تھی اورنگ زیب نے علماء سے فتوے جمع کر کے ایک کتاب فتاوئے عالمگیری کے نام سے تیار کی۔ مسلمانوں کے مقدمات طے کرنے کے لئے یہ قانونی کتاب تصور کی جاتی تھی۔ اس نے مسافروں کے آرام کے لئے سرائیں بنوائیں۔ غلہ خانے قائم کئے۔ تاکہ لوگ مناسب نرخوں پر اناج

خوبی نہیں - بڑا بارعب اور دبدبے والا بادشاہ تھا -
شہزادوں تک اُس کے سامنے تھر تھر کانپتے تھے - اُسے
عیش و عشرت، ظاہری شان و شوکت اور خوشامد سے
دلی نفرت تھی - بڑا محنتی تھا - دن رات معاملات سلطنت
میں ایک مزدور کی طرح مشغول رہتا +

اورنگ زیب شکی مزاج تھا - اسے کسی پر اعتبار
نہ تھا - یہاں تک کہ اسے اپنی اولاد پر بھی بھروسہ نہ
تھا - سلطنت کا تمام کاروبار خود کیا کرتا تھا - یہی وجہ
ہے کہ لڑکوں کی انتظام سلطنت میں باقاعدہ تربیت
نہ ہو سکی - اور اس کے مرتے ہی سلطنت مغلیہ کا
شیرازہ بکھر گیا - اس کے ناتجربہ کار بیٹوں سے اتنی
وسیع سلطنت کا انتظام نہ ہو سکا - مرہٹوں اور سکھوں
کی طاقت بھی روز بروز بڑھ رہی تھی - ہندوؤں پر
اورنگ زیب نے جزیہ لگا دیا تھا - اس لئے وہ بھی
ناراض ہو گئے - یہی وجہ تھی کہ مغلیہ خاندان کو اس
کے بعد بہت جلد زوال آیا +

سوالات

۱ - اورنگ زیب کی فتوحات اور واقعات کا حال درج کرو +

۲ - اورنگ زیب کے خصائل بیان کرو +

۳ - اورنگ زیب کے انتظام سلطنت کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟

۴ - مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھو؟

میر جملہ - سیواجی - بین پول - فتاوے عالمگیری

تیسواں باب

مرہٹوں کا عروج

اورنگ زیب عالمگیر کے حالات میں آپ کئی دفعہ مرہٹوں کا نام سُن چکے ہیں۔ اب ہم آپ کو بتائینگے کہ مرہٹے کون تھے۔ اور اُنہوں نے کس طرح اس قدر طاقت حاصل کر لی کہ مغلیہ فوج سے مقابلہ کرنے لگے۔ مرہٹے مہاراشٹر کے باشندے ہیں۔ مہاراشٹر کا علاقہ ست پڑا کے جنوب اور دریائے نربدا کے مغرب میں واقع ہے۔ یہ تمام کا تمام پہاڑی ہے یہاں کے باشندے پست قد، توانا اور جفاکش ہوتے ہیں۔ وہاں کی زمین ناہموار اور پہاڑی ہے نہ کوئی سڑک ہے۔ نہ سیدھا راستہ۔ کہیں پہاڑ ہیں اور کہیں غاریں۔ لیکن اس علاقے میں بہت سے قلعے بنے ہوئے تھے یہ لوگ مختلف سرداروں کے ماتحت انہی قلعوں میں رہتے تھے۔ اور اکثر بیجاپور و گولکنڈہ کی فوجوں میں ملازم تھے۔ یہ لوگ میدان میں جم کر لڑائی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان قلعوں میں چھپے رہتے تھے اور کبھی

کبھی وہاں سے نکل کر اِرد گرد کے علاقوں میں چھاپا مارتے تھے +

سیواجی

اِن میں سے ایک سردار ساہ جی بیجاپور کی سرکار میں ملازم تھا۔ اور شاہ بیجاپور نے اُس کی خدمات کے صلے میں اس کو پونہ اور سوپہ کے اضلاع بطور جاگیر عطا کئے ہوئے تھے +

سیواجی اُنہی کے ہاں ۱۶۲۷ء میں پیدا ہوا۔ اور اپنی ماں کے پاس جاگیر میں پرورش پانے لگا اُن کی والدہ اعلےٰ درجہ کی پاکباز اور مذہب پرست عورت تھی۔ یہ سیواجی کو ابتدا ہی سے مشہور بہادروں کے کارنامے اور قصّے کہانیاں سنایا کرتی تھی۔ اور اُس کا جوش بڑھاتی رہتی تھی۔ اُس نے اپنے گورو داداجی گوندیو کی زیرِ نگرانی تعلیم حاصل کی۔ لیکن وہ علمی تعلیم سے کورا ہی رہا۔ ہاں فن سپاہ گری میں طاق بلکہ شہرہ آفاق ہوگیا۔ اُس نے دکن کے آئے دن کے جنگ و جدل میں ہوش سنبھالا تھا۔ اس لئے اُس کی تعلیم و تربیت زیادہ تر فنونِ جنگ اور سپاہ گری میں ہوئی۔ سوار اعلےٰ درجے کا تھا۔ تیر اندازی۔ نیزہ بازی اور تیغ زنی وغیرہ میں اس کو کافی مہارت ہوگئی +

اوّل اوّل سیواجی نے مہاراشٹر کے جنگجو سرداروں

سے دوستی گانٹھی اور کچھ نوجوان اکٹھے کر کے اُن کا
سردار بن گیا۔ ۱۶۴۶ء میں جب اُنیس برس کا ہؤا
تو اُس نے ٹوا تیا۔ سنگھ گڑھ اور پورندھر کے قلعوں
پر قبضہ کر لیا۔ ایک موقعہ پر اُس نے شاہ بیجاپور
کا خزانہ راستہ ہی میں لوٹ لیا۔ شاہ بیجاپور کو
بھی خبر ہوئی تو اُس نے اُس کے باپ ساہ جی کو
قید کر لیا۔ سیوا جی بڑا ہوشیار اور مدبر شخص
تھا۔ اُس نے شاہ جہاں سے شکایت کی۔ آخر
شاہ جہاں کی سفارش پر ساہ جی کو قید سے رہائی
مل گئی۔ اب تو سیوا جی اور بھی دلیر ہو گیا۔ اور
ہر روز نئے نئے قلعوں پر قبضہ جمانے لگا۔ اور
مغلیہ علاقے پر بھی حملے کرنے شروع کر دئے۔
جب اورنگ زیب نے اس کا تعاقب کیا۔ تو تنگ
آ کر صلح کی درخواست کی۔ اس کے بعد شاہ بیجاپور
کو تنگ کرنا شروع کر دیا +

افضل خاں

انجام کار شاہ بیجاپور نے اپنے
تجربہ کار جرنیل افضل خاں کو اُس
کے خلاف لڑنے کے لئے بھیجا۔ خان نے حملہ کرنے سے
پہلے صلح کی بات چیت کی۔ اور ایلچی کے ذریعے
سے کہلا بھیجا کہ اگر تم آئندہ کے لئے امن و امان میں
رہنے کا وعدہ کرو تو سب قصور معاف کر دیئے
جائیں گے۔ کسی مقام پر دونوں جرنیلوں کی ملاقات
کا بندوبست ہؤا۔ لیکن سیوا جی نے اس موقعہ

پر اپنے کپڑوں کے نیچے ایک چھوٹا سا خنجر چھپا لیا اور خوف زدہ صورت بنا کر افضل خاں کی طرف روانہ ہؤا۔ حسب قرار داد یہ بات طے پا چکی تھی کہ دونوں سردار اکیلے اور نہتے ملیں۔ لیکن سیوا جی نے اپنے سپاہیوں کو جھاڑیوں میں چھپا دیا۔ اور حکم دے دیا کہ اشارہ پاتے ہی حملہ کر دیں۔ چنانچہ جب ملاقات کا وقت آیا تو افضل خاں نے اُس کا خوف دُور کرنے کے لئے بغلگیر ہونے کے لئے ہاتھ پھیلائے تو سیوا جی نے اس موقعہ کو غنیمت جان کر خنجر اس کی پیٹھ میں گھونپ دیا۔ اب مرہٹے جانباز گھات سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور افضل خاں کی بے خبر فوج پر پل پڑے۔ بعض مورخین اس واقعہ سے اختلاف رکھتے ہیں +

شائستہ خاں

اس فتح سے سیوا جی کے حوصلے اور بڑھ گئے۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں اُس نے بہت سا ملک فتح کر کے اُس میں کئی نئے قلعے بنا لئے۔ اور ان کو سامان جنگ سے خوب آراستہ کر دیا۔ پھر اب اپنی مالی حالت کے درست کرنے کی طرف توجہ کی۔ اسی عرصے میں مغلیہ سلطنت شاہجہاں کے ہاتھ سے نکل کر اورنگ زیب کے ہاتھ آئی۔ جب سیوا جی نے مغلیہ علاقے پر ہاتھ صاف کرنے شروع کئے۔ تو اورنگ زیب نے اپنے سپہ سالار شائستہ خاں کو

دکن کی طرف بھیجا ۔ مغلوں کی مسلح فوج کا مقابلہ مرہٹوں کے لئے مشکل تھا ۔ شائستہ خاں نے شمالی مہاراشٹر کو فتح کرکے پونا پر بھی قبضہ کر لیا ۔ ایک دن سیوا جی چپ چاپ پہاڑ سے نکلا اور نقلی برات بنا کر شہر میں گھس آیا ۔ مرہٹے شائستہ خاں کے گھر میں گھس کر اس کے نوکروں کو مارنے لگے ۔ بادشاہ نے شائستہ خاں کو دکن سے ہٹا کر بنگال کا گورنر مقرر کر دیا ۔ اور اس کی جگہ دکن میں شہزادہ معظم اور راجہ جے سنگھ کو سیوا جی سے مقابلے کے لئے بھیجا ۔ اس واقعہ سے سیوا جی کی ہمت اور جرأت اور بھی بڑھ گئی ۔ اس لئے دلیری سے سورت کی بندرگاہ کو تاخت و تاراج کیا ۔ اور حاجیوں کے جہاز لوٹے ۔

اورنگ زیب سے صلح

اس پر اورنگ زیب برافروختہ ہوا ۔ اور اُس نے راجہ جے سنگھ کو ایک جرار لشکر دے کر سیوا جی کی گوشمالی کے لئے بھیجا ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیوا جی پورندھر کے مستحکم قلعے میں گھر گیا سیوا جی نے صلح کی بات چیت کی ۔ چند شرائط پر مغلوں کے ساتھ ایک عہدنامہ ہوا ۔ سیوا جی نے ۲۵ قلعے بادشاہ کے حوالے کئے ۔ اور بارہ قلعے اپنے پاس رکھے ۔ سیوا جی کا بیٹا پنج ہزاری بن گیا ۔ اور بیجاپور کے بعض قلعوں میں سیوا جی کو چوتھ

اور سردیش مکھی وصول کرنے کی اجازت بھی مل گئی
چوتھ ایک قسم کا ٹیکس تھا۔ جو کسی خاص علاقے کے لوگ مرہٹوں کی دست بُرد سے بچنے کے لئے سال بسال دیا کرتے تھے۔ اور مالیت میں مالگزاری کے چوتھائی حصّے کے برابر ہوتا تھا۔
سردیش مکھی بھی ایک قسم کا ٹیکس تھا جو مالگزاری کا دسواں حصّہ ہوتا تھا۔ اور مالیہ جمع کرنے کا معاوضہ اور حق مالکانہ سمجھا جاتا تھا۔
صلح کے بعد سیوا جی دربار میں شرف باریابی حاصل کرنے کے لئے آگرے آیا لیکن وہاں اُس کی حسب خواہش عزت نہیں ہوئی۔ اس لئے وہاں سے چوری فرار ہوا اور راج گڑھ جا پہنچا۔ جہاں اُس نے پھر ایک جمعیت جمع کر لی۔
اب سیوا جی نے علانیہ شاہی علاقے پر حملے شروع کر دیئے۔ چند قلعوں پر دوبارہ قابض ہو گیا۔
۱۶۷۴ء میں اُس نے راجہ کا لقب اختیار کیا۔ اور بڑے تزک و احتشام سے اپنی تاجپوشی کا جشن منایا۔ رائے گڑھ کو اپنا صدر مقام بنایا۔ اور اپنے نام کا سکّہ چلایا۔ ملک کے انتظام میں مشغول ہوا۔ روز بروز سیوا جی کی ریاست وسیع ہوتی گئی۔ اور مرہٹہ قوم میں ایک نیا جوش پیدا ہو گیا
سیوا جی نے بکھرے ہوئے مرہٹوں کو متحدہ کر کے اُن میں قومیت کی روح پھونکی۔ سیوا جی ایک معمولی

تماش کا آدمی نہیں تھا۔ وہ بہادر سپاہی اور
اعلےٰ درجے کا مدبر تھا۔ اپنا مطلب نکالنے کے
لئے ہر قسم کے جوڑ توڑ کو جائز سمجھتا تھا۔ غربا
اور مصیبت زدہ لوگوں پر ہمیشہ رحم کرتا تھا۔
ماتحتوں اور رشتہ داروں سے مہربانی سے پیش آتا
تھا۔ وہ ملکی انتظام میں بھی اتنا ہی ہوشیار تھا۔
جتنا کہ میدانِ جنگ میں ❖

انتظامِ سلطنت اُس نے مغل طرزِ حکومت
کے بہت سے اصولوں کو اپنی
ریاست میں رائج کیا۔ راجہ کے ماتحت ایک اشٹ
پردھان نامی جماعت تھی۔ جس میں آٹھ وزیر تھے
ہر وزیر کے ماتحت ایک ایک صیغہ تھا۔ وزیرِ اعظم
کو پیشوا کہتے تھے۔ تمام ریاست کو ضلعوں میں
تقسیم کر رکھا تھا۔ ہر ضلع کے انتظام کے لیے
سرکاری ملازم تھے۔ گاؤں میں پٹیل یا مکھیا تھے۔
اپنے علاقے سے پیداوار کا ۲/۵ حصہ مالگزاری وصول
کرتا تھا۔ لیکن دوسرے علاقوں سے چوتھ اور
سردیش مکھی وصول کرتا تھا۔ سرکاری لگان وصول
کرنے کے لئے ملازم مقرر تھے۔ فوجی اور سول ملازمین
کو سرکاری خزانے سے باقاعدہ نقد تنخواہ ملتی تھی۔
دیوانی مقدمات کے فیصلے پنچائتوں کے ذریعے سے
ہوتے تھے۔ فوجداری قوانین شاستروں سے اخذ کئے
گئے تھے۔ آمد اور خرچ کا حساب باقاعدہ رکھا جاتا

تھا۔ اُس کا فوجی نظام اعلےٰ تھا۔ اس کے پاس
ایک مسلح فوج تھی۔ پہلے تو اُس کی فوج میں پیادوں
کی تعداد زیادہ تھی۔ لیکن بعد میں سواروں سے
زیادہ کام لیا جانے لگا اور دو سو توپیں ہمیشہ لڑائی
کے لئے تیار رہتی تھیں۔ لیکن مرہٹوں کی لڑائی
کا طریقہ نرالا تھا۔ جس کو وہ گوریلا کہتے تھے۔
یعنی چھپ کر دشمن پر چھاپے مارتے تھے۔ دشمن
کو حیران کر دیتے تھے۔ جو روپیہ ہاتھ لگے
وہ خزانہ میں جمع ہوتا تھا۔ سیوا جی کا مرہٹوں
کو حکم تھا کہ مسجد، قرآن شریف اور عورت کی
بے حرمتی نہ کی جائے۔ مذہب کا پابند اور مہاتماؤں
کی بڑی قدر کرتا تھا۔ آخر ۵۳ برس کی عمر میں
۱۶۸۰ء میں وفات پائی۔ اُس کے بعد اُس کا لڑکا
سنبھا جی تخت نشین ہوا۔ اور مغلوں کے خلاف
جد و جہد کرتا رہا۔ لیکن ۱۶۸۹ء میں گرفتار ہو کر
قتل کیا گیا۔ اور اس کا بیٹا ساہو قید کر دیا گیا
سنبھا جی اور ساہو کے بعد راجہ رام مرہٹوں کا
لیڈر بنا اور کئی سال تک مغلوں سے مقابلہ کرتا
رہا۔ انجام کار ۱۶۹۸ء میں اس کے مرنے پر اس
کی رانی تارا بائی کے زیر اہتمام مرہٹوں نے مغلوں
کے ساتھ جنگ کی ؂

پیشواؤں کا زمانہ	اس کے بعد مغلوں نے ساہو کو اس شرط پر قید سے

رہا کر دیا ۔ کہ ساہو سلطنتِ مغلیہ کا ہمیشہ باجگزار رہے گا ۔ اس نے آتے ہی تارا بائی کو نظر بند کر دیا اور سلطنت کا تمام کام بالاجی وشوا ناتھ ایک برہمن وزیر کے سپرد کر دیا ۔ اور خود عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا ۔ لیکن پیشوا قابل اور دور اندیش آدمی تھا ۔ اُس نے مرہٹوں کی اصلاح کر کے اُن کی طاقت بڑھانے کی کوشش کی ۔ اُس کی وفات کے بعد پیشوا کا عہدہ اس خاندان کے لئے موروثی ہو گیا اس لئے اس کا لڑکا باجی راؤ پیشوا بنا ۔ یہ پیشواؤں میں سب سے لائق اور طاقتور مانا جاتا ہے ۔ اس کے عہد میں مرہٹوں کی طاقت کو بہت عروج ہوا ۔ اس نے مغلیہ بادشاہ محمد شاہ سے مالوہ اور نربدا چمبل کا درمیانی علاقہ چھین لیا ۔ باجی راؤ کے بعد بالا جی باجی راؤ پیشوا ہوا ۔ ساہو کی وفات کے بعد پیشوا ہی مہاراشٹر کا سردار بن گیا اور تمام مرہٹے اُس کی فرمانبرداری کرنے لگے ۔ آصف جاہ نظام الملک کی وفات پر مرہٹوں نے حیدر آباد کا بہت سا علاقہ اپنی سلطنت میں شامل کر لیا ۔

شمالی ہند میں جب نادر شاہی حملے سے مغلیہ سلطنت کمزور ہو گئی ۔ تو مرہٹوں نے پنجاب اور بنگال پر دھاوا بول دیا اور علی وردی خاں حاکم بنگالہ سے چوتھ وصول کی ۔ دہلی و پنجاب پر قبضہ کر کے احمد شاہ ابدالی کے مقرر کردہ صوبیدار کو پنجاب

سے نکال دیا اور وہاں سے بھی چوتھ و سردیش مکھی وصول کرنے لگے۔ اس عروج کے غرور میں وہ سیوا جی کے مقصد کو بھول گئے۔ زر کی طمع کی وجہ سے لوٹ مار کی طرف اُن کی توجہ زیادہ ہوگئی ؂

پانی پت کی تیسری لڑائی

جب احمد شاہ ابدالی نے دیکھا کہ دہلی اور پنجاب پر مرہٹوں نے قبضہ کر لیا ہے تو اس نے ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے ایک بڑی فوج تیار کی۔ اُس میں ۸۰ ہزار جنگجو سپاہی اور تین لاکھ بار برداری کے لئے قلی تھے۔ مرہٹہ سردار تین لاکھ مرہٹہ سپاہی لے کر مقابلے کے لئے آ ڈٹے۔ ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے مقام پر مقابلہ ہُوا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ مرہٹوں نے جم کر مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی اور بھاگ نکلے۔ اس لڑائی میں بہت سے مرہٹہ سردار کام آئے اس شکست نے مرہٹوں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ بالاجی باجی راؤ نے اسی غم میں گھل گھل کر اپنی جان دے دی ؂

پانی پت کے میدان میں تین فیصلہ کُن لڑائیاں ہوئیں جنہوں نے ہندوستان کی کایا پلٹ دی۔ پہلی لڑائی بابر اور ابراہیم لودھی کے درمیان ۱۵۲۶ء میں ہوئی جس سے افغانوں کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔ دوسری ۱۵۵۶ء میں اکبر اور ہیمو کے درمیان ہوئی۔ اس سے مغلیہ سلطنت کی ایسی بنیاد پڑی کہ اکبر کے جانشین

عرصہ تک حکومت کرتے رہے ٭

تیسری لڑائی احمد شاہ ابدالی اور مرہٹوں کے درمیان ہوئی جس سے مرہٹوں کی طاقت بالکل تباہ ہوگئی۔ مرہٹوں کی اس شکست نے انگریزوں کے لئے میدان صاف کر دیا اور وہ ایک پائدار سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے ٭

مرہٹوں میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ جس میں انگریزوں کو بھی حصہ لینا پڑا۔ انجام کار انگریزوں نے مرہٹہ سرداروں کو بھاری شکست دے کر ان کی ریاستوں کو انگریزی سلطنت میں شامل کیا۔ ان لڑائیوں کا حال اگلی جماعت میں پڑھوگے۔ اب ہم تمہیں سکھوں کا کچھ حال بتاتے ہیں ٭

سوالات

۱- سیواجی کی زندگی کے مختصر حالات بیان کرو۔ نیز یہ بھی بتاؤ کہ وہ کس طرح ایک معمولی آدمی سے راجہ بنا؟

۲- مرہٹے کون تھے ان کے جنگ کرنے کا طریقہ کیا تھا؟

۳- سیواجی کی فتوحات اور ملکی نظام کا ذکر کرو؟

۴- پیشوا کون تھے۔ چند مشہور پیشواؤں کے حالات قلمبند کرو؟

۵- پانی پت کی تیسری لڑائی کے حالات درج کرو؟ نیز یہ بھی بتاؤ کہ اس میں مرہٹوں کو کیوں شکست ہوئی ٭

اکتیسواں باب

سکھوں کی کہانی

گورو نانک دیو جی مہاراج

لودھی خاندان کے زمانے میں ہندوستان میں کئی ریاستیں اور سلطنتیں قائم ہو چکی تھیں۔ جو ہروقت آپس میں لڑتی جھگڑتی رہتی تھیں +

چونکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی تہذیب اور رسم و رواج الگ تھے۔ اس لئے ان دونوں قوموں میں متحدہ قومیت کا جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ گو بہت سے مذہبی رہنماؤں نے ہندو مسلم اتحاد کی کوشش کی۔ لیکن زیادہ کامیابی نہ ہوئی۔ ہندو قوم کئی فرقوں اور ذاتوں میں منقسم تھی۔ اور چھوت چھات کا بڑا زور تھا۔ اس لیے اس وقت کسی ایسے رہنما کی ضرورت تھی۔ جو ہندوستان کے سب فرقوں کو ملا کر ایک کر دے ؛

ضلع شیخوپورہ میں تلونڈی نام ایک گاؤں

ہے۔ جس کو اب ننکانہ صاحب کہتے ہیں۔ وہاں ایک کالو رام کھتری رہتا تھا۔ جو پٹواری کا کام کرتا تھا۔ اس کے ہاں گورو نانک دیو جی نے جنم لیا۔ جب ذرا سیانے ہوئے۔ تو والدین نے انہیں پڑھنے کے لئے مکتب میں بھیجا۔ یہاں انہوں نے تھوڑے ہی عرصے میں فارسی اور رسمی حساب کتاب سیکھ لیا۔ لیکن شروع ہی سے آپ کی توجہ دنیاوی کاروبار سے متنفر تھی۔ ہر وقت سوچ بچار اور اکانت میں رہتے تھے۔

کالو رام ایک کاروباری آدمی تھے۔ آپ کو بھی اپنے کاروبار میں لگا لیا۔ ایک دن آپ کو کچھ رقم دے کر کہا کہ جائیں شہر سے سودا خرید لائیں۔ راستہ میں گورو جی کو فقیروں کا ایک گروہ ملا۔ فقیروں نے کہا "ہم بھوکے ہیں ہمیں کچھ کھلا دو" گورو نانک جی کو ان پر رحم آیا اور تمام روپے خرچ کر کے اُن بھوکے فقیروں کا پیٹ بھرا۔ جب گھر واپس آئے۔ تو باپ بہت ناراض ہوا۔

آخرکار آپ اپنی بہن کے پاس سلطانپور میں چلے گئے۔ وہاں کے نواب کے ہاں آپ مودی خانے کے منیجر مقرر ہو گئے۔ آپ وہاں کھلے دل سے سخاوت اور خیرات کرنے لگے۔ [illegible] وں

نے آپ کے خلاف نواب سے چغلی کھائی - لیکن مودی خانے کا حساب کتاب پڑتال کرنے پر کسی قسم کی کمی نہ پائی گئی - لیکن آپ دنیاوی دھندوں کو چھوڑ خدا کی عبادت میں لگ گئے - اور اپنے خیالات کا پرچار کرنے لگے - اس اثنا میں آپ ایمن آباد میں مقیم تھے - کہ وہاں بابر سے ملاقات ہوگئی - بابر ان سے مل کر بہت خوش ہؤا - اور آپ کی بڑی عزّت کی - یہاں سے آپ پھرتے پھراتے سیالکوٹ پہنچے - یہاں آپ کی یاد میں بابا کی بیری مشہور ہے ؞

اس کہانی کے شروع میں بیان کیا جا چکا ہے - کہ اس وقت لوگوں میں بہت کشمکش تھی لیکن آپ کا مسلک صلح کل تھا - آپ نے ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتحاد کی تبلیغ کی - آپ ذات پات کی تمیز کے سخت خلاف تھے - آپ کے دو بڑے اصول تھے - مساوات اور وحدانیت - یعنی آپس کی مخالفت دور کرو - اور ایک خدا کی عبادت کرو - اس پاک تعلیم سے آپ کے کئی مرید بن گئے - اور سکھ کہلانے لگے - آخر ۶۹ سال کی عمر میں گورو نانک صاحب اپنا فرض ادا کرکے ملک عدم کو سدھارے ؞

آپ کے بعد گورو انگد دیو جی گدی نشین ہوئے - جنہوں نے گورمکھی حروف بنائے اور

گورو نانک صاحب کی جنم ساکھی کی ترتیب دی
تیسرے گورو امرداس جی ہوئے۔ جنہوں نے سکھوں
کو سادھوؤں کا ایک فرقہ بننے سے بچا لیا*
چوتھے گورو رام داس جی تھے۔ جنہوں نے امرتسر
شہر کی بنیاد ڈالی۔ پانچویں گورو ارجن دیو جی نے
سکھوں کی مقدس کتاب گرنتھ صاحب کو مرتب
کیا۔ انہیں کے وقت میں سکھوں کا [illegible]ا
امرتسر میں آ لگا اور امرتسر سکھوں کا تیرتھ
بن گیا۔ اب ہر سال بیساکھی کے موقع پر دربار
لگتا ہے اور ہزاروں سکھ وہاں جمع ہوتے ہیں*
جہانگیر کے عہد میں جب خسرو نے بغاوت کی اور
لڑائی میں مغلوب ہو کر بھاگا۔ تو گورو ارجن دیو کے ہاں
پناہ لی۔ جہانگیر بادشاہ اس بات سے ناراض ہوا۔
جہانگیر کی اس سختی سے تنگ آکر سکھوں نے بھی تلوار
سنبھالی۔ چنانچہ چھٹے گورو ہرگوبند سنگھ جی کے ماتحت سکھ
ایک فوجی فرقہ بن گئے۔ اور ان کے بعد گورو ہررائے جی
اور گورو ہرکشن جی کے زمانے میں سکھوں کی فوجی طاقت
بڑھتی چلی گئی۔ نویں گورو تیغ بہادر جی کے عہد میں
اورنگ زیب عالمگیر نے انہیں دہلی بلوا بھیجا اور قتل
کروا دیا۔ اس وجہ سے سکھوں کے دسویں گورو
گوبند سنگھ جی نے گدی پر بیٹھتے ہی اپنے باپ کا بدلہ
لینے کی قسم کھائی۔ اور اپنی کوششوں سے سکھوں کی
ایک فوجی اور پولیٹکل طاقت بنا کر مسلمان بادشاہوں

سے کئی ایک لڑائیاں لڑیں۔ گورو گوبند سنگھ صاحب نے سکھوں کو عام ہندوؤں سے تمیز کرنے کے لئے لباس اور آداب کے متعلق چند ہدایات دیں۔ پانچ چیزیں جن کے نام ک سے شروع ہوتے ہیں، رکھنے کی تلقین کی۔ یعنی کچھ۔ کڑا۔ کرپان۔ کیس اور کنگھا۔ تمباکو نوشی سے پرہیز کرنے کی سخت تاکید کی۔ اُنہوں نے گورو کے سلسلے کو اپنے اوپر ختم کیا۔ اور سکھوں کو ہدایت کی۔ کہ وہ ان کے بعد گرنتھ صاحب ہی کو گورو مانیں۔

گورو گوبند سنگھ جی کی وفات کے بعد سکھوں کی کمان بندہ بیراگی کے سپرد ہوئی۔ یہ گورو گوبند سنگھ جی کا چیلا تھا گورو جی کا انتقام لینے کے لئے مغلیہ علاقے کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ بندہ کی وفات کے بعد سکھ قوم میں پھوٹ پڑ گئی۔ اور وہ مختلف سرداروں کے ماتحت چند چھوٹے چھوٹے جتھوں میں منقسم ہو گئی۔ اسی زمانہ سے مغلیہ سلطنت کو زوال آنا شروع ہوا۔ اور ملک میں بدنظمی پھیل گئی۔ سکھ سرداروں نے زور پکڑا تمام پنجاب میں اُنہوں نے الگ الگ حکومتیں قائم کر لیں۔ جو بارہ مثلوں کے نام سے مشہور ہوئیں۔

سوالات

۱ گورو نانک دیو جی کی زندگی کے حالات درج کرو۔ اور بتاؤ۔ کہ ان کی تعلیم کیا تھی؟

۲ کس طرح سکھ ایک فوجی فرقہ بن گئے؟

۳ سکھوں کے آغاز اور ان کی ترقی کے حالات لکھو۔

بتیسواں باب

مغلیہ دور پر ایک سرسری نظر

مغلیہ حکومت دو سو برس سے کچھ زیادہ ہندوستان میں قائم رہی۔ مغل بادشاہ ایشیائی بادشاہوں میں سب سے زیادہ طاقت ور اور دولت مند تھے۔ وہ بلا شرکت غیرے تمام ہندوستان کے مالک تھے۔ ان کی سلطنت کشمیر سے راس کماری تک اور گجرات سے برما تک پھیل چکی تھی۔ اس زمانے میں کل دنیا کا $\frac{1}{5}$ اور متمدن دنیا کا $\frac{1}{4}$ مغلوں کے زیر نگیں تھا ان کے عہد میں ملک نے ہر پہلو سے ترقی کی شلاً مصوری۔ موسیقی۔ شاعری۔ معماری اور رنگ سازی وغیرہ فنون لطیفہ میں انتہائی ترقی ہوئی +

فنون لطیفہ

مغل بادشاہوں کو عمارتیں بنوانے کا خاص شوق تھا۔ فن عمارت کے ہر شعبہ میں حیرت انگیز ترقی ہوئی۔ سنگ مرمر کا استعمال عام ہونے لگا۔ گنبد دل کے بنانے کا بہت رواج ہوا۔ فتح پور سیکری کا

بلند دروازہ - اکبر کا مقبرہ - تاج محل - جامع مسجد دہلی - موتی مسجد آگرہ - لال قلعہ دہلی اپنی نظیر آپ ہیں۔ جہانگیر کے عہد کی عمارتیں عموماً لاہور میں ہیں جہانگیر کا اپنا مقبرہ شاہدرے میں لاہور کے نزدیک ہے۔ اس کے پاس ہی اس کی چہیتی بیگم نور جہاں کا مقبرہ ہے۔ جہانگیر کو قدرتی نظاروں کا بہت شوق تھا۔ کشمیر میں اس کے بنوائے ہوئے شالامار۔ نسیم باغ اور چشمہ ویری ناگ آج بھی سیاحوں سے دادِ تحسین حاصل کر رہے ہیں۔ لیکن شاہ جہاں ان سب سے گوئے سبقت لے گیا۔ اس نے اپنی بیگم ممتاز محل کا ایسا مقبرہ آگرے میں بنوایا۔ جو سب عمارتوں سے زیادہ شاندار اور خوبصورت ہے۔ اور دُنیا کے سات عجائبات میں شمار ہوتا ہے۔ شمالی ہند میں مغلوں کی عمارتیں بکثرت ملتی ہیں۔ اور اپنی مضبوطی اور پائداری کے سبب ابھی تک قائم ہیں غیر ممالک سے سیاح ان کو دیکھنے آتے ہیں۔ اور ان سے اُن کو مغلیہ بادشاہوں کی شان و شوکت کا پتہ لگتا ہے۔ مصوری تو اس دور میں از سر نو زندہ ہوئی۔ پرانے زمانے کی بہت کم تصویریں دیکھنے میں آتی ہیں۔ کیونکہ اس زمانے کے بادشاہوں کو تصویروں کا بہت کم شوق تھا لیکن مغل تصویروں کو بہت پسند کرتے تھے۔

اکبر اور جہانگیر تو تصویروں کے بہت دلدادہ تھے۔

مغلوں کے زمانے میں علم موسیقی کو بھی بہت ترقی ہوئی۔ اکبر کے دربار میں کئی اعلےٰ گویے ہر وقت موجود رہتے تھے۔ تان سین سب سے بڑھ چڑھ کر تھا۔ اکبر روزانہ رات کو گانے کی محفل گرم کرتا۔ جہانگیر اور شاہ جہاں کو بھی رقص و سرود کا بہت شوق تھا۔ مگر اورنگ زیب باوجود خود ماہر ہونے کے علم موسیقی کو ناپسند کرتا تھا +

علم ادب میں ترقی

مغل بادشاہ خود مصنف تھے۔ بابر اور جہانگیر نے خود اپنے حالات لکھے ہیں۔ گلبدن بیگم کا ہمایوں نامہ بھی شہرہ آفاق ہے۔ اکبر گو خود اَن پڑھ تھا۔ لیکن علم دوست تھا اس کے عہد میں ابوالفضل نے آئینِ اکبری اور اکبرنامہ۔ نظام الدین نے طبقاتِ اکبری اور بدایونی نے منتخب التواریخ وغیرہ کتابیں لکھی ہیں۔ رامائن۔ مہابھارت اور بھگوت گیتا کا ترجمہ فارسی میں کیا گیا +

ہندی شاعری کو بھی عروج حاصل ہوا۔ تلسی داس نے رامائن کا ہندی میں ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ کیشو داس۔ سور داس اور بھوشن وغیرہ ہندی شاعر اسی عہد میں ہوئے ہیں۔ مسلمانوں نے بھی ہندی شاعری میں طبع آزمائی

کی ہے - عبدالرحیم خان خاناں ہندی کا بلند پایہ شاعر تھا - شاہجہاں کے عہد میں عبدالحمید لاہوری نے شاہجہاں نامہ تصنیف کیا ؎

افغانوں کی زبان فارسی تھی اور ہندوؤں کی برج بھاشا - لیکن عوام مطلب واضح کرنے کے لئے ایک دوسرے کے الفاظ استعمال کرتے رہتے تھے - ان دونوں قوموں کے میل ملاپ سے ایک نئی زبان کی بنیاد پڑی - جسے اردو کا نام دیا گیا یہ زبان باقاعدہ طور پر شاہجہاں کے عہد میں بولی جانے لگی - اردو کے معنی ہیں لشکر - چونکہ یہ زبان لشکریوں کی تھی اور جب شاہجہاں نے نئی دہلی بسائی تو عوام بھی بولنے لگے - مغلوں کے آخری دور میں اردو زبان کے کئی شاعر گذرے ہیں - جنہوں نے اس زبان کو ترقی دی - جب انگریز آئے تو اُنہوں نے دیکھا کہ عوام اردو زبان کو سمجھتے اور اسی میں گفتگو کرتے ہیں - اس لئے انہوں نے اسی زبان کو ترقی دینی شروع کی - اور آج یہ زبان علمی زبانوں میں شمار ہوتی ہے ؎

صنعت و حرفت اس دور میں صنعت و حرفت کو بہت ترقی ہوئی - بلکہ ہندوستان اس وقت عین اوج پر تھا - ہر قسم کا سوتی اور اونی کپڑا ہندوستان میں تیار ہوتا تھا - یہ یورپ کی منڈیوں میں جا کر بکتا تھا - اور

شاہان مغلیہ بھی پہنتے تھے۔ عمدہ سے عمدہ قسم کی دریاں - قالین - شال - دوشالے ہندوستان میں تیار ہوتے تھے۔ کشمیر کی دستکاری کو اکبر اور جہانگیر کے عہد میں بہت ترقی ہوئی - ان کے عہد میں کشمیر کے شال دوشالے تمام ہندوستان میں فروخت ہوتے تھے۔ بلکہ غیر ممالک کو بھی بھیجے جاتے تھے۔ ڈھاکے کی ململ اور کالی کٹ کی چھینٹ بہت مشہور تھیں +

سونے چاندی کے قسم قسم کے زیورات بنتے تھے دہلی اور آگرہ کے کاریگر آج تک مشہور ہیں۔ اسباب معاشرت کے لئے ہندوستانی دوسروں کے دست نگر نہ تھے۔ ہر ایک ضرورت کی چیز ہندوستان میں تیار ہوتی تھی +

تجارت تجارت بھی ترقی پر تھی - یورپ والے سمندر کا راستہ دریافت کر چکے تھے - اور ان کے تجارتی جہاز براہ راست ہندوستان کے ساحل پر پہنچتے تھے - اور ہندوستان کا مال جاکر یورپ کی منڈیوں میں فروخت ہوتا تھا - ایران اور عرب کے سوداگر تو ہندوؤں کے عہد سے ہندوستان سے تجارت کرتے تھے۔ مغلوں کے دور میں امن و امان کی وجہ سے تجارت میں اور بھی زیادہ ترقی ہوئی - جہاز سازی کا کام بھی ہندوستان میں ہوتا تھا - اور بنیر ی کی

تجارت کو بہت فروغ ہوا۔ حکومت نے رعایا کے آرام اور تجارت کی ترقی کے لئے جابجا سڑکیں بنوائیں۔ جو عموماً کچی ہوتی تھیں۔ ان پر دو رویہ سایہ دار درخت لگوائے اور مسافروں کی رہائش کے لئے سرائیں، کنوئیں اور مسجدیں بنوائی گئیں۔ سواری اور باربرداری کا انتظام بہت اچھا تھا۔ سواری کے لئے گھوڑے اور اونٹ پالے جاتے تھے۔ ڈاک کا بھی خاطر خواہ انتظام تھا +

عوام کی حالت موجودہ زمانے میں حکومت میں بہت سا تغیر و تبدل ہو چکا ہے۔ حکومت میں عوام کا بھی کچھ نہ کچھ حصہ ہوتا ہے۔ انتظامی معاملات کے لئے کمیٹیاں بنائی جاتی ہیں۔ جن کے ممبر عوام کے ووٹوں سے منتخب ہوتے ہیں۔ لیکن مغل بادشاہوں کی حکومت شخصی تھی۔ پہلے چھ بادشاہ قابل۔ مدبر اور طاقتور تھے۔ انتظامی قابلیت رکھتے تھے۔ اس لئے انتظام سلطنت اچھی طرح ہوتا رہا۔ عوام پر کسی قسم کی سختی نہ ہونے پائی۔ رعایا کو آرام پہنچا۔ جس سے رعایا خوشحال اور فارغ البال ہو گئی۔ لوگ امیر تھے۔ غلہ ارزاں تھا۔ شاہی خزانوں میں بھی کافی روپیہ تھا۔ مغل بادشاہوں نے بہت سا روپیہ عمارتوں پر خرچ کیا۔ لیکن پھر بھی خزانوں میں کمی نہ ہوئی +

نظام حکومت سلطنت کو صوبوں میں تقسیم کیا ہوا تھا۔ ہر صوبے میں ایک ایک گورنر مقرر تھا۔ اس کو اپنے صوبے میں کافی اختیارات حاصل تھے۔

وہ اپنے صوبے کے امن و امان کا ذمہ دار ہوتا تھا اور لگان وصول کر کے سرکاری خزانے میں جمع کرتا۔ لیکن گورنمنٹ نے ہر جگہ واقعہ نویس مقرر کر رکھے تھے جو گوشہ گوشہ کی خبر بادشاہ تک پہنچاتے تھے +

مغلوں کے پاس بہت بڑی مسلح فوج تھی۔ کچھ تو دارالسلطنت میں رہتی تھی اور کچھ صوبوں میں صوبہ داروں کے ماتحت تھی +

شاہان مغلیہ کے دربار کی شان و شوکت قابل دید تھی اکبر کے دربار میں جو لوگ آتے تھے۔ اُن کو سجدہ کرنا پڑتا تھا اور لوگ بادشاہ کو دیوتا تصور کرتے تھے جھروکے کے درشن کا رواج تھا۔ اکبر سادگی سے رہتا تھا۔ لیکن جہانگیر اور شاہجہاں کے عہد میں شاہی تزک و احتشام بہت بڑھ گیا۔ شاہجہاں نے تو لاکھوں روپیہ خرچ کر کے تخت طاؤس بنوایا تھا۔ لیکن اورنگ زیب سادگی پسند تھا۔ اکبر کے درباریوں میں بہت سے ہندو بھی شامل تھے۔ اس نے ہندوؤں کو اعلےٰ عہدوں پر ممتاز کیا ہندوؤں اور مسلمانوں کو شیر و شکر کرنے کے لئے کئی جتن کئے۔ چنانچہ باہمی منافرت اور کشمکش کو دور کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد ہندو رعایا بادشاہ کی وفاداری کا دم بھرتی رہی۔ شخصی حکومت کی یہ سب سے بڑی خرابی ہے۔ کہ جب کبھی حکمران ذرا کمزور ہوا۔ سلطنت کا تمام شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ چونکہ مغلیہ خاندان کے آخری بادشاہ کاہل اور سست تھے

اس لئے سلطنت میں فتنہ و فساد برپا ہو گیا۔ صوبیدار خود مختار ہو گئے۔ دربار میں امیر سازشیں کرنے لگے۔ ہندوستان کی گرم آب و ہوا اور آرام طلبی نے انہیں نکما کر دیا۔ دکن میں مرہٹوں نے اور پنجاب میں سکھوں نے اقتدار حاصل کر لیا۔ جس سے سلطنت کو زوال آنا شروع ہو گیا۔ اور رہی سہی کسر نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کے حملوں نے پوری کر دی۔ جس سے مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس عرصے میں کئی یورپین اقوام بھی تجارت کی غرض سے ہندوستان میں پہنچ چکی تھیں۔ اور ملک گیری کی ہوس میں ہندوستانی نوابوں اور راجاؤں سے جوڑ توڑ کر رہی تھیں +

سوالات

۱۔ مغلیہ دور کا فنِ تعمیر۔ موسیقی اور مصوری پر کیا اثر ہوا ؟

۲۔ مغلیہ دور میں علم ادب میں کس طرح ترقی ہوئی ؟

۳۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے ملاپ سے کونسی زبان نے جنم لیا۔ اس کی بتدریج ترقی پر مختصر مضمون لکھو۔

۴۔ مغلیہ عہد میں صنعت و حرفت اور تجارت کی حالت بیان کرو ؟

۵۔ سلطنت مغلیہ کو کیوں زوال ہوا ؟

تینتیسواں باب

شہریت

انتظامِ حکومت

انتظامی سہولت کی غرض سے ملک کو صوبوں، صوبوں کو کمشنریوں، کمشنریوں کو اضلاع اور اضلاع کو تحصیلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ صوبے کے اعلیٰ حاکم کو گورنر اور کمشنری کے اعلیٰ افسر کو کمشنر کہتے ہیں۔ کمشنر کے ماتحت کئی ایک اضلاع ہوتے ہیں۔ مثلاً لاہور کمشنری کے ماتحت سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔ شیخوپورہ۔ لاہور۔ امرتسر اور گورداسپور کے اضلاع ہیں۔ کمشنر اضلاع کے کلکٹروں اور ڈپٹی کمشنروں کے کاموں کی نگرانی کرتا ہے۔ اُس کو ڈپٹی کمشنروں کے فیصلوں کے خلاف اپیل سننے کا حق حاصل ہے۔ یہ ہندوستان کی سول سروس کا ایک رکن ہوتا ہے +

ضلع کا اعلیٰ حاکم ڈپٹی کمشنر کہلاتا ہے۔ جو تحصیلداروں اور ضلع کے دیگر افسروں کے کام

کی نگرانی کرتا ہے۔ ضلع کے امن و امان کا ذمہ دار ہے۔ ضلع کا مالیہ اور آبیانہ جمع کرتا ہے۔ مقدمات سنتا اور اپنے تمام کاروبار کی سالانہ رپورٹ اپنے حکام بالا کو بھیجتا ہے۔ یہ بھی انڈین سول سروس کا ایک رُکن ہوتا ہے +

ہر ضلع میں تین یا چار تحصیلیں ہوتی ہیں۔ اور ہر تحصیل کا انتظام ایک ایک تحصیلدار کے سپرد ہوتا ہے۔ اس کا اصلی کام لگان اکٹھا کرنا ہے۔ اس کو چھوٹے چھوٹے فوجداری مقدمات سننے کا بھی حق حاصل ہوتا ہے۔ اس کی مدد کے لئے نائب تحصیلدار۔ قانونگو اور پٹواری ہوتے ہیں +

انگریزی راج سے پہلے گاؤں کا انتظام ایک مقدّم کے سپرد ہوتا تھا۔ اب گاؤں کے انتظام کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے +

۱۔ گاؤں کی زمین کی پیمائش۔ پیداوار اور سرکاری لگان کا اندازہ لگانا پٹواری کا کام ہے +

۲۔ گاؤں کی حفاظت چوکیدار کے سپرد ہے +

۳۔ گاؤں کا مالیہ جمع کرنا نمبردار کے سپرد ہے +

۴۔ ان سب کے اوپر ذیلدار ہے +

ان سب کے فرائض ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

ذیلدار کے فرائض :۔

۱۔ زمینوں کی پیمائش۔ فصلوں کی گرداوری اور

تقسیم زر لگان میں افسرانِ تحصیل و ضلع کی مدد کرنا +

۲- مرمت طلب سڑکوں اور سرکاری عمارات کی اطلاع متعلقہ حکام کو دینا +

۳- اپنی ذیل کے مجرمانہ افعال کی تھانہ میں اطلاع پہنچانا +

۴- پولیس کو اپنی ذیل کے مجرم اور بدمعاش اشخاص کے ناموں سے مطلع کرنا +

۵- کسی وقوعہ کی تفتیش میں مدد دینا وغیرہ +

نمبردار اپنے گاؤں کا مالیہ جمع کرکے سرکاری خزانہ میں داخل کرتا ہے۔ سرکاری عمارتوں۔ سڑکوں اور درختوں وغیرہ کو نقصان پہنچانے والے اشخاص کے متعلق تحصیلدار کو اطلاع دینا ہے۔ اور دورہ پر آئے ہوئے سرکاری افسران کے کام میں مدد دینا ہے +

چوکیدار گاؤں کے ہر خلافِ قانون وقوعہ کی افسران متعلقہ کو اطلاع دینا ہے۔ چوروں اور ڈاکوؤں سے گاؤں کو محفوظ رکھتا ہے۔ پیدائش اور اموات کے رجسٹروں کو مکمل کرواتا ہے۔ اور ہر ہفتہ اس کی اطلاع تھانے میں پہنچاتا ہے +

پٹواری ملکیت اراضی کے متعلق رجسٹر رکھتا ہے۔ انتقالِ اراضی اور داخل خارج کے

رجسٹروں کو مکمل کرنا ہے۔ افسران بالا کو گاؤں کی مردم شماری اور مال شماری میں مدد دیتا ہے۔

ملک کو اندرونی اور بیرونی حملوں سے بچانے کے لئے حکومت کے پاس ایک زبردست فوج بھی ہے۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ انگریزی حکومت سے پہلے کئی حملہ آور شمال مغربی دروں کی راہ سے ہندوستان پر حملے کرتے رہے۔ بعض حملہ آوروں نے یہاں حکومت بھی قائم کر لی۔ اور بعض لوٹ مار کرکے واپس چلے گئے۔ بیرونی حملہ آوروں کے علاوہ اندرون ملک میں بھی جان و مال محفوظ نہ تھا۔ اب سرکار انگریزی نے ان سب دشمنوں سے ملک کو محفوظ کر دیا ہے۔ بیرونی حملہ آوروں کے لئے دروں پر چھاؤنیاں قائم کر دی ہیں۔ جہاں ہر وقت فوج تیار رہتی ہے۔ بھلا بتاؤ تو کون کون سی چھاؤنی کس کس درے پر واقع ہے؟ اندرونی امن کو بحال رکھنے کے لئے فوج کے علاوہ پولیس بھی مقرر کر رکھی ہے۔ ملک کے اندر کوئی زبردست ہنگامہ ہونے کی صورت میں فوجی طاقت کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ورنہ ہر جگہ پولیس موجود ہے۔ جو امن کے قیام اور لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ دار ہوتی ہے۔

ہر صوبے میں ایک ایک انسپکٹر جنرل پولیس

ہوتا ہے۔ جس کے ماتحت ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس ہوتے ہیں۔ ہر ضلع میں پولیس کا اعلےٰ افسر سپرنٹنڈنٹ پولیس ہوتا ہے۔ جس کی مدد کے لئے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ۔ انسپکٹر اور سب انسپکٹر ہوتے ہیں۔ سب انسپکٹر کو تھانہ دار بھی کہتے ہیں۔ اس کی مدد کے لئے پولیس کنسٹیبل مقرر ہوتے ہیں۔ ہر تھانے میں کئی گاؤں ہوتے ہیں۔ گاؤں میں پولیس کا کام چوکیدار کرتا ہے۔ ہر ضلعے میں چار قسم کی پولیس مقرر ہے۔ شہری پولیس۔ دیہاتی پولیس ملٹری پولیس اور ریلوے پولیس یہ چاروں محکمے صوبے کے انسپکٹر جنرل پولیس کے ماتحت ہیں۔

امن و امان بحال رکھنے کے علاوہ پولیس کا یہ بھی فرض ہے۔ کہ قانون کی خلاف ورزی کرنے والے یا امن میں خلل ڈالنے والے اشخاص کو پکڑ کر عدالت میں پیش کرکے سزا دلوائے۔ مجرم کو سزا بھگتنے کے لئے جیل میں رکھا جاتا ہے۔ پہلے کی نسبت اب جیلوں کا انتظام بہت بہتر ہے۔ مجرموں کو جیلوں میں صرف سزا دینے کے لئے ہی نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ وہاں ان کی اصلاح کرکے اچھے اور مفید شہری بھی بنایا جاتا ہے۔ قیدیوں کو کئی قسم کے کام سکھائے جاتے ہیں۔ تعلیم دی جاتی ہے۔ ان

کی صحت اور اخلاق کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ جیلوں کے انتظام کے لئے وارڈر۔ داروغے ڈاکٹر اور سپرنٹنڈنٹ مقرر ہیں +

ملک کی لیجسلیٹو کونسلیں قانون بناتی ہیں۔ پولیس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو گرفتار کرکے عدالتوں میں پیش کرتی ہے۔ جہاں جرم کی نوعیت کے مطابق انہیں سزا دی جاتی ہے۔ دیوانی اور فوجداری مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے ہر ضلعے میں دیوانی اور فوجداری عدالتیں قائم ہیں +

زمانۂ قدیم میں آج کل کی سی عدالتیں نہ تھیں۔ راجہ خود اپنے مشیروں کے مشورے سے مقدمات فیصل کرتا تھا۔ مسلمان بادشاہوں کے زمانے میں قاضی اور مفتی لوگوں کے مقدمات اور جھگڑوں کو چکاتے تھے۔ اگر کسی کو ان کے فیصلے سے تسلی نہ ہوتی۔ تو بادشاہ کا دربار کھلا تھا۔ مظلوم وہاں عرضیاں دیتے تھے۔ اور پورا پورا انصاف حاصل کرتے تھے۔ فوجداری مقدمات کے لئے فوجدار اور کوتوال مقرر تھے +

جب یہاں انگریزی حکومت قائم ہوئی تو ابتدا میں کمپنی نے صرف اپنے ملازموں کے جھگڑے چکانے کے لئے عدالتیں قائم کیں۔ وارن ہیسٹنگز کے عہد میں نواب اور کمپنی دونوں کی عدالتیں

تھیں - ریگولیٹنگ ایکٹ کے رُو سے بنگال میں ایک سپریم کورٹ بنائی گئی - موجودہ عدالتوں کی ترتیب ۱۸۶۱ء میں شروع ہوئی - اسی سال بمبئی - کلکتہ اور مدراس میں اپیلیں سننے کے لئے ہائی کورٹ یعنی اعلےٰ عدالتیں قائم کی گئیں - آج کل ہر صوبے میں ایک ایک ہائی کورٹ موجود ہے - ضلعوں میں دیوانی اور فوجداری عدالتیں موجود ہیں - جن کے فیصلوں کی اپیلیں سشن اور ڈسٹرکٹ جج کی عدالتوں میں دائر ہو سکتی ہیں - اس کے بعد ہائی کورٹ بھی اپیلیں سنتی ہیں - ہائی کورٹ کا فیصلہ قطعی ہوتا ہے - بعض حالتوں میں ہائی کورٹوں کے بھی فیصلے کی اپیل ولایت میں پریوی کونسل میں ہوتی ہے - لیکن اب اپیل ہندوستان میں فیڈرل کورٹ میں ہوتی ہے +

لوکل سیلف گورنمنٹ میونسپل کمیٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ

زمانۂ قدیم میں رواج تھا کہ گاؤں کے لوگ اپنے لئے سب انتظام خود کرتے تھے - حتےٰ کہ مقدمات کا فیصلہ بھی گاؤں کی پنچایت ہی کرتی تھی - عدالتوں میں دیر لگنے ہونے، جھوٹ سچ بولنے اور وکیلوں کے محنتانے کا خرچ بڑھ ...

کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ حکمران گاؤں کے انتظام میں بہت کم دخل دیتے تھے۔ ابتدا میں انگریزی حکومت نے پنچایت سسٹم کو غیر مفید سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔ لیکن جب اسے معلوم ہؤا کہ اس طریقہ سے نظامِ حکومت میں بڑی حد تک سہولت پیدا ہوتی ہے تو از سر نو اسے رائج کرنے کی کوشش کی۔ لارڈ رپن اس طریقۂ انتظام کو بہت پسند کرتا تھا۔ اس کا ارادہ تھا۔ کہ ہندوستانیوں کو اس طریقہ سے حکومت خود اختیاری کے قابل بنایا جائے۔ چنانچہ اس کے عہد میں ۱۸۸۴ء کے قانون کے رُو سے شہروں کے انتظام کے لئے میونسپل کمیٹیاں اور گاؤں کے انتظام کے لئے ڈسٹرکٹ بورڈ قائم کئے گئے۔ جن کے منتخب شدہ ممبروں کی تعداد مقرر کی گئی اور کچھ آمدنی کے ذرائع بھی ان کے سپرد کئے گئے۔

۱۹۰۹ء میں لارڈ رپن کے جاری کئے ہوئے طریقے میں توسیع کی گئی۔ دیہاتوں میں میونسپل کمیٹیوں کا کام انجام دینے کے لئے پنچائتیں مقرر کی گئیں۔ لارڈ ہارڈنگ نے ڈسٹرکٹ بورڈوں اور میونسپل کمیٹیوں میں غیر سرکاری ممبروں کی تعداد میں اضافہ کیا۔ اور غیر سرکاری صدر بنانے کی اجازت دی۔ اور ان کے اختیارات بڑھا دیئے گئے۔

میونسپل کمیٹیوں اور ٹاؤن ایریا کمیٹیوں کے سپرد اپنے شہر یا حلقے کی صفائی - روشنی اور صاف پانی کا بہم پہنچانا سڑکوں اور منڈیوں - تعلیم اور صحت کے لئے انتظامات کرنا ہے - آج کل تقریباً ہر شہر میں ایک ایک میونسپل کمیٹی ہے - جس کے ممبر شہر کے باعزت اور بارسوخ اشخاص ہوتے ہیں - یہ پبلک کی طرف سے منتخب شدہ ہوتے ہیں - ہر ضلعے میں دیہات کا انتظام کرنے کے لئے ڈسٹرکٹ بورڈ قائم ہیں - چھوٹے چھوٹے قصبوں میں ٹاؤن ایریا کمیٹیاں اور گاؤں میں پنچائتیں بنانے کی اجازت دے دی گئی ہے +

تعلیم

انگریزی حکومت سے پہلے پنڈت اور مولوی پاٹھ شالاؤں یا مسجدوں میں تعلیم دیا کرتے تھے ہندو ہندی اور سنسکرت کی تعلیم حاصل کرتے تھے - اور مسلمان عربی - فارسی سیکھتے تھے - مسلمانوں کے عہد میں ہندوؤں نے عربی - فارسی اور مسلمانوں نے ہندی و سنسکرت سیکھنی شروع کی - معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کے عہد تک تعلیم کا بہت چرچا تھا - لیکن جب سلطنت مغلیہ کو زوال آیا اور ہندوستان میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوا - تو لوگوں کو اپنی جان و مال

کی فکر پڑ گئی - ایسی حالت میں تعلیم کی طرف کون توجہ کرتا - انگریزوں کے عہد حکومت میں بھی پنڈت اور مولوی تعلیم دینے کا کام کرتے رہے - لیکن آہستہ آہستہ انگریزی طریقہ تعلیم کو جاری کیا گیا - پہلے پہل وارن ہیسٹنگز نے ۱۷۸۱ء میں کلکتہ میں ایک مدرسے کی بنیاد رکھی اس کے دس سال بعد بنارس میں سنسکرت کی تعلیم کے لئے ایک ہندو کالج کھولا گیا۔ ۱۸۳۱ء کے ایکٹ کے رُو سے ایک لاکھ روپیہ سالانہ ہندوستانیوں کی تعلیم کے لئے منظور ہؤا۔ لارڈ ولیم بینٹنگ نے اس روپیہ کو انگریزی تعلیم کی اشاعت پر خرچ کرنا چاہا - اور اس مقصد کے لئے کئی سکول اور کالج کھولے - ۱۸۵۴ء میں سر چارلس وڈ صدر بورڈ آف کنٹرول کے مراسلے کے مطابق لارڈ ڈلہوزی نے محکمہ تعلیم جاری کیا - اور بہت سے کالج اور امدادی سکول جاری کرنے کی کوشش کی - ہمارا موجودہ طریقہ تعلیم بہت حد تک اسی مراسلے پر مبنی ہے - اس مراسلے کی رو سے لنڈن یونیورسٹی کے نمونہ پر کلکتہ - بمبئی اور مدراس میں یونیورسٹیاں کھولی گئیں +

لارڈ کرزن کے عہد میں یونیورسٹی ایکٹ کے رو سے یونیورسٹیوں کے اختیارات اور فرائض

میں اصلاح کی گئی - اور انہیں حکومت کے ماتحت لانے کی کوشش کی گئی - موجودہ تعلیم تین درجوں میں منقسم ہے +

۱- ابتدائی تعلیم :- اس میں بچوں کو معمولی لکھنا پڑھنا اور حساب وغیرہ سکھایا جاتا ہے - سرکاری مدارس کے علاوہ میونسپل کمیٹیوں اور غیر سرکاری کمیٹیوں نے بھی بہت سے سکول کھولے ہوئے ہیں - اب کوشش کی جا رہی ہے کہ ہر شخص کے لئے پرائمری تعلیم حاصل کرنا قانوناً ضروری قرار دیا جائے +

۲- ثانوی تعلیم :- پرائمری سکولوں کی تعلیم ختم کرنے کے بعد طلبا کو سیکنڈری سکولوں میں داخل ہونا پڑتا ہے - جہاں انٹرنس تک تعلیم دی جاتی ہے +

۳- اعلےٰ تعلیم :- انٹرنس کے امتحان کے بعد اعلیٰ درجے کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے کالج میں داخل ہونا پڑتا ہے - تمام کالج یونیورسٹی کے زیر اثر ہوتے ہیں - اس وقت ملک بھر میں بے شمار سکول اور کالج موجود ہیں - جن میں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں طلبا تعلیم حاصل کر رہے ہیں - کلکتہ - مدراس اور بمبئی کی یونیورسٹیوں کے علاوہ بنارس - علی گڑھ - پنجاب - الہ آباد - لکھنؤ - ناگپور -

پٹنہ اور دہلی میں بھی یونیورسٹیاں قائم ہیں ۔

پنجاب یونیورسٹی کی بنیاد لارڈ لٹن کے عہد میں رکھی گئی ۔ اس کے سب سے بڑے افسر کو چانسلر کہتے ہیں ۔ جو عموماً صوبے کا گورنر ہوتا ہے ۔ چانسلر کے ماتحت ایک وائس چانسلر مقرر کیا جاتا ہے ۔ جو یونیورسٹی کا سب سے بڑا انتظامیہ افسر ہوتا ہے ۔ یونیورسٹی کے فرائض کو انجام دینے کے لئے سینٹ اور سنڈیکٹ دو کمیٹیاں ہوتی ہیں ۔ سینٹ کے سو ممبر ہوتے ہیں ۔ اس کا کام یونیورسٹی کے لئے قواعد مرتب کرنا ہے ۔ سنڈیکیٹ کے ممبر سینٹ سے چنے جاتے ہیں ۔ اس کمیٹی کا کام پاس شدہ طلبا کو ڈگریاں عطا کرنا ، کالجوں کا الحاق کرنا اور مختلف مضامین کی پڑھائی کا مناسب انتظام کرنا ہے ۔

ہمارے قومی رہبر اس تعلیم کو مناسب خیال نہیں کرتے ۔ اعلےٰ تعلیم کا انتظام تو بہت عمدہ ہے لیکن ابتدائی تعلیم ناقص ہے ۔ اور کئی سال کی جد و جہد کے باوجود تعلیم یافتہ لوگوں کی تعداد بہت کم ہے ۔ صرف دس بارہ فی صدی لوگ تعلیم یافتہ ہیں اور ساتھ ہی یہ تعلیم بالکل بے اثر اور دلچسپی سے خالی ہے ۔ لہذا اس کو تبدیل کرنے کے لئے ۱۹۳۸ء میں مہاتما گاندھی جی کی رہنمائی میں ایک ایجوکیشن کمیٹی بنائی گئی ۔ جس

کے صدر ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب تھے۔ انہوں نے وارد ھا(سی۔پی) میں ایک تعلیمی سکیم تیار کی جس کو وردھا سکیم کہتے ہیں۔ اِس سکیم کا یہ مقصد ہے کہ ابتدائی تعلیم مفت، لازمی اور سات سالہ ہو۔ اور کسی مناسب دستکاری کے ذریعے سے تعلیم دی جائے۔ مقامی حالات کے مطابق ہر جگہ ایسی دستکاری چُنی جاسکتی ہے۔ جو تعلیمی لحاظ سے مفید ہو۔ چنانچہ اس سکیم کے تحت جموں اور سرینگر میں دو بیسک سکول جاری ہوچکے ہیں۔ آیندہ بھی کئی ایسے سکول کھلنے کی امید ہے۔ اس سے پہلے بھی گورنمنٹ نے دستکاری اور صنعت و حرفت سکھانے کے لئے مختلف مقامات پر بہت سے سکول و کالج کھولے ہیں۔ لیکن وہ صرف دستکاری سکھاتے ہیں اس لئے تعلیمی لحاظ سے زیادہ مفید نہیں ؀

حفظان صحت

سرکار انگریزی نے ہندوستان کی مادی ترقی کے ساتھ ساتھ لوگوں کی صحت و تندرستی کے لئے بھی بہت کچھ کیا ہے۔ مسلمہ بات ہے کہ جس قدر کسی ملک کے باشندے جاہل ہوں گے۔ اسی قدر وہ حفظ صحت کے اصولوں سے بیگانہ ہوں گے اسی لئے گورنمنٹ نے تعلیم کو عام کرنے کے لئے کئی تدابیر عمل میں لائی ہیں جن کا ذکر

آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ سکولوں میں دیگر مضامین کے علاوہ طلبا کو حفظ صحت کے اصول بھی سکھائے جاتے ہیں۔ اور بتایا جاتا ہے کہ بیماریاں کس طرح پیدا ہوتی ہیں۔ اور ان کی روک تھام کے طریقے کیا ہیں۔ طلبا کی جسمانی صحت کے لئے کھیلوں کے علاوہ سکوٹنگ تحریک بھی جاری کر رکھی ہے۔ جس کی یہ غرض ہے کہ طلبا اپنے آپ کو بھی تندرست رکھیں اور بطور شہری دوسروں کی صحت کا بھی خیال رکھیں۔ اگر کوئی بیمار یا زخمی ہو جائے تو فوراً اس کو طبی امداد بہم پہنچائیں۔ سکولوں میں طلباء کو صفائی کے اصول بتائے جاتے ہیں۔ اور روزانہ ان کی صفائی دیکھی جاتی ہے۔ کیونکہ تندرستی کی جان صفائی ہے۔

دیگر ممالک کی نسبت ہندوستان میں بچوں کی اموات زیادہ ہوتی ہیں۔ اس لئے حکومت نے بچوں کی حفاظت اور پرورش کے طریقوں پر خاص توجہ دی ہے۔ جس سکول کے بچے ہشاش بشاش اور تندرست نظر آتے ہیں اس کو بہتر سمجھا جاتا ہے۔ بے سمجھ اور نادان عورتیں ٹھیک طور پر بچوں کی دیکھ بھال نہیں کر سکتیں۔ اور بیمار ہونے پر بے سمجھ دائیوں سے اپنا اور بچوں کا علاج کرواتی ہیں۔ جس سے بیماری اور بڑھ جاتی ہے چنانچہ گورنمنٹ نے پڑھی لکھی اور تربیت یافتہ

دائیاں مقرر کر رکھی ہیں۔ تاکہ عوام بوقت ضرورت ان کی امداد حاصل کریں اور بچوں کی پر[illegible] اور حفاظت کے لئے ان سے رائے طلب [illegible]۔ صحت اطفال کے ہفتے منائے جاتے ہیں۔ تندرست بچوں کو انعام دیا جاتا ہے تاکہ لوگ شوق [illegible] کی پرورش کریں۔ اور اُن کی تندرستی کا [illegible] زیادہ خیال رکھیں۔ جابجا زنانہ اور مردانہ شفا[خانے] کھول رکھے ہیں۔ جہاں بیماروں کا مفت علاج [کیا] جاتا ہے۔ جو لوگ ڈاکٹر کو گھر بلا کر علاج نہ [کرا] سکتے ان کے لئے رہائش۔ خوراک اور بستر وغیرہ [کا] بھی مفت انتظام کیا جاتا ہے:۔

رنگون۔ لاہور۔ کوہ نور اور کسولی وغیرہ [میں] دیوانے کُتے کے کاٹے کا علاج کیا جاتا ہے۔ وہاں [illegible] جانے کا کرایہ بھی نہیں لیا جاتا۔ اور ہر طبقے کے لوگ مفت علاج کروا سکتے ہیں +

پاگل آدمیوں کے علاج کے لئے پاگل خ[انے مو]جود ہیں۔ جن میں گھروں کی نسبت پاگل آدم[یوں کی ز]یادہ حفاظت کی جاتی ہے۔ اور اچھی طرح سے اس [کا ع]لاج کیا جاتا ہے +

تپ دق کی روک تھام کے لئے سنی ٹوریم [illegible]وں کے لئے کوڑھی خانے اور آنکھوں۔ دانتوں ا[ور ...]وں کے لئے جدا شفا خانے کھلے ہیں۔ ہماری ر[illegible] میں بٹوت میں سنی ٹوریم قائم ہے۔ اور کوڑھیو[ں]